ازسلسلہ "دین بھلائی ہے"

جلد اول

محاضرات مکیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک شخصیت کے بارے میں

اُمت مسلمہ اور قادیانیت کے مابین تقابلی مطالعہ

تألیف

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

مدرس مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ

الناشر

المكتبة الإمدادية (مكة المكرمة)

(جلدِ اوّل)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

"محاضرات مکیہ"

"در مسلمات اسلامیہ"

"حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں
امتِ مسلمہ اور قادیانیت کے معتقدات پر تقابلی مطالعہ
کتاب وسنت کی روشنی میں"

(تالیف وترتیب)

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

مدرس مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ)

ناشر:

مکتبہ امدادیہ (مکہ مکرمہ)

فہرست مضامین:

تقدیم:

از: ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی

سیکریٹری جنرل رابطۂ عالمِ اسلامی-مکہ مکرمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلَم على نبينا محمد، وعلى آله الطيبين الطاهرين، وصحبه الغر الميامين. أما بعد! ......

یہ کتاب جو "محاضرات مکیہ در مسلماتِ اسلامیہ" کے نام سے موسوم ہے، اٹھائیس محاضرات (لیکچرز) پر مشتمل ہے، جنہیں برادرم ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے تیار کیا ہے، اولاً تو ہر لیکچر الگ حیثیت سے تھا، بعد میں انہوں نے انہیں یکجا مرتب کر دیا ہے، پھر ان کے لئے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا، جس میں اس کے سبب تحریر اور ان میں باہم مشترکہ موضوع کا بھی ذکر کیا ہے، اور وہ ہے قادیانیوں کی طرف سے اسلامی مسلمات میں بے بنیاد تحریفات پر ردّ، وہ تحریفات جنہیں قادیانی آج تک اپنائے ہوئے ہیں، یہی تأویلات قادیانیت کے سربراہ مرزا غلام احمد کے کذب کی علامت ہیں، جیسے کہ اسکا ختم نبوت کا انکار کرنا، حضرت مسیح علیہ السلام کے "رفع" کا انکار، ان کے آخری زمانہ میں "نزول" کا انکار وغیرہ وغیرہ، قادیانی انہیں تحریفات کو اپنے ٹی وی چینلز اور دیگر ذرائع ابلاغِ عامہ پر

نشر بھی کر رہے ہیں.

خصوصاً قادیانیت کا MTA عربی چینل جو تمام عرب کی طرف متوجہ ہے، وہ عالمِ عرب جو اس گروہ سے دور بھی ہے، اور اسکے اس فتنہ سے بھی جس نے ہندو پاکستان میں ایک صدی سے زائد عرصہ سے شورش بپا کر رکھا ہے، قادیانیت کے ردّ میں علماء نے جو کچھ لکھا، وہ بذاتِ خود ایک مکتبہ (کتب خانہ) ہے، علاوہ ان لیکچرز اور مقالات کے جو مختلف جرائد میں بھی چھپے، مصنف کی یہ کتاب (محاضرات) ان کی سابقہ تصنیف "مقالاتِ مکیہ" کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جسکا پہلے ہم مقدمہ لکھ چکے ہیں، ہم نے اس مقدمہ میں اس فرقہ مارقہ (دین سے خارج ہو جانے والا فرقہ) اسکے زعیم، اسکی نشو ونما کے ماحول، اسکے خود ساختہ معتقدات پر لکھا تھا، ان امور میں تو ہمارا وہی مقدمہ کافی وشافی ہے، مزید ان پر لکھنے کی ضرورت نہیں، مگر اس موقع پر ہم ایک اہم تنبیہ کے اضافہ کو مستحسن جانتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ گمراہی کے ان پیشواؤں، مدعیانِ نبوت وغیرہ کے ظہور، پھر عوام کا ان کے ان اکاذیب سے جنہیں وہ دجل و تلبیس کی صورت میں پیش کرتے ہیں، عوام کا ان سے متأثر ہو جانا، اس کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دراصل عوام کے اس شرعی تعلیم سے غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ہوتا ہے، جو انہیں ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت سے جوڑے رکھتی ہے، جو انہیں ان کا دین بدعات وخرافات اور تأویلات کی دخل اندازی سے پاک وصاف طور پر پیش کرتے ہیں، کتاب وسنت مسلم عوام کو ان کے اصول دین

کے بارے میں بصیرت بخشتی ہیں، جسکے حصول سے بندہ ہدایات یافتہ اور منعم علیہ بندوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے، اور وہ صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے باطل ادیان والوں کے راستوں اور "مغضوب علیہم" اور "ضالین" گروہوں سے نجات حاصل کرلیتا ہے.

شرعی تعلیم ہی سے دین کو تحفّظ فراہم ہوتا ہے، امت گمراہی کے اندھیروں سے مأمون رہتی ہے، مگر اس امر کی تکمیل مدارس، انسٹیٹیوٹ اور کالجز کی طرف بخوبی توجہ سے ہی ہو سکتی ہے، کہ ان کے مقررہ نصاب میں اس قدر شرعی تعلیم کو داخل کر دیا جائے، جو ان کے دین وایمان کے تحفظ کے لئے ضروری ہو، پھر انہیں وہاں پر وہ کتب بھی مہیا کی جائیں، جو ان کا علمی سرمایہ رہیں، جن میں ان کے لئے کافی ساز وسامان اور مواد موجود ہوں، جن سے کہ طلبہ اور اہلِ علم دونوں یکساں طور پر مستفید ہوتے رہیں.

مسلم امت نے جب بھی شرعی تعلیم کے حصول میں کوتاہی برتی، اور اسکے لئے مطلوبہ اسباب ووسائل کو زیرِ عمل نہ لایا گیا، ان کے لئے درکار مادّی اور بشری ضروریات مہیانہ کی گئیں، پھر امت کی اس کیفیت پر ایک طویل عرصہ بھی گزر گیا، تو اس کوتاہی سے ابنائے ملت کی نشو ونما میں دینی تحفّظ اور فکری امن کا فقدان پیدا ہو تا رہاہے، پھر وہ باطل عقائد واقدار اور منحرف فکری تحریکوں سے متأثر ہونے لگتے ہیں.

اگر ہندوستان کی وہ غیر یقینی تہذیبی صورتِ حال نہ ہوتی جس نے قادیانیت کے

نشو ونما اور اشاعت کے لئے اسے سیاسی اور اجتماعی ماحول مہیا کیا، تو اس تحریک کی حالت غیر ہوتی، اور اس کا انجام کار بھی دیگر ہوتا، ہندوستان اس زمانے میں دینی ضعف اور پستی کا شکار تھا، شرعی ثقافت اور دینی آگہی کی بد ترین صورتِ حال تھی، اسکے علمی سر چشمے خشک، اہلِ علم، رجال کار اور طلبہ کم، عوام الناس میں جہالت پھیل چکی تھی، لوگ دینی تفقہ میں بے مائیگی کا شکار تھے، یہ وہ حالات تھے، جنہوں نے مرزا قادیانی کو گھونسلہ بنانے، انڈے دینے، پھر بچے نکالنے کے مواقع فراہم کیئے.

مرزا قادیانی کو اوائل امر میں اسکی بیخ کنی کرنے والے یا اسکی شوکت توڑنے والے نہ ملے، قادیانیت پنپ گئی، اسکا معاملہ بڑھتا رہا، یہاں تک کہ اسکا خطرہ اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کے لئے عیاں ہو گیا.

اس گروہ کے کھلے باطل دعوؤں اور اسکے بے بنیاد کھوکھلے بحث ومباحثوں جن سے وہ اپنے منحرف عقائد پر مجادلہ کرتی ہے، کہ باوجود وہ آج بھی اپنے لئے کوشاں ہے، اسکے پیروکار ہیں، اسکے زعماء ہیں، اسکی تنظیمیں ہیں، ابلاغِ عامہ کے ذرائع ہیں، وہ اپنے افکار کی ترویج اور اپنے اباطیل کی نشر واشاعت کر رہی ہے، اس نے اپنے اکاذیب کے ذریعہ عالم عرب سے فکری محاذ آرائی کے لئے سہل ترین راستے تلاش کر رکھے ہیں.

پھر قادیانیت کو اپنے مشن میں بدستور کام کرنے میں عالم عرب کے اندر ہی سے اسکے شریک عمل عناصر سے بھی تعاون مل گیا، یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کے گرد

وپیش شبہات اور شکوک وارد کر کے ضعیف ابنائے ملت کو تشویش میں ڈالتے ہیں، ان حالات میں اس امر کی ضرورت ہے کہ قادیانیت کے اباطیل کا بدستور ان جیسے محاضرات کے ذریعہ ردّ کیا جائے، جنہیں ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ نے تیار کیا ہے، یا جیسا کہ ان کی دیگر علمی کاوشیں ہیں، جو قادیانیت ہی سے متعلق ہیں، حق تعالی شانہ انہیں توفیقِ مزید مرحمت فرمائیں، اور ان کو اس عملِ خیر پر بہترین جزاعطا فرمائیں.

ان کا یہ کارنامہ تحریک "ختم نبوت" کی کوششوں سے جڑا ہوا ہے، یہ وہ تحریک ہے جسکی بنیاد پاکستان میں گذشتہ عیسوی صدی کی پانچویں دھائی میں شیخ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اور ان کے تلمیذِ رشید شیخ منظور احمد چنیوٹی کی جدوجہد سے رکھی گئی تھی، پھر اسکا دائرۂ کار وسیع ہوتا چلا گیا، دنیا کے مختلف ملکوں میں اسکی شاخیں بنتی چلی گئیں، پھر اسکا صدر دفتر لندن میں منتقل ہو گیا، جہاں سے ہی قادیانیوں کی کوششیں دنیا میں ابھرتی ہیں، شیخ منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کی قادیانیت کے ردّ اور اس میدان میں مناظرہ کے لئے علماء کو اندرون وبیرون پاکستان تیار کرنے کی ایک طویل ترین جدوجہد ہے، جسکا عرصہ تقریباً ساٹھ سال کی مدتِ دراز پر محیط ہے، پھر اس اہم دعوتی مشن میں ان کے دنیا کے مختلف ممالک میں اسفار بھی ہوتے رہے، ان کے انہی اسفار میں ان کا وہ سفر بھی ہے جس میں ان کی پاکستانی علماء کے وفد کی صدارت کے طور پر رابطۂ عالمِ اسلامی کی ۱۹۷۴ء میں کانفرنس میں شرکت رہی، اور انہوں نے بیش قیمت ایسی معلومات فراہم کیں، جن کی بنیاد پر ہی قادیانیت کے کفر کی قرارداد صادر ہوئی.

پھر اسی قرارداد کا پاکستان میں "تحریک ختمِ نبوت" پر بھی خوش آئند اثر ظاہر ہوا.

میں اللہ تعالی سے دعا گو ہوں، کہ وہ ان "محاضرات" میں اور اسکے جمع کرنے والے میں برکت فرمائے، اور وہ انہیں اس واضح علمی کاوش صرف کرنے پر اجر جزیل عطا فرمائے، جو اسلام کے دفاع اور حق مبین کی نصرت اور اسلام سے منحرف ہونے والوں کی ہدایت کے لئے ہے.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی

سیکریٹری جنرل رابطۂ عالمِ اسلامی- مکہ مکرمہ

تــقــريــظ:

از: فضيلة الشيخ ڈاکٹر عبد العزيز بن عبد الله العمار

سکریٹری (برائے امورِ اسلامیہ) "وزارتِ اسلامی امور اوقاف، ودعوت وارشاد" سعودی عرب.

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء وأزكى المرسلين، خاتم النبيين محمد صلى الله عليه وسلم، وعلى آله، وصحبه أجمعين. وبعد! ......

میں نے ان محاضرات کا مطالعہ کیا ہے، جو -ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے "دین بھلائی ہے" کے سلسلہ کے تحت قادیانیت کے ان سموم افکار اور شکوک وشبہات پر ردّ کے طور پر لکھے ہیں، جو قادیانیت عقیدۂ ختم نبوت اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے متعلق پھیلا رہی ہے.

قادیانیت آج کے اس دَور میں اپنے ابلاغِ عامہ کے ذرائع اور اپنے خصوصی چینلز کے ذریعہ مختلف زبانوں میں بشمول عربی زبان کے کافی محنت کر رہی ہے، یہ منحرف گروہ ایسا ہے، جس نے دینِ اسلام میں بڑا فساد بپا کر رکھا ہے، یہ اسلام کے

بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن کے انہدام کے درپے ہے، اور وہ ہے "عقیدۂ ختمِ نبوت"، اور اس کے متعلقہ دیگر احکام.

یہ امر انتہائی ضروری تھا کہ اس گروہ کی گمراہیوں کا تعاقب کیا جائے، اسکے باطل کو واضح کیا جائے، محترم ڈاکٹر موصوف کی اس گروہ پر ردّ میں کاوشیں بڑی ہی مبارک ہیں، جن میں مَیں نے بہت سی خیر کثیر کو پایا ہے، ان کی متعدد کوششیں اس منحرف گروہ کے خلاف کافی وشافی ردود ہیں، قادیانی گروہ مسلم امت کے دائرہ ہی میں کوشاں ہے، اور اصولِ دین میں سے ایک ثابت شدہ اصل میں تشکیک پیدا کر رہا ہے، اور وہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "ختمِ نبوت"، بایں معنی کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں.

ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ نے اپنے محاضرات میں ان قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو جمع کیا ہے، جو "عقیدۂ ختمِ نبوت" کو بیان کرتی ہیں، اور اس امر کو ثابت کیا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء ومرسلین کے خاتم ہیں.

اسی طرح اس تالیف میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے بعض آیاتِ قرآنیہ پر قادیانی اشکالات اور مغالطات پر بھی بحث کی ہے جن میں قادیانیت تحریف کرتی ہے، اور انہیں اپنے باطل افکار کی تائید میں استعمال میں لاتی ہے.

ڈاکٹر موصوف کے تمام مواد کو نہایت پرکشش اور علمی انداز میں پیش کرنے میں توفیقِ الٰہی ان کی ہمکنار رہی ہے، انہوں نے جدید الیکٹرونک میڈیا سے بھی استفادہ کرتے ہوئے ان محاضرات کو شوشل میڈیا اور "یوٹیوب" میں داخل کر دیا

ہے، تاکہ ان سے رابطہ کرنے والے اس منحرف فرقہ کی حقیقت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں، اور ان کی گمراہیوں، فاسد اقوال اور ان کے اباطیل اور واہی ادلّہ سے آگاہ ہوں.

آخر میں اللہ تعالی جل جلالہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ذاتِ گرامی ہم سبھی کو اپنے ہاں پسندیدہ اور رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرمائے، ڈاکٹر صاحب موصوف کو اس منحرف گروہ پر مزید ردّ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور ہمیں اپنے دین کی اشاعت کرنے اور اس کے دفاع کی توفیق عطا فرمائے. (آمین).

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ڈاکٹر عبد العزیز بن عبد اللہ العمار

سیکریٹری (برائے امورِ اسلامیہ) "وزارتِ اسلامی امور، اوقاف، اور دعوت وارشاد"
سعودی عرب.

تقــریــظ:

از: سماحة الشيخ مفتی ابو القاسم نعمانی

مهتمم دار العلوم ديوبند (الهند).

باسمه سبحانه وتعالى

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، سيدنا ومولانا محمد النبي الأمي الأمين، وعلى آله، وصحبه أجمعين.

أما بعد! ......

راقم سطور نے محترم ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ صاحب حفظہ اللہ ورعاہ کے مجموعہ "محاضراتِ مکیہ در مسلماتِ اسلامیہ " اردو، اور "المحاضرات المكية في المسلمات الإسلامية " عربی کو متعدد مقامات سے دیکھا، اور مولف کا مقدمہ بالاستیعاب دیکھا، ساتھ ہی ان محاضرات پر مملکۃ سعودیہ عربیہ میں مقیم اہم اور برگزیدہ علمی شخصیات کے تأثرات وتقریظات کو بھی پڑھا، مجموعی طور پر یہ محاضرات اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت ہی جامع اور مفید ہیں.

قادیانیت کا فتنہ، باطل طاقتوں اور مادی وسائل کے بل بوتے پر اپنی فتنہ سامانی

اور اسلام دشمنی پر تمام ذرائع اور اسباب اختیار کر رہا ہے، خصوصاً مجلات و جرائد اور سوشل میڈیا کے استعمال نے اسکی زہر ناکی پر بہت اضافہ کر دیا ہے، اسلئے اہلِ اسلام کو بھی اس خارج عن الاسلام جماعت کے ردّ و ابطال کے لئے ہر طرح کے علمی اور ترسیلی اسباب اختیار کرنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ صاحب کے محاضرات انشاء اللہ اس سمت میں کی جانے والی مساعی پر اہم کردار ادا کریں گے، اللہ تعالی اس محنت کو مقبول بنائیں، اور استفادہ کی توفیق بخشیں۔

والسلام۔

ابو القاسم نعمانی غفرلہ

مدیر جامعہ اسلامیہ دار العلوم دیوبند

۲/ربیع الثانی/۱۴۳۶ھ۔

تقریظ:

از: فضیلۃ الشیخ ماجد مسعود سلیم رحمت اللہ

مہتمم مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ).

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا وهادينا وقدوتنا وأسوتنا وقائدنا وشفيعنا وحبيبنا محمد، وعلى آله، وأصحابه، وأزواجه، وذرياته، وأهل بيته صلاة وسلاما دائمين متلازمين إلى يوم الدين. أما بعد! ......

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم، اسلام، ایمان، علم، دین، شریعت اور سنتِ نبوی کے دوام واستمرار وبقاء وحفاظت کیلئے کئی اور متعدد وسائل، اسباب اور ذرائع کو منتخب فرماکر عام کیا، ان وسائل واسباب میں سب سے اونچے اور بڑے مقام حاصل کرنے والے علماء عظام، مشائخ کرام، قراء اعلام میں جنہوں نے کئی قدیم صدیوں سے اپنی عمریں اور بڑی خدمات دے کر یہ مقام اور درجہ حاصل کیا، اور ان کی اس عظیم الشان جلیل القدر خدمات کی وجہ سے یہ علمی خدمات عام ہو کر محفوظ ہوئیں، اور یہ خدمات بہت بڑے کارنامے ہیں.

اس کے علاوہ قرآن کریم، نبی کریم، اسلام، دین، ایمان، توحید، علم شریعت اور سنتِ نبوی کی مخالفت ہوئی، اور بے حرمتی، بے ادبی اور بے قدری کے ساتھ خوب

ظلم ہوا، جس میں جاہل لوگ آگے آگے بڑھتے رہے، اور اس بے خیر میدان کو بڑا کرتے رہے، ان ظالم اور جاہل لوگوں کے خلاف اہلِ حق اور علماء حق جمع ہوئے، اور دفاع کیلئے آگے آگے بڑھتے رہے، دفاع کرنے والوں کی کئی قسمیں تھیں، اور ہیں، اور اسی میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں، اور اس دفاع کو عام کر رہے ہیں.

قرآن کریم اور سنتِ نبوی اور اسلام پر جو حملے ہوئے تو اس کے دفاع اور نصرت اور حمایت کیلئے کیسی کیسی اور کیا کیا محنتیں اور خدمات علماء اسلام نے انجام دی ہیں، جو کہ اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالی نے ان علماء کرام کو اس محنت اور خدمت کیلئے منتخب فرمایا، ان علماء حق اور علماء کرام میں سے اس عظیم الشان کتاب کے مؤلف ومصنف ہیں، جو کئی سالوں سے، کئی ملکوں میں، کئی شہروں میں اس بابرکت خدمت اور محنت میں لگے ہوئے ہیں، اور بڑی جد وجہد کر رہے ہیں، اور آگے بڑھ رہے ہیں، اور اللہ تعالی کی نصرت، مدد، برکت، رحمت ان کا ساتھ دے رہی ہے،-{وما ذلك على الله بعزيز}.

یہ محقق ومدقق اور متمکن ومتفنن، محترم المقام، گرامی قدر ومنزلت حضرت مولانا سعید احمد عنایت اللہ صاحب سیالکوٹی فارغ التحصیل جامعہ اشرفیہ "لاہور"، واستاذ دار العلوم حرم، مدرسہ صولتیہ -مکہ مکرمہ- قادیانیت کے خلاف جس جہاد میں لگے ہوئے ہیں، ایک بہت بڑا عظیم الشان، جلیل القدر کام ہے.

اللہ تعالی ان کی مساعی جلیلہ اور عظیم خدمات کو قبول فرمائے، اور زیادہ سے

زیادہ توفیق اور نصرت عطا کرے، اور اس قلمی جہاد میں برکت دے کر ان کی سابق ولاحق تصانیف وتألیفات وتقاریر وکورسز کو باعث نصرت، حمایت، دفاع، بقاء، دوام اسلام بنائے، (آمین ثم آمین)، اس لئے کہ یہ ایک بہت بڑا جہاد ہے، جس کے لائق اور مستحق اور قدردان بہت کم ہیں.

فجزاه الله تعالى خير الجزاء، وحفظه، وحرسه، ونصره، وأيده، فالحمد لله على ذلك. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ماجد مسعود سلیم رحمت اللہ.

مهتمم مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ).

٢٠/ذیقعدہ/١٤٣٥ھ.

تـــقـــدیـــم:

از: ڈاکٹر احمد بن محمد الدبیان

ڈائریکٹر جنرل اسلامک کلچرل سینٹر لندن

بسم الله الرحمن الرحيم

والصلاة والسلام على نبينا محمد، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن اتبعه إلى يوم الدين. وبعد! ......

منحرف فرقوں کے افکار، اور عقیدہ وسلوک میں گمراہ مذاہب کے بارے میں تحریر کرنا، یہ دعوت الی اللہ اور دین کے ابواب میں ایک باب ہے، نیز یہ حق کی نصرت اور اسے لوگوں میں بیان کرنے کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے، ہمارے سلف صالحین اور ائمہ سابقین رحمہم اللہ کے اسی بارے میں مختلف انداز رہے ہیں، ان میں سے بعض کا اہتمام تو ان فرقوں کے معین ابواب میں ردّ پر منحصر رہا، بعض نے ان فرقوں یا چند کی تاریخ، ان کے نطقۂ آغاز اور ان کے مشاہیر رجال پر لکھا، جبکہ بعض نے ان کے عقائد اور فکری مذاہب کے بارے میں تحریر کیا۔

قادیانی احمدی فرقہ ان فرقوں میں سے ہے، جو متأخر زمانوں کی پیداوار ہیں، اس کی تأسیس مرزا غلام احمد قادیانی (سنہ: ۱۳۲۶= ۱۹۰۸ء) کے ہاتھوں ہوئی، ہندوستان اس وقت زبوں حالی کا شکار اور انگریزی استعمار کی زیرِ حکمرانی تھا، اس فرقہ

کا وجود ہندوستان اور دیگر پڑوسی ممالک کے کمزور شخصیت کے مالک حضرات کے لئے باعثِ فتنہ رہا ہے، اس فتنہ کی سر کوبی کے لئے اس وقت کے علمائے (ہندوپاک) میدانِ عمل میں آئے، انھوں نے مرزا قادیانی سے مناظرے کیے، اسکے ردود تحریر کئے، اسکے بعد عالمِ اسلام کے بہت سے ادارے فتاوی بھی صادر کئے، ان ممالک کے اداروں نے اس منحرف فرقہ کے فتنہ بھی سے لوگوں کو متنبہ کرتے رہے، اور اس کے اسلام کے راستے سے کھلے طور پر انحراف کی تاکید کرتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ علمائے اسلام، مرزا غلام احمد کے فریضۂ جہاد، عقیدۂ ختم نبوت، حضرت مسیح بن مریم کی دوبارہ آمد جیسے موضوعات جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں، ان جیسے مسائل کے بارے میں مرزا کے افکار کی تصحیح فرماتے رہے.

اب جب اس منحرف گروہ کو کھلے طور پر تعاون حاصل ہے، یہ منحرفین اپنے مذہب کی طرف مسلسل طور پر دعوت دیتے ہیں، پھر اس فرقہ کے ماننے والوں کا وجود ہے، خصوصاً بہت سے مسلمانوں کا مغربی ممالک میں بطورِ اقلیت آباد ہو جانے والے، نیز اس دَور میں جدید ذرائع اتصالات، شوشل میڈیا، ٹیلویزن چینلز اور انفرمیشن ٹیکنالوجی کے پائے جانے نے اس امر کو لازم کر دیا ہے کہ مسلم علمائے کرام میں سے بعض حضرات ان اسلام مخالف افکار کے کھلے ابطال اور اللہ تعالی کے دین کے دفاع کی خاطر ان مسائل میں تالیف وتصنیف کے سلسلے کو جار رکھیں، یہ ان لوگوں کے لئے تو باعثِ رسوائی ہے جو کہ اسلام کی طرف اپنی نسبت کریں، مگر وہ اہلِ اسلام میں سے نہ ہوں، وہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو بھی تسلیم نہ کرتے

ہوں، نیز وہ قرآن کریم، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سنت صحیحہ کی بھی مخالفت کرتے ہوں.

اس عظیم خدمت کے لئے آج کے دَور میں ہمارے مُجیز: ڈاکٹر شیخ سعید احمد عنایت اللہ –حفظہ اللہ– مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے اپنے آپ کو پیش کر رکھا ہے، اور وہ اس خدمت کو بطریقِ احسن سرانجام دے رہے ہیں، ڈاکٹر صاحب –حفظہ اللہ– کی جدوجہد کے دو پہلو ہیں:-

اولین پہلو: یہ کہ انہوں نے اپنے خطہ کے ان مشائخ کی تحریرات کی تعریب کی ہے، جو مرزا قادیانی کی تاریخ اور اس کے مقالات کے بارے میں وسیع علم رکھتے تھے، جو اسکی سیرت اور معاشرہ سے بخوبی واقف رہے، یہ وہ امر ہے جو علمائے عرب کو میسر نہیں، انہی علماء میں سے سب سے نمایاں فضیلۃ الشیخ منظور احمد چنیوٹی ہیں، جنہوں نے اپنی کتاب "ردِّ قادیانیت کے زریں اصول" میں قادیانیت پر نہایت ہی عمدہ ردود پیش کئے.

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ نے اس کتاب کا بزبانِ عربی نہایت ہی نفیس اور مفید ترجمہ کیا ہے.

دوسرا پہلو: ڈاکٹر صاحب کی اس موضوع پر ان کی منفرد تالیف ہے، جس میں انھوں نے ان مسائل میں جدید کا استدراک کیا ہے، اور یہ کوشش کی ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں جن جن مسائل کا ذکر کیا ہے، وہ ان کی تفصیلات کا احاطہ کر سکیں، ان میں سرفہرست ان کی کتاب "مقالات مکیہ در مطالعہ قادیانیت" ہے.

اب ڈاکٹر صاحب موصوف کی یہ نئی کتاب جسکی ہم تقدیم تحریر کر رہے ہیں یہ ان کے قیمتی (لیکچرز) محاضرات کا مجموعہ ہے، جن کی تعداد "اٹھائیس" ہے، ہر محاضرہ میں مؤلف نے مرزا قادیانی کے پیش کردہ مسائل میں سے ایک ایک مسئلہ پر تحقیق کی ہے، جس میں مرزا نے لوگوں پر تلبیس کی، اور کتاب و سنت رسول اللہ کی نصوص میں تحریف کی، مؤلف نے اپنی اس تالیف کا نام "محاضرات مکیہ در مسلمات اسلامیہ" رکھا، ان محاضرات نے ان کی سابقہ جد وجہد میں مزید وضاحت در وضاحت کا کام کیا ہے، جس میں ایسی مفید تفصیلات ہیں، جن کے قادیانی شبہات کا مطالعہ کرنے والے اور ان پر ردّ کا اہتمام کرنے والے حضرات محتاج ہیں.

مؤلف: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ کی چند نمایاں علمی خصوصیات ہیں جنہوں نے اس باب میں ان کی کتب اور تالیفات کو نہایت اہم، علمی طور پر ذی وقار اور اصیل ہونے کا مقام دیا ہے، اور جو ان کے علاوہ دیگر مؤلفین میں بہت کم ہے، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں.

اولاً: وہ اردو اور عربی دونوں زبانوں سے بخوبی واقف ہیں، جس وجہ سے وہ قادیانیت کی کتب کا براہِ راست مطالعہ کر سکتے ہیں، یہ امر بہت سی ان تالیفات ورد ود میں بطورِ تقصر کے رہ جاتا ہے، جنہیں بہت سے اہلِ اخلاص حضرات نے ترجمہ شدہ مراجع یا ردود پر اعتماد کرتے ہوئے پیش کیا، جن میں کبھی نقل اور ترجمہ میں خطاء کا احتمال بھی ہو سکتا ہے.

ثانیاً: ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان اصلی مؤلفات کی طرف رجوع کیا، جو خود

مرزا غلام احمد قادیانی نے بزبان اردو تحریر کیں، یہی وہ انصاف ہے جس سے ہر مسلم عالِم کو اپنی تحریر و تقریر میں اپنے مخالف و مجادل کے ساتھ اسی وصف سے موصوف ہونا چاہئے.

ثالثاً: ڈاکٹر صاحب کی اس منحرف اور گمراہ تحریک کے بارے میں علمی اور تاریخی واقفیت کہ جس کا ان سے پہلے ان کے اساتذہ نے تعاقب کیا، اور وہ اسی خطہ کے ایسے اہلِ علم حضرات تھے، جن کا اس فیلڈ میں علم، اس کے اصول، اس کے مختلف تاریخی ادوار کے بارے میں ادراک یقیناً اس میدان میں کام کرنے والے بہت سے حضرات سے کہیں آگے ہیں.

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے یہ محاضرات (لیکچرز) بہت سی علمی امتیازی خصوصیات اور عظیم ثقاہت کے حامل ہیں، جنہیں پیش کرنے میں کبھی موضوع کی دقت اور گہری علمی تفصیلات طول کی بھی متقاضی رہی ہیں.

میں نے مغربی دنیا میں اپنے تجربہ اور اقلیات کی حیثیت سے رہنے والی سوسائٹیز، مختلف فلسفات اور فرقوں کی نشو ونما، پھر وہاں رائج مقالات، موجود شبہات اور تالیفات کا بخوبی مطالعہ کیا ہے، قادیانیت واحمدیت بھی انہی میں سے ایک ہے، میری نظر میں ان شبہات اور ان کے مسلمانوں کے مخصوص طبقہ یا عوام الناس میں پھیلنے کے اہم ترین مندرجہ ذیل اسباب ہیں.

۱- قرآن کریم اور اس سنتِ مطہرہ سے رابطہ کا کمزور ہو جانا، جو درست مصادر سے ثابت ہے، اسکے ساتھ ہی ایک جانب میں اسلامی تعلیمات میں کمی اور کمزوری ہے۔

۲- شرعی علوم کے لئے بجائے شریعت کے اصل مصادر کی طرف رجوع کرنے کے بعض مشائخ اور طرق کی شرعی علم میں تقلید پر ہی اکتفاء کرلینا۔

۳- عربی لغت سے کلی ناواقفیت یا اس میں کم علمی، جس کے سبب اگر کسی شخص کو کوئی شبہہ پیش آتا ہے، تو عربی زبان سے یا قرآن کریم سے جو کہ عربی ہی میں ہے سے عدم واقفیت کی بنا پر وہ اس کا ردّ کرنے سے عاجز رہتا ہے۔

یہی امور جن کا میں نے ذکر کیا ہے، پورے عالَم میں اسلامی تعلیمات میں کمی کے اسباب بھی ہیں، پھر یہی منحرف تحریکوں کے پھیلنے، اس کے لوگوں کے ساتھ تلبیس کرنے اور حق و باطل کو خلط کرنے کی وجوہ بھی ہیں۔

آخر میں مَیں ضروری سمجھتا ہوں، کہ شیخ ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ حفظہ اللہ کی جدّ وجہد کو خراجِ عقیدت پیش کروں، جو کہ اس فرقۂ قادیانیت کے بارے میں متخصص ہیں، انہوں نے اس کا خوب مطالعہ کیا، اس فرقہ کی علمی پونجی، اس کی کتب، اس کے دلائل اور تاریخ سے خوب واقفیت حاصل کی، علمی ردود میں تخصص کا ہونا عصرِ حاضر کے اہم تقاضوں میں سے ایک تقاضا ہے، کیونکہ آج کے دور میں فرقوں اور منحرف مذاہب کی کثرت ہو گئی، مؤلفات کی کثرت اور مراجع کے تعدد نے مختلف فرقوں یا ان میں سے اکثر کے بارے میں ایک ہی عالِم کی جامع وشامل ردود پر

مشتمل کتاب، جیسے کہ ہم گذشتہ ادوار میں "امام ابو محمد علی بن حزم ظاہری اندلسی" متوفی ۴۵۶ھ کی کتب یا" شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ "متوفی ۷۲۸ھ کی عظیم مؤلفات یا دیگر ان علماء کی -رحمہم اللہ- کی عظیم تالیفات میں دیکھتے ہیں، جنہوں نے کہ اپنا مشغلہ ہی فرقِ باطلہ کے ردود کو بنایا تھا، اس انداز سے آج مشکل ہے.

میری دعا ہے کہ حق تعالی شانہ ان قیمتی، علمی محاضرات کو ہر قاری کے لئے نافع بنائے، اور باری تعالی لکھنے والے اور تالیف کرنے والے کو عظیم ثواب اور اجر جزیل عطا فرمائے، ان کی وجہ سے ان کی حسنات کے میزانوں کو اس روز ثقیل کر دے، جس دن مال اور اولاد کام نہ آئے گی، مگر وہی جو قلبِ سلیم کے ساتھ باری تعالی کے ہاں پیش ہوا.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ڈاکٹر احمد بن محمد الدبیان

ڈائریکٹر جنرل اسلامک کلچرل سینٹر لندن.

تقریظ:

از: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبد المجید بن محمد السبیل

پروفیسر "ام القری یونیوسٹی" مکہ مکرمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي أرسل رسوله بالهدى، ودين الحق ليظهره على الدين كله، ولو كره المشركون، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم، وعلى آله، وصحبه أجمعين. وبعد! ......

امت مسلمہ ایسی قوموں اور فرقوں سے آزمائش میں مبتلا کی گئی، جو نام تو اسلام کا لیتے، مگر درحقیقت ان کی سعی اسلام کو ضرر رسانی اور اسکے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کی ہوتی، ایسے ہی فرقوں میں سے ایک فرقہ جو انیسویں عیسوی صدی میں ظہور پذیر ہوا، یہ وہ گروہ ہے، جسکا زعیم آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا، اس نے دعوئ نبوت کیا، قرآن کی تکذیب کی، اور قطعی احکامِ شرعیہ کی مخالفت کی، اللہ تعالی کی ذاتِ گرامی نے اس امت کے علمائے کرام کو اس کے ردّ کے لئے کھڑا فرما دیا، جنہوں نے اس فرقہ کی گمراہی کی خوب کھول کھول کر وضاحت کی، اور اسکے دائرۂ

اسلام سے خارج ہونے کو اچھی طرح سے بیان کیا، اس باب میں انہوں نے فتاوی بھی صادر کئے، اس فرقہ کے بارے میں عوام وخواص کو خوب تنبیہ کی، اور اس کی گمراہی کے بیان میں انہوں نے کتابیں بھی لکھیں، ان فتاوی میں سے ہی رابطۂ عالم اسلامی کے تحت "مجمع فقہی" نے ۱۳۹۴ھ میں ایک قرارداد صادر کی، جسکی نص میں ہے.

"قرّر المجلس بالإجماع اعتبار العقيدة القاديانية المسماة أيضاً بالأحمدية عقيدة خارجة عن الإسلام خروجاً كاملاً، وأن معتنقيها كفار مرتدين عن الإِسلام، وأن تظاهر أهلها بالإسلام إنما هو للتضليل والخداع، ويعلن مجلس المجمع الفقهي أنه يجب على المسلمين حكومات وعلماء وكتاب ومفكرين ودعاة وغيرهم مكافحة هذه النحلة الضالة، وأهلها في كل مكان من العالم، وبالله التوفيق".

" کمیٹی نے بالاجماع یہ فیصلہ کیاہے کہ قادیانیت جو "احمدیت" کے نام سے موسوم ہے، کا عقیدہ اسلام سے مکمل طور پر خارج عقیدہ ہے، اسکے پیروکار کفار ومرتد ہیں، اس گروہ کا اسلام کا نام لینا محض گمراہی اور دھوکہ دہی کے لئے ہے، مجمعِ فقہی کی کمیٹی یہ اعلان کرتی ہے، کہ تمام مسلمانوں کا وہ حکومتیں ہوں، یا علماء یا ادباء، مفکرین یا دعاۃ وغیرہ سبھی کا یہ واجب ہے کہ وہ اس گمراہ گروہ اور اسکے پیروکاروں پر وہ دنیامیں جہاں بھی ہوں، ردّ کریں، وباللہ التوفیق.

جیسا کہ اس فرقہ کی حقیقت کے بیان کرنے کے لئے بہت سے رسائل اور کتب بھی لکھی گئیں، انہیں میں سے ایک بیش قیمت کتاب بھی ہے، جسے میرے والدِ محترم شیخ محمد السبیل -رحمہ اللہ- امام وخطیب مسجد حرام نے تحریر فرمایا، جسکا عنوان ہے "الإيضاحات الجلية في الكشف عن حالة القاديانية"، اللہ تعالی نے آج بھی

بعض دعاۃ اور اہلِ تحقیق کو اس فرقہ کے تعاقب، اور اسکی گمراہیوں کے بیان کی توفیق بخشی ہے، جنہوں نے اس سلسلہ میں کئی کانفرنسیں اور سموپوزیم منعقد کیے، لیکچرز اور اسباق قادیانیت کی حقیقت کے بیان کرنے، اور اس کے بارے میں عوام وخواص کو متنبہ کرنے کی خاطر تیار کئے، انہیں کوششوں میں سے فضیلۃ الدکتور سعید احمد عنایت اللہ مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کی یہ جدّ جہد ہے، جسے وہ اس فرقہ کے تعاقب، اور اسکے ان افکارِ باطلہ کے ردّ میں ہے، جسے قادیانیت اپنے چینلز پر پیش کر رہی ہے.

دکتور سعید کی یہ جدّ جہد جو "ویڈیو ریکارڈنگ دعوتی محاضرات (لیکچرز) اور علمی تصنیفات کی صورت میں ہے، باوثوق شرعی دلائل سے مزیّن ہے.

میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس پر انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے، ان کی کوششوں کو بابرکت بنائے، اور سبھی کو حق تعالی اس عمل کی توفیق عطا فرمائے، جس میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہو.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

عبدالمجید بن محمد السبیل ح

یکے از ممبرانِ ھئیت تدریس "ام القری یونیورسٹی"
شعبہ قضاء اسٹڈیز.

تقـــریـــظ:

از: ڈاکٹر اسامہ بن الفضل البار

میئر عاصمہ مقدسہ (مکہ مکرمہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، سيدنا وحبيبنا محمد، وعلى آله، وصحبه أجمعين. وبعد! ......

علامہ ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ مدرس مدرسہ صولتیہ -مکہ مکرمہ- کی تالیف بسلسلہ "دین بھلائی ہے"، کی دو عظیم الشان جلدوں بنام "محاضراتِ مکیہ در مسلمات اسلامیہ" کا میں نے مطالعہ کیا، مؤلف موصوف نے اپنی اس تألیف کو ایک باطل فرقے قادیانیت یا احمدیت جو اس فرقہ کی، اسکے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف نسبت ہے کے پیروکاروں کے ردّ میں خصوصی طور پر تحریر کیا ہے.

فضیلۃ الشیخ سعید احمد عنایت اللہ اس موضوع کے متخصص ہیں، انہوں نے اپنے ان محاضرات اور اپنی دیگر تالیفات میں اسی گمراہ اور خبیث فرقے کے بارے میں پختہ ردود کو بزبان فصیح عربی جمع فرمایا ہے، جو کہ مسلم داعی حضرات کے لئے اس موضوع پر مکمل تفصیل پیش کرنے میں کافی حد تک مددگار ثابت ہوں گے.

آج اس کتاب کی نشر واشاعت کی اہمیت اس امر سے بخوبی ظاہر ہو رہی ہے، کہ اس دور میں گمراہ کن چینلز تیزی سے پھیل چکے ہیں، انہی میں سے ایک MTA قادیانی چینل بھی ہے، یہ اسی گمراہ فرقہ کا ترجمان ہے، اور عربی زبان کے علاوہ اردو اور انگریزی میں اپنی گمراہی کو پھیلا رہا ہے.

حق تعالی شانہ نے شیخ جلیل کو یہ توفیق بھی بخشی ہے کہ وہ شوشل میڈیا کے ذرائع کو بھی استعمال میں لائے، اور انھوں نے ان محاضرات کو بزبانِ عربی اور بزبانِ اردو "یوٹیوب" پر بھی نشر کر دیا ہے.

ہماری دعا ہے کہ حق تعالی شانہ کی طرف سے شیخ جلیل ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ کی ان مبارک مساعی پر جو تحریر، مشاہدہ اور سننے کی صورت میں موجود ہیں، اور وہ اس خارج از دین فرقہ کے تعاقب میں ہیں، اس پر توفیقِ الٰہی ہمیشہ ان کے شامل رہے، اور باری تعالی ان کی جدجہد کو ان کے میزان حسنات میں سے بنائے، اور اپنے ہاں شرفِ قبولیت بخشیں.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ڈاکٹر اسامہ بن الفضل البار

میئر عاصمہ مقدسہ (مکہ مکرمہ)

تــقــريــظ:

از: جناب انجینئر عبد العزیز محمد سندی

(مکہ مکرمہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، سيدنا وحبيبنا محمد، وعلى آله، وصحبه أجمعين. وبعد! ......

میں نے اس کتاب موسوم "محاضراتِ مکیہ در مسلماتِ اسلامیہ" کے مقدمہ کا مطالعہ کیا، جو ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ مدرس مدرسہ صولتیہ -مکہ مکرمہ- کی تالیف ہے، مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ موصوف نے قادیانی مذہب کا علمی انداز سے تعاقب کیا ہے، جو مندرجہ ذیل چار ٹھوس قواعد پر مبنی ہیں.

پہلا: ہمارے دین حنیف کے مسلّمات میں سے ہر ایک کی شرعی اور اسلامی توضیح وبیان، پھر اسکے ثبوت کے کتاب وسنت سے دلائل پیش کرنا.

دوسرا: اسی کا قادیانی، مخالفِ اسلام مفہوم پیش کرنا.

تیسرا: قادیانیت کی طرف سے اسلامی مسلمات کے گرد اٹھائے ہوئے شبہات

اور اباطیل کو خوب وضاحت سے ذکر کرنا.

چوتھا: ان کے وجوہِ استدلال کا ابطال، اور ان کے شبہات کا ازالہ کرنا.

اس تمام تر سعی سے ان کی غرض عام انسانیت میں سے ہر طالبِ حق کی بھلائی اور خیر خواہی ہے، اسکے ساتھ ساتھ اسلام کے حق وصواب مسلمات کو فرزندانِ ملت اسلامیہ اور آئندہ نسلوں کے قلوب میں راسخ کرنا ہے، نیز ابنائے ملتِ قادیانیت کے لئے ان حقائق کی وضاحت ہے.

فاضل مؤلف کی قابلِ قدر دوسری عظیم خدمت یہ ہے کہ انہوں نے ان تمام لیکچرز کو "یوٹیوب" میں بھی "خاتم النبیین چینل" کے نام سے پیش کر دیا ہے.

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ فاضل مؤلف کی ان مساعی کو بابرکت بنائیں، اور ان کی اس مبارک کوشش کو "اُس دن جس دن کہ مال واولاد کوئی نفع نہ دے گی، سوائے اس کے جو قلبِ سلیم لیکر اپنے رب کے ہاں پیش ہوا"، ان کے میزان حسنات میں شمار فرمائیں.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

جناب انجینئر عبد العزیز محمد سندی

(مکہ مکرمہ)

تـقـديـم:

از: فضيلة العلامة، محدث جليل، الشيخ عبد الحفيظ

ملك عبد الحق مكي حفظه الله.

امیر "انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ".

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، وعلى آله، وأصحابه أجمعين. أما بعد! ......

قادیانیت تمام علمائے اسلام کے متفقہ فیصلہ کے مطابق دائرۂ اسلام سے خارج ایک گروہ ہے، جس کے متعدد کفریہ عقائد ہیں، ان میں اہم اور سب سے بدترین، اس کا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے، جسکی طرف وحی آتی رہی.

چونکہ امتِ مسلمہ کے سلف وخلف کا ہر دَور میں اس امر پر اجماع رہا ہے، جو کہ کتاب وسنت کے کھلے، صریح اور مضبوط دلائل سے ثابت شدہ ہے، کہ ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں، اور ہر وہ شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوئے نبوت کرے، وہ اور اسکے تمام پیروکار مرتد اور کفار ہیں، ان کا ہرگز ہرگز دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں.

قادیانی گروہ کا کفر دیگر کفار جیسے کہ یہود، عیسائی اور ہندو سب سے زیادہ خطرناک، اور ان سے بڑھکر دھوکہ دہی اور مکر وفریب پر مشتمل ہے، کیونکہ ان لوگوں کا کفر تو ہر چھوٹے، بڑے عالم اور جاہل سبھی پر عیاں ہیں، برخلاف قادیانیوں اور ان جیسے دیگر گروہوں کہ، یہ لوگ اسلامی مظاہر اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے کہ لباس، عادات اور دیگر مختلف رسوم ورواج، حتی کہ ان کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں، لہذا عام مسلمان اور سادہ لوگ، بلکہ بعض اعلی اور اونچے طبقے کے وہ لوگ بھی ان سے دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں، جن میں دینی اور اسلامی ثقافت کی معلومات کی کمی ہو.

یہ قادیانی فتنہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب اور اسکے ضلع "گورداسپور" کے ایک قصبہ "قادیان" میں ظاہر ہوا، قادیانی متنبی وہیں پیدا ہوا، اور اس نے وہیں نشو ونما پائی، اور اولاً یہیں سے یہ فتنہ بر صغیر کے مختلف علاقوں میں پھیلا، جسکی برطانوی استعمار نے مختلف وسائل سے امداد کی، پھر برطانوی استعمار ہی نے اپنی مختلف نو آبادیات میں سے براعظم افریقہ، ایشیا اور امریکا میں اسکی اعانت کی، ہندوستان میں علمائے اسلام نے اس فتنہ کے ظہور کے آغاز سے ہی اسکارڈ کیا، انہوں نے اسکی گمراہی، کفر اور سیدھی راہ سے انحراف کو حجت وبرہان سے بیان کیا، اور اسکی خاطر عظیم قربانیاں بھی پیش کی.

اسی طرح علمائے اسلام اور اہل اللہ نے مختلف برطانوی نو آبادیات میں پہنچ کر، وہاں بھی اپنی جد وجہد کو صرف کیا، اور اس اندھے فتنے کی سرکوبی، حق کے اظہار اور اس فرقہ کی گمراہی اور کفر کے بیان میں قربانیاں پیش کیں، استعمار کے خاتمہ اور

اکثر اسلامی ممالک کی آزادی کے بعد ان مجاہد علماء کی کوششوں کے بہتر نتائج خوب ظاہر ہونا شروع ہوئے، اور قادیانیت کے کفر پر مختلف عدالتی فیصلے بھی صادر ہوئے، اسی طرح فتاوی بھی جاری ہوئے، مختلف فتاوی خانوں اور کئی بین الاقوامی کانفرنسز اور اعلی سطحی علمی و دینی مراکز سے فیصلہ کن قراردادیں بھی منظور کی گئی، جن میں سینکڑوں اسلامی تنظیمیں شریک عمل رہیں، ان میں سب سے اہم "رابطۂ عالمِ اسلامی" کی ۱۹۷۴ء میں منعقد علمی مجلس کی قرارداد ہے.

اسی طرح وہ فیصلہ کن قرارداد بھی جو پاکستانی پارلیمنٹ سے تمام اراکین اسمبلی کی متفقہ رائے سے قادیانیت کے کفر، اور اسکے غیر مسلم اقلیت ہونے والی قرارداد ہے.

اسکے بعد قادیانیت کا تیسرا مرحلہ، جو قادیانیت کی نشر واشاعت میں انتہائی خطرناک مرحلہ ہے، وہ آتا ہے، اور وہ یہ کہ قادیانیت نے اعدائے اسلام کے مالی، اخلاقی اور معنوی تعاون سے مختلف زبانوں میں "ٹی-وی" چیلنز کھول دیئے، (علاوہ اسکے جو وہ اپنے کفر کی اشاعت کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں).

انہوں نے آغاز تو اردو اور انگریزی زبان سے کیا، پھر ان میں بنگالی اور انڈونیشی وغیرہ دیگر زبانوں کو بھی شامل کر لیا، اور آخر میں یہ کہ قادیانیت نے چند سال قبل MTA العربیہ نامی خالص عربی زبان کا چینل بھی قائم کر لیا، جس پر وہ مسلم امت کے ساتھ انتہائی دجل اور مکر وفریب کا معاملہ کرتے ہیں، اور وہ یوں کہ وہ اپنے پروگراموں کا آغاز قرآن کریم کی دنیا کے معروف قرّاء جیسے کہ عبد الباسط عبد الصمد وغیرہ کی تلاوت سے کرتے ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف

یا ماثور دعاؤں کے مختلف پروگرام لاتے ہیں، پھر معروف مسلمان نعت خوانوں کے نعتیہ کلام پیش کرتے ہیں، پھر سیرت واخلاق وغیرہ کے موضوعات کا بیان ہوتا ہے، پھر اس کے ضمن میں وہ اپنے قادیانی عقائد وآراء اور افکار کا خبیث زہر ملاتے ہیں، نیز وہ اسلامی عقائد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک امت میں ثابت شدہ مسلمات، جنہیں امت، عہدِ صحابہ و تابعین، اتباع تابعین، ائمہ تفسیر وحدیث وفقہ اور دیگر علمائے امت سے لیکر نسلاً بعد نسل، سلف صالحین کے تمام ادَوار میں سے ہر دَور میں آج تک اختیار کئے ہوئے ہے، ان میں تشکیک پیدا کرنے کی غرض سے مذکورہ طریق کار اپنائے ہوئے ہیں.

یہ وہ خطرناک زہر ہے جسے قادیانیت اپنے عربی چینل MTA کے ذریعہ عرب ممالک میں پھیلا رہی ہے، خصوصاً ان عرب حضرات میں جنہیں اس خبیث فتنہ، اسکے دجل، اسکے مکر کا نہ علم ہے، نہ اس سے مقابلہ کا تجربہ ہے، بلکہ ان کے عام طلبہ حضرات اور حاملین معلومات بھی اس فتنے اور اسکی باطل آراء، اس کے شرعی انحرافات اور مکاریوں سے نابلد ہیں.

پھر قادیانیوں کی عادت ہے کہ وہ مغالطات وشبہات جمع کرتے ہیں، جن کے ذریعہ عوام الناس اور کم پڑھے لکھے لوگوں میں تشویش پیدا کرتے ہیں، بلکہ وہ ان علمائے اسلام کو بھی چیلنج کرتے ہیں، جنکی مسلم عوام میں اچھی شہرت ہے، اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حضرات قادیانیت کے مکر وفریب اور شبہات سے واقف نہیں.

قادیانیت یہ تمام کاروائی اس ہدف کے لئے کرتی ہے کہ وہ عوام الناس کو یہ باور کرائے کہ تمہارے یہ علماء بھی ہمارے دلائل کا ردّ نہیں کرسکتے، حالانکہ درحقیقت

وہ تو محض قادیانی مغالطات اور فریب دہ قادیانی شبہات ہوتے ہیں، جن پر الحمد للہ علمائے اسلام نے اس فتنے کے ظہور پر ہی حجت وبرہان سے ردّ بھی کر دیا تھا، اور ان کی کج روی اور گمراہی اور ان کے دلائل کا بطلان بھی پیش کر دیا تھا، ان واقعاتی احوال کے تناظر میں اس-تصنیف لطیف کی جو "محاضراتِ مکیہ در مسلماتِ اسلامیہ" کے نام سے موسوم ہے-کی افادیت واہمیت نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے، جسے فضیلۃ العلامہ ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ شیخ التفسیر والحدیث مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے ترتیب دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف علامہ جلیل مولانا الشیخ منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ جو قادیانیت کے ردّ، اسکے مکر وفریب کو عیاں کرنے اور حجت وبرہان سے اسکی بیخ کنی کرنے میں متخصص اکبر تھے، ان کے شاگردِ خاص ہیں۔

فضیلۃ الدکتور سعید احمد عنایت اللہ حفظہ اللہ بالخیرات والبرکات کی ردّ قادیانیت میں متعدد، متنوع اور مبارک علمی کاوشیں ہیں، انہوں نے ہی علامہ جلیل حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کی کتاب "ردّ قادیانیت کے ذریں اصول" کا عربی زبان میں "الأصول الذهبية في الرد على القاديانية" کے نام سے ترجمہ کیاہے، اور یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے، اہلِ علم کے ہاں اسے خوب پذیرائی بھی ملی ہے، حق تعالی شانہ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ڈاکٹر صاحب کے مختلف ممالک، جیسے کہ برطانیہ، جنوب افریقہ، انڈونیشیا اور پاکستان میں علماء اور لکھے پڑھے حضرات کے لئے ردّ قادیانیت کے میدان میں مضبوط علمی تربیتی کورسیز بھی ہوئے ہیں، ان کے یہ موجودہ محاضرات (لیکچرز) بھی

دراصل ان کے وہ لیکچرز ہی ہیں، جنہیں انہوں نے اپنے بعض طلبہ کو مکہ مکرمہ میں ردّ قادیانیت کے اصول سلجھانے کے دوران تیار کیا، کہ اپنے طلبہ کو قادیانیت کی حقیقت سے واقفیت کرائیں، انہیں قادیانیت کی اسلامی مسلمات کے گرد تحریفات وتشکیکات پھیلانے، اسکے مقررہ اہداف پر اپنے طلبہ کو مطلع کریں، ان محاضرات کے ذریعہ وہ اپنے طلبہ کو قادیانیت کے اپنے باطل عقائد کے اثبات میں جو واہی اور باطل دلائل ہیں، ان سے تعارف کرائیں، اور ان میں قادیانیت پر قوی ترین اسلوب سے ردّ کرنے کی صلاحیت پیدا کریں.

ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے مذکورہ ہدف کا اپنے مختصر مقدمہ میں نہایت خوبصورت انداز سے حکمت وموعظت حسنہ اور حجت وبرہان سے ذکر بھی کیا ہے، ہماری جماعت "انٹرنیشنل ختمِ نبوت مومنٹ" نے ان محاضرات کو ریکارڈ بھی کیا ہے، پھر افادۂ عام کی غرض سے ان محاضرات کو "یوٹیوب" پر بھی "خاتم النبیین چینل" کے عنوان سے پیش کر دیا ہے، یہ محاضرات عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں مذکورہ عنوان پر میسر ہیں، تاکہ دونوں اہلِ زبان اس بیش قیمت علمی کاوش سے مستفید ہو سکیں.

یہ حقیقت ہے کہ حق تعالی شانہ نے فضیلۃ الدکتور سعید احمد حفظہ اللہ کو قادیانیت کے ردّ کے لئے قبول فرمالیا ہے، وہ اپنا اکثر وقت انہیں مبارک کوششوں میں صرف کرتے ہیں، ان کے عقیدۂ ختمِ نبوت کے شرح وبیان میں اہتمام اور اسک عقیدہ کے مخالفین کے ردّ کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کے اوقات میں بہت برکت دے رکھی ہے، آپ انہیں متعدد اور عظیم الشان کام بہت ہی کم وقت میں سرانجام دیتے ہوئے

پائیں گے، جبکہ ویسا وقت ان سے کم اہمیت کے کاموں کے لیے بھی ناکافی ہوتا ہے، یہ اگر کسی امر کی دلیل ہو سکتی ہے، تو وہ ہے ان کا اخلاص اور عند اللہ ان کی جد وجہد کی قبولیت، یہ مولی کریم کی طرف سے ان کے لئے ایک عاجل خوش خبری بھی ہے، اسی ذات جل جلالہ کے لئے ہر طرح کی حمد، اور اسی کے لئے تمام شکر ہیں.

ڈاکٹر سعید صاحب کی تصنیف "محاضراتِ مکیہ در مسلماتِ اسلامیہ" کے لئے چار اہم اسلامی شخصیات نے تقدیم و تقریظات بھی تحریر کی ہیں، اور وہ حضرات ان محاضرات مکیہ کی دینی اہمیت اور قدر و منزلت سے واقف بھی ہیں.

نیز وہ اس دَور میں جس سے امت مسلمہ گذر رہی ہے، کہ اندھے فتنے نے رات کے اندھیرے کی طرح ہر جانب سے اُمت کو گھیرے ہوئے ہیں، اس کا بھی بخوبی ادراک رکھتے ہیں، حق تعالی شانہ ان حضرات کو بھی اپنی طرف سے بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں، اور وہ ہیں—

۱- معالی الدكتور/ عبد الله بن عبد المحسن تركى، سیکریٹری جنرل "رابطۂ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ.

۲- فضيلة الشيخ الدكتور/ عبد العزيز بن عبد الله العمار، سیکریٹری وزارتِ شؤون اسلامیہ -سعودیہ عربیہ-.

۳- سماحة الشيخ/ أبو القاسم النعماني، ناظم جامعہ اسلامیہ دار العلوم دیوبند.

۴- فضيلة العلامة الشيخ/ ماجد مسعود سليم رحمت الله، ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ.

٥- الدكتور/ أحمد بن محمد الدبيان، ڈائریکٹر جنرل اسلامک کلچرل سینٹر لندن.

٦- فضيلة الشيخ الدكتور/ عبد المجيد بن محمد السبيل، پروفیسر ام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ.

٧- الدكتور/ أسامة بن الفضل البار، میئر عاصمہ مقدسہ (مکہ مکرمہ).

٨- المهندس/ عبد العزيز محمد سندي، (مکہ مکرمہ).

ہم باری تعالی سے امید کرتے ہیں کہ ان سبھی حضرات کی -کلمۃ اللہ کی سربلندی، حق کی نصرت، باطل کی بیخ کنی اور قادیانیت جو عقیدۂ ختم نبوت، اور دیگر اسلامی حقہ عقائد کے مخالف ایک گروہ ہے- کے ردّ میں کی گئی تمام جدّ وجہد کو قبول ومنظور فرمائیں، اور ان کوششوں کو اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے رشد وہدایت کے پھیلنے، حق کے نور اور انوارِ ختم نبوت کے پوری دنیامیں چمکنے دھمکنے کا ذریعہ بنادیں.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

عبدالحفیظ ملک عبدالحق مکی

امیر "انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ".

مقدمہ از مؤلف:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! ......

یہ چند محاضرات ان اہم دینی مسلمات میں ہیں، جو امتِ مسلمہ کے درمیان اس کے عہدِ اول سے تا حال مسلسل طور پر سلف سے خلف میں منتقل ہوتے آرہے ہیں، اور اسی طرح "ان شاء اللہ" تا قیامت رہیں گے، یہ بات اپنی جگہ باعثِ تعجب بھی معلوم ہوتی ہے، کہ متواتر طور پر ثابت شدہ دینی مسلمات پر ہم گفتگو کریں، خصوصًا بزبانِ عربی (یاد رہے کہ اصل محاضرات تو عربی زبان میں ہی ہیں، یہ ان کا اردو ترجمہ ہے) اور پھر عرب مخاطبین کے مابین، یا اسلامی سوسائٹیز میں، مگر ہماری بزبانِ عربی اس کاوش کا داعیہ ایک انتہائی پُر خطر صورتِ حال ہے، اور وہ یوں کہ امتِ مسلمہ کے ان ثابت شدہ مسلمات پر قادیانیت کی طرف سے، اس کے متکلمین وہ عرب ہوں، یا غیر عرب اپنے الیکٹرانک میڈیا پر انتہائی دیدہ دلیری سے نہ صرف جارحانہ ہجوم کرتے ہیں، بلکہ ان پر اپنے بے بنیاد اعتراضات اور اشکالات پیش کرتے ہیں، نیز وہ امتِ مسلمہ کے ان مسلمات کے ابطال پر پوری ہمت صرف کر رہے ہیں، وہ اپنے ذرائع ابلاغِ عامہ کے بند کنٹرول رومز میں بیٹھ کر بہت دُور سے ہمارے عقائد پر مسلسل جارحیت سے حملہ کرتے ہوئے عوام کے افکار کو ملوث کرنے کی کوشش، اور دین کے مسلمات کے بارے ان میں تشکیک کی سعی کر رہے ہیں، ان کی یہ جد وجہد کم علم مخاطبین کے لئے جو اپنی ناکافی دینی سمجھ بوجھ کی وجہ سے

قادیانیت کے مسموم افکار کے ردّ کی ہمت نہیں رکھتے، باعثِ تشویش بنتی ہیں، اور اہل علم کے لئے باعثِ تفکیر و تأمل.

اگرچہ قادیانیت کی یہ کوشش اس کی تأسیس کے دن سے ہی جاری رہی ہے، مگر ابلاغِ عامہ کے جدید ذرائع خصوصًا الیکٹرانک میڈیا جس نے اہلِ خیر اور اہلِ شر ہر ایک کے لئے اپنے افکار کو پھیلانے کے لئے بہت سہولیات فراہم کی ہیں، قادیانیت نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا، اس نے "**MTA**" کے نام سے پہلے تو ایشیائی پھر مغربی اور آخر میں عربی زبان میں چوبیس گھنٹہ چلنے والے **"ٹی – وی"** اسٹیشن قائم کیے ہوئے ہیں.

پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ اور معروف قادیانی "سر ظفر اللہ خان" کے دورِ وزارت میں بیرونی ممالک وزارتِ خارجہ کے دفاتر کے قادیانی رکن قادیانیت کی نشرواشاعت میں کافی فعال رہے ہیں، **فلسطین**، **اُردن** اور **مصر** کے بعض عرب بھی قادیانیت میں داخل ہو گئے، انہیں کی اولاد یا تلامذہ آج عربی زبان میں عربی لباس میں ملبوس ہو کر قادیانیت کے کھلے داعی بنے ہوئے ہیں، اور وہ "**MTA**" کے عربی سیکشن کو چلا رہے ہیں، وہ کھلے عام اس امر کا اعلان کرتے ہیں، کہ مسلمانوں کے عقائد تقلیدی اور قادیانیت کے عقائد تحقیقی ہیں، تحقیق کے پر کشش نام سے قادیانیت نے ہر قدیم کو موردِ طعن ٹھہرایا، اور اپنی تجدیدات کو جو در اصل قادیانی تحریفات ہیں، انہیں اپنے **"ٹی – وی"** چینلز کے علاوہ **نیٹ** ، **ٹیوٹر** اور دیگر ذرائع اتصالات اور نقلِ معلومات کے ذرائع پر پوری آزادی سے پھیلانے کی کوشش میں مصروف ہیں.

قادیانیت نے نبیٔ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت، وحیٔ ربانی کے سلسلہ کے انقطاع حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات، ان کے "رفع" اور "نزول" حضراتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے معجزات، ان سب امور کا نہ صرف انکار کیا، بلکہ کتاب وسنت کی وہ

نصوص جو ان امور کے ثبوت پر کھلے اور قطعی دلائل ہیں، ان میں تأویلات کر کے نئے مفاہیم اور مدلولات پیش کیے ہیں.

الحمد للہ برِ صغیر پاک وہند اور بنگلادیش میں ہمارے علماء کرام نے اپنی بے پناہ جد وجہد اور اجماعی کوششوں سے قادیانیت کی حقیقت کو مسلم عوام وخواص اور دیگر انسانیت پر آشکارا کر دیا، اور مسلم ممالک نے بالاجماع اسے دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا، پھر جب قادیانیت نے اپنے جدید ابلاغِ عامہ کے ذریعہ عرب دنیا کا رخ کیا، تو یہ عرب حضرات عقائد میں اپنی معروف پختگی کی بنا پر اس باطل فرقہ کی حقیقت اور اس کے بانی کی تاریخ اور اسکے اہداف سے خاطر خواہ واقف نہ تھے، تو ہمارے احباب بہت فکر مند ہوئے، کہ اپنے ان عرب برادران کو بھی ملتِ قادیانیت کی حقیقت، اس کے اہداف، قرآن وسنت میں اس کی تحریفات اور اس کے اسالیب پر مطلع کیا جائے.

علاوہ ازیں ہمارے بعض عرب اہلِ علم نے "**MTA العربیہ**" کے وہ پروگرام دیکھے، جن میں قادیانیت کی طرف سے اسلامی مسلمات پر جارحانہ ہجوم کے علاوہ ان کی جگہ جدید باطل نظریات کا پرچار تھا، تو انھوں نے بڑی اضطرابی کیفیت میں بندہ سے رابطہ کیا، میں تو روزِ اول سے ہی قادیانیت کے عربی میڈیا کے ضرر رساں، پر خطر اثرات کو محسوس کر رہا تھا، ان میں سے بعض کی رائے تو یہ تھی کہ میں بعض معروف عرب چینلز پر بزبانِ عربی اسلامی مسلمات کے تحفظ وتثبیت، اور قادیانی اشکالات واوہام کا رد پیش کروں، جبکہ میری رائے یہ رہی کہ ہم اپنے نوجوان فضلاء کو مستقل طور پر محاضرات کی شکل میں ان موضوعات پر آگہی پیش کریں، تاکہ یہ حضرات اپنے اپنے ممالک میں، اور اپنی اپنی زبان میں حمایتِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ تادمِ حیات سرانجام دیتے رہیں، اور یہی فکر اپنی آئندہ کی نسلوں میں بھی منتقل کریں، لہذا ہم نے اس مبارک سلسلۂ

محاضرات کا آغاز کر دیا.

نیز ہم نے ان محاضرات کو تحریر میں لا کر کتابی شکل میں بھی پیش کر دیا، اور "**قناۃ خاتم النبیین**"یا "**knc786**" کے نام سے عمومی فائدہ کے لیے "**یوٹیوب**" پر بھی ڈال دیا، ہماری اس کوشش اور دیگر مساعی سے ہماری غرض صرف انسانیت کی بھلائی ہے، اسی لئے ہم نے اپنے تمام سلسلہ کو "دین بھلائی ہے" کے عنوان سے معنون کیا ہے، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، اور نبیٔ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کا ارشادِ گرامی ہے "الدين النصيحة" دین تو بھلائی ہی ہے، اسی جذبہ کے پیشِ نظر ہم نے اپنے محاضرات کے جملہ موضوعات کو علمی و تحقیقی شکل میں ناصحانہ انداز میں پیش کیا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ حق تمام انسانیت کا مشترکہ سرمایہ ہے، ہماری ابنائے ملتِ قادیانیت سے خصوصی گذارش ہے کہ وہ اس امر کو خوب سمجھ لیں کہ کتاب و سنت کی نصوص جو دین میں مرجعیت کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے وہ معانی، مفاہیم اور مدلولات جو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیئے ہیں، ایمان صرف نصوصِ شارع کو ان کے مفاہیم و مطالب کے ساتھ صدقِ دل سے قبول کرنے ہی کا نام ہے، اگر کوئی شخص نصِ شرعی کو ماننے کا اقرار کرتا ہے، مگر اس کا شرعی مفہوم اسے قبول نہیں، تو شارع حکیم کو اس کا اقرار بھی نامنظور ہے، لہذا ہماری بنی نوع بشر سے عموماً اور ابنائے ملتِ قادیانیت سے خصوصاً استدعا ہے کہ وہ ان محاضرات کا برائے طلب حق وصواب بلا تعصب مطالعہ کریں، تو "انشاء اللہ" (سبیلِ ہُدی) میسر رہے گی.

ہم نے ان محاضرات کی تیاری میں مندرجہ ذیل منہج کو اختیار کیا ہے.

اولاً: اسلامی مسلمات کا شرعی مفہوم، کتاب و سنت کی نصوص، اور مسلم مفسرین کی تفسیرات اور ثقات اہلِ علم کی شروحات سے ان کے ثبوت کے اسالیب کا بیان.

ثانیاً: امتِ مسلمہ کے بر خلاف ان کے قادیانی مفاہیم اور قادیانیت کے اسالیبِ استدلال، اور ان کے علمی و شرعی اور لغوی ردد و.

ثالثاً: اسلامی مسلمات کے گرد و پیش قادیانیت کے اشکالات و شبہات کا بیان.

رابعاً: احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی خاطر قادیانیت کے شبہات کا علمی و شرعی اسالیب سے ازالہ.

میں اُن اہلِ علم و رجالِ فکر کا شکر گذار ہوں، جنہوں نے اپنی قیمتی تقدیمات و تقریظات سے ان محاضرات کو مزیّن فرمایا، اور وہ ہیں:

۱- معالی الدکتور/ عبد الله بن عبد المحسن ترکی، سیکریٹری جنرل "رابطۂ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ.

۲- فضيلة الشيخ الدكتور/ عبد العزيز بن عبد الله العمار، سیکریٹری وزارتِ شؤون اسلامیہ -سعودیہ عربیہ-.

۳- سماحة الشيخ/ أبو القاسم النعماني، ناظم جامعہ اسلامیہ دار العلوم دیوبند.

۴- فضيلة العلامة الشيخ/ ماجد مسعود سليم رحمت الله، ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ.

۵- الدكتور/ أحمد بن محمد الدبيان، ڈائریکٹر جنرل اسلامک کلچرل سینٹر لندن.

۶- فضيلة الشيخ الدكتور/ عبد المجيد بن محمد السبيل، پروفیسر ام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ.

۷- الدكتور/ أسامة بن الفضل البار، میئر عاصمہ مقدسہ (مکہ مکرمہ).

٨- المهندس/ عبد العزيز محمد سندي، (مکہ مکرمہ).

٩- فضيلة العلامة، المحدث الجليل، الشيخ عبد الحفيظ ملك عبد الحق مكي، امیر "انٹر نیشنل ختمِ نبوت موومنٹ".

حق تعالی شانہ ان سبھی حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں. (آمین).

اور اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس جد وجہد کو اپنی ذاتِ عالی کے لیے خالص بناتے ہوئے، اسے قبول ومنظور فرمائے، اور اسے ابنائے ملت اسلامیہ کے لئے استقامت کا ذریعہ بنائے، نیز وہ ہادی جلّ وعلا ابنائے ملتِ قادیانیت پر "سبیل ہدی" کو کھول دے، اور وہ پھر سے امتِ مسلمہ کے وجود کا حصہ بن جائے، جس سے وہ کسی وجہ سے جدا ہوئے تھے، اللہ تعالی سے قبولیت کی دعا کے ساتھ ان سطور کو ختم کرتا ہوں، وہی ذاتِ گرامی ہے جس کا ارشادِ عالی ہے: ﴿ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَوْلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّٰغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ ٱلنُّورِ إِلَى ٱلظُّلُمَٰتِۗ﴾ [بقرة:٢٥٧].

وصلى الله وسلّم على سيد الرسل وخاتم النبين، وعلى آله وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

کتبہ:

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ.

مدرس مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ).

(پہلا محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی ایک اولی العزم نبی جو نبی خاتم ﷺ کی امت کے ایک فرد بھی ہیں

اور

مختلف انسانی گروہوں کے ان کے متعلق اعتقادات"

پہلے محاضرہ کا خلاصہ:

۱) یہ باری تعالی جل مجدہ کی حکمتِ بالغہ ہے کہ اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بعض خصوصیات کے ساتھ سر فراز فرمایا.

۲) قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ کی عظمتِ شخصیت کا خصوصی اہتمام سے ذکر فرمایا.

۳) امتِ مسلمہ کے بعض بد خواہ مسلم امت میں مایوسی پیدا کرنے کی خاطر حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع ونزول، اور ان کی حیات کے منکر ہیں.

۴) اللہ تعالی نے ان کو اپنے انبیاء میں سے اس امر کے لئے منتخب فرمایا، کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ کی امت کے ایک فرد بھی ہوں.

۵) حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں مختلف انسانی گروہوں کے مختلف اعتقادات ہیں.

۶) قرآن کریم حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والوں کے ما بین فیصل حق ہے.

۷) قرآن کریم نے ان گروہوں کے مابین موجود باطل عقائد کا صراحتاً ردّ فرمایا ہے.

۸) اگر قرآن کریم حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع ونزول پر صرف سکوت اختیار کرتا، تو یہ ان کے ثبوت کی کافی وشافی دلیل ہوتی.

۹) قرآن حکیم اور سنت نبوی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات، وان کے رفع، اور ان کے نزول کے بارے میں ان امور حقہ ہونا واضح فرمایا ہے، جس کا بیان اپنے اپنے موقع پر ہو گا.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد........

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

﴿ قَالَ إِنِّي عَبْدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِيَ ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ
وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّۢا بِوَٰلِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾
وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ ٱلْحَقِّ
ٱلَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ سُبْحَٰنَهُۥٓ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن
فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَٱخْتَلَفَ ٱلْأَحْزَابُ مِنۢ بَيْنِهِمْ
فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ ﴾ {مريم: ٣٠-٣٧}.

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "**دین بھلائی ہے**" اسی سلسلہ کا یہ "**پہلا محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے: "**حضرت عیسی علیہ السلام کی ذات گرامی ایک اولی العزم نبی، جو نبی آخر الزماں ﷺ کی امت کے ایک فرد بھی ہیں، (وہ ایسے امتی نہیں جنھوں نے نبوت کا درجہ آنحضرت ﷺ کے بعد پایا ہے)، نیز حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں مختلف جماعتوں کے اعتقادات**".

اہم تمہید:

یہ اللہ تعالی کی حکمتِ بالغہ ہے کہ اس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے درمیان

سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس امر کے لئے اختیار فرمایا ہے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے امتی ہوں اور وہ آسمان سے نزول کے بعد نبی خاتم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت خاتم الشرائع کی پیروی کریں اور اسکے اعلاء کی سعی فرمائیں. قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کا بہت خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، قرآن کریم نے مختلف مقامات پر ان کے خصوصی اوصاف ذکر کئے ، اسی طرح جناب نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی احادیثِ مبارکہ میں خاص اہتمام کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان احوال کے بارے میں آپ ﷺ کی احادیث صحیحہ حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، جن میں کسی کے لئے بھی کسی شک یا اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی.

قرآن کریم کی سورۃ "مریم" کی آیت نمبر ۳۰ سے ۳۷ تک جو خطبہ محاضرہ میں تلاوت کی گئی ہیں ان میں اس تفصیل کا بیان جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارے میں معجزانہ طور پر گفتگو فرمارہے تھے، اور وہ اپنے مکمل تعارف اور شخصیت کے بارے میں یوں کہہ رہے تھے:

"﴿ قَالَ إِنِّي عَبْدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِيَ ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّۢا بِوَٰلِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذَٰلِكَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ ٱلْحَقِّ ٱلَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن يَتَّخِذَ مِن وَلَدٍ ۖ سُبْحَٰنَهُۥٓ ۚ إِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ ٱللَّهَ رَبِّي

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٣٧﴾ ﴾ {مريم: ٣٠-٣٧}.

ترجمہ: "انہوں نے فرمایا! یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی، اور مجھے نبی بنایا اور مجھے برکت والا بنایا، میں جہاں کہیں بھی ہوں، اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں، اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا، اور اس نے مجھے سرکش نہیں بنایا، اور مجھ پر سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز وفات پاؤں گا، اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا، اس تعارفِ عیسی بزبانِ عیسی کے بعد حق تعالی نے فرمایا یہ ہیں عیسی ابن مریم سچی بات (کہہ رہا ہوں) جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں، اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد اختیار کرے، وہ پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے، تو بس اس کو کہہ دیتا ہے، ہو جا وہ ہو جاتا ہے، نیز انہوں نے رب تعالی کے بارے میں فرمایا، اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، تو اس کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے، سو مختلف گروہوں نے (اس بارے میں) باہم اختلاف کیا سو اِن کافروں کے لئے ایک بڑے دن کی آنے سے بڑی خرابی ہے". (مریم: ۳۰-۳۷).

یہ بھی یاد رہے کہ جن لوگوں نے اس عظیم الشان نبیؑ اللہ کے بارے میں طعنہ زنی کی، تو اللہ تعالی نے ان پر اپنے غضب کے اظہار کے طور پر سورہ نساء آیت "۱۵۵" تا "۱۵۸" میں یوں فرمایا:

"﴿ فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَٰقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَقَتْلِهِمُ ٱلْأَنۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌۢ ۚ بَلْ طَبَعَ ٱللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥٥﴾ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَٰنًا عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ ﴾ {النساء: ١٥٥-١٥٨}.

ترجمہ: "سو (ہم نے ان کو سزا میں مبتلا کیا) ان کی عہد شکنی کی وجہ سے، اور ان کے اللہ کی آیات کے کفر کی وجہ سے، اور ان کے انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے، اور ان کے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب پردہ میں ہیں، بلکہ اللہ تعالی نے ان کے کفر کے سبب ان (قلوب) پر بندش لگا دی، سو ان میں سے بہت قلیل ایمان لائیں گے، اور ان کے کفر کی وجہ سے، اور حضرت مریم (علیہا السلام) پر بھاری بہتان باندھنے کی وجہ سے، اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا، جو کہ اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ انھوں نے نہ ان کو قتل کیا، اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کے لئے مشابہت کر دی گئی، اور جو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ غلط خیالی میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اور یقیناً بات ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ انہیں تو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھا لیا، اور اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں. {نساء:١٥٥-١٥٨}.

خوب یاد رہے کہ ان آیات میں اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق بعض گروہوں کے اعتقادات کا ذکر فرمایا، پھر ان میں سے کچھ امور پر ردّ

فرمایا، اور بتایا کہ ان کے یہی باطل اعتقادات ان پر غضب الٰہی کا مُوجِب بنے.

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالی نے ان کے کچھ عظیم مواقف اور خصائص کا ذکر سورہ "**زخرف**" میں اسطرح فرمایا:

"﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ٱبْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوٓا۟ ءَأَٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًۢا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾﴾ {الزخرف: ٥٧-٦١}.

ترجمہ: اور جب عیسی ابن مریم کے بارے میں مضمون بیان کیا گیا، تو آپ کی قوم کے لوگ خوشی کے مارے چلانے لگے، اور معترض بن کر یوں کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسی؟ ان لوگوں نے محض جھگڑنے کی غرض سے ایسا کہا، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو، رہے حضرت عیسی علیہ السلام تو وہ ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل فرمایا، اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے ہم نے ایک نمونہ بنایا، اور اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو پیدا کر دیتے، کہ وہی زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے، اور وہ یقیناً (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) قیامت کی یقینی نشانیوں میں سے ہیں، تو تم اس امر کے بارے میں شک مت کرو، اور تم لوگ میرا اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے. {زخرف:۵۷-۶۱}.

یہ بھی غور و تأمل کا مقام ہے کہ ان آیات کے شروع میں اللہ تعالی نے صراحت کے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام کے نام نامی کا ذکر فرمایا ہے، اور ان

آیات کے آخر میں حضرت عیسی علیہ السلام کو قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا، اور اہلِ ایمان کو تاکیدی طور پر یہ بات بتادی کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے بارے میں شک وشبہ نہ کریں.

اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات، اور ان کی دیگر خصوصیات، نیز حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ محترمہ پر بھی اللہ تعالی کے خصوصی انعامات کو قرآن کریم نے ذکر فرمایاہے، سورہ "مائدہ" میں ہے:

"﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ٱذْكُرْ نِعْمَتِى عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَٰلِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ ٱلْقُدُسِ تُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِى ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ ٱلطِّينِ كَهَيْـَٔةِ ٱلطَّيْرِ بِإِذْنِى فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًۢا بِإِذْنِى ۖ وَتُبْرِئُ ٱلْأَكْمَهَ وَٱلْأَبْرَصَ بِإِذْنِى ۖ وَإِذْ تُخْرِجُ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِى ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ {المائدہ: ۱۱۰}.

ترجمہ: "جب اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے کہ اے عیسی ابن مریم تم اپنے اوپر میری خصوصی نعمت کو یاد کرو، جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کی ہے، جب کہ میں نے تمہاری روح القدس سے تائید فرمائی، تم لوگوں سے گود میں کلام کرتے تھے، اور بڑی عمر میں بھی کروگے، اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی، اور تورات وانجیل کی بھی تعلیم دی، اور جب کہ تم مٹی سے میرے حکم سے ایک شکل بناتے تھے، جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے، پھر تم میرے حکم سے اس میں پھونکتے تھے، تو وہ میرے حکم

سے پرندہ بن جاتا، اور تم میرے حکم سے کوڑی اور برص والوں کو شفایاب کرتے تھے، اور جب کہ تم میرے حکم سے مردوں کو نکال کے کھڑا کر لیتے تھے، اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا، جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، پھر ان میں جو کافر ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ شخص سوائے کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں". {مائدہ: ۱۱۰}.

یاد رہے کہ قرآن حکیم کی ان آیات میں حضرت عیسی علیہ السلام کے ان عظیم معجزوں کی طرف اشارہ ہے، جن کے ذریعہ اللہ تعالی نے اپنے فیصلے کے مطابق ان کو عزت وتکریم عطا فرمائی، ان معجزوں کا تذکرہ احادیث رسول ﷺ میں بھی ہے، لوگ ان کو مانیں یا نہ مانیں، ان کو پسند کریں یا نہ کریں، کیوں کہ اللہ تعالی اپنی حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے کئے ہوئے پر اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے.

ہم اس محاضرہ میں اللہ کے اس اولی العزم پیغمبر علیہ السلام کی مکرم شخصیت پر قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق روشنی ڈالیں گے، نیز ہم انسانوں کے چار گروہوں کے مابین حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں جو اختلاف ہے، اسے بھی بیان کریں گے، **اور وہ چار جماعتیں مندرجہ ذیل ہیں:**

(۱) امتِ مسلمہ، (۲) نصاری، (۳) یہودی، (۴) اور قادیانی:

قادیانی جماعت یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہیں، جو نبوت ومہدیت کے ساتھ ساتھ مسیح موعود ہونے کا بھی دعویدار رہا ہے، قادیانی لوگ اسکی نبوت پر ایمان لانے کے باوجود امت مسلمہ میں سے بھی ہونے کا دعوی کرتے ہیں. قادیانی

جماعت حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں امت مسلمہ سے مکمل طور پر اختلاف رکھتے ہیں، اسی طرح وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں سے بھی اختلاف رکھتے ہیں، ہاں وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں کے بعض اعتقادات سے موافقت کرتے ہیں، بلکہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ پر طعنہ زنی کرنے اور ان کے معجزات کے انکار میں یہودیت سے بھی چند قدم آگے ہیں.

ہم ان شاء اللہ ان جماعتوں کے اختلاف کو ذکر کرنے کے بعد حق اور سچ کا انکار کرنے والوں کی ہر تحریف سے حق کا تحفظ کریں گے، اور حق کو مضبوط اور قوی دلائل کے ذریعہ ثابت بھی کریں گے.

ہماری ان تمام کاوش سے ہمارا مقصد تمام انسانوں کی خیر خواہی ہے، اسی امر کی ہمیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: **"الدین النصیحۃ"** کہ دین خیر خواہی ہی کا نام ہے.

اب ہم حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں مذکورہ گروہوں کے اعتقادات کو بیان کرتے ہیں.

پہلا گروہ "امتِ مسلمہ":

۱- امت مسلمہ کا ایمان ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ تعالی کی حکمت و حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے ہاں بغیر باپ کے پیدا ہوئے، جیسا کہ قرآن کریم نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے آنے والے فرشتہ

نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا تھا، اللہ تعالی کا ارشادِ گرامی: ﴿ قَالَ إِنَّمَآ أَنَا۠ رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَٰمًا زَكِيًّا ﴾ {مریم: ١٩}.

ترجمہ: اس (فرشتے) نے کہا میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں. {مریم:١٩}.

٢- یقیناً عیسی ابن مریم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ تعالی کا بزبان عیسی یوں ارشاد ہے: ﴿ قَالَ إِنِّي عَبۡدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِيَ ٱلۡكِتَٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴾ {مریم: ٣٠}.

ترجمہ: اس نے کہا کہ یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی، اور مجھے نبی بنایا، لہذا وہ عصمتِ انبیاء کے مطابق اللہ تعالی کے برگزیدہ معصوم نبی ہیں، ان کو حق تعالی نے بہت سے معجزات عطا فرمائے، جن میں سے آپ کا ولادت کے وقت بات چیت کرنا، اور ان کا دوبارہ اترنے کے وقت بڑھاپے میں بات کرنا ہے، نیز آپ کا پرندوں کو بنانا، اور کوڑی اور برص والوں کا علاج کر کے انہیں شفایاب کرنا، انکی توفی، ان کا رفع اور نزول ہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالی کی حکمت کے عین موافق ہوا لہذا جو شخص حضرت عیسی علیہ السلام کی شخصیت، اور ان کی خصوصیات کو جھٹلائے، یا ان کے معجزات کا انکار کرے، یا ان کے اوران کی والدہ محترمہ کے بارے میں طعنہ زنی کرے، اور ان کی عظمت اور مقام کا اعتراف نہ کرے، تو سمجھ لیجئے ایسا آدمی اللہ اور اس کے رسول کی ہی تکذیب کر رہا ہے.

۳- بے شک وہ برکت والے ہیں جہاں بھی ہوں، ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ {مریم: ٣١}.

ترجمہ: اور مجھ کو برکت والا بنایا، میں جہاں کہیں بھی ہوں، اور اس نے مجھ کو نماز اور روزے کا حکم دیا جب تک میں دنیا میں زندہ رہوں. {مریم:٣١}.

۴- حضرت عیسی علیہ السلام سرکش اور بدبخت نہیں ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴾ {مریم: ٣٢}.

ترجمہ: اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا، اور اس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا. {مریم:٣٢}.

۵- ان پر اللہ تعالی کی طرف سے سلامتی ہے پیدائش سے وفات تک، اور دوبارہ اٹھائے جانے تک، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴾ {مریم: ٣٣}.

ترجمہ: اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے، جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز رحلت کروں گا، اور جس روز (قیامت میں) زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا. {مریم:٣٣}.

٦- نہ ان کو قتل کیا گیا، اور نہ ان کے دشمنوں اور یہودیوں کے ہاتھوں انہیں سولی پر چڑھایا گیا، یہی قرآن کریم کی خبر ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ {النساء: ١٥٧}.

ترجمہ: اور نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ انھوں نے اسے سولی پر چڑھایا.

٧- بلکہ ان کو زندہ ہی آسمان پر اٹھالیا گیا، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ﴾ {النساء: ١٥٨}.

ترجمہ: بلکہ اللہ تعالی نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا، اور ان کا اٹھایا جانا اس غالب حکمت والے کی قدرت سے باہر نہیں ہے.

اللہ تعالی نے اپنی ذات کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ {النساء: ١٥٨}. (اور اللہ تعالی زبردست ہے، اور حکمت والا ہے).

٨- اور یقیناً حضرت عیسی علیہ السلام پھر سے آسمان سے اتریں گے، ارشاد ربانی ہے: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ {الزخرف: ٦١}.

٩- ترجمہ: اور یقیناً وہ (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں، تو تم لوگ اس امر (کی صحت) میں شک مت کرو، اور تم لوگ میرا اتباع کرو، یہ سیدھا راستہ ہے. {زخرف:٦١}.

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ضرور تمہارے اندر ضرور عیسی ابن مریم اُتریں گے، لہذا امت مسلمہ اس بات پر یقین رکھتی ہے، کہ اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھوں پر اسلام کو غلبہ عطا فرمائیگا، اگرچہ وہ اسرائیلی ہیں، ہم تو اللہ کے رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے، نیز ہم اللہ تعالی کی قضاوقدر کو تسلیم کرتے ہیں، اور اللہ تعالی کی اس حکمت بالغہ پر یقین رکھتے ہیں، کہ اس نے انہیں مذکور امر کے لیے مقرر فرمایا دیا،

حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھ پر اس کام کو پورا کرنا یہ حکمت ربّانی ہے، جو امت محمدیہ کے خیر امت ہونے اور نبی آخر الزماں ﷺ کی فضیلت کے منافی نہیں، بلکہ یہ محض قادیانی پروپیگنڈہ ہے، جسے وہ آج کل اپنے ابلاغ عامہ کے ذرائع پر خوب زور وشور سے کرتے ہیں، ہم نے اپنے عربی ریکارڈ شدہ لیکچر میں ناظرین کو قادیانی مبلغین کی زبانی انکے ان نظریات کو سنوایا ہے، کیونکہ قادیانیت کا مقصد قوموں کے درمیان نفرتوں کو فروغ دینا، اور اللہ تعالی کے نبیوں کے مابین تفریق پیدا کرنا ہے، ہم حضرت عیسی علیہ السلام کی عظمت کو کیونکر تسلیم نہ کریں؟ اللہ تعالی جلّ جلالہ نے قرآن حکیم میں ان کے بارے میں یہ خبر دی ہے: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {النساء: ١٥٩}.

ترجمہ: اور کوئی بھی شخص اہل کتاب میں سے ایسا نہیں، مگر وہ انکی موت سے پہلے ضرور بہ ضرور حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لے آئے گا، اور قیامت کے روز وہ (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) ان پر گواہ ہوں گے. {نساء:١٥٩}.

١٠- حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" یہ بھی ان پر اللہ تعالی کی خاص نعمتوں میں سے ہے، جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۖ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴾ {آل عمران: ٥٥}.

ترجمہ: جب اللہ تعالی نے فرمایا اے عیسی یقیناً میں تمہیں پورا پورا لینے والا ہوں، اور میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں، جو منکر ہیں، اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں، ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ (تمہارے) منکر ہیں روزِ قیامت تک، پھر میری طرف ہی تمہاری واپسی ہو گی، سو میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے. **{آل عمران:۵۵}**.

۱۱- وہ ایسے نبی ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے درمیان سے نبی آخر الزماں ﷺ کے امتی ہونے کے لیے منتخب فرمالیا، کہ جب وہ نازل ہوں گے تو نبئ خاتم کی لائی ہوئی خاتم الشرائع کی پیروی کرنے والے ہوں، اور اسی کے غلبہ کے لئے کوشاں ہوں، اور وہ اللہ تعالی کے ایسے نبی ہیں کہ جنھوں نے امت کے طبقہ سے ترقی کرکے تدریجاً نبوت کا منصب نہیں پایا، بلکہ اللہ تعالی کے انتخاب کی وجہ سے وہ نبی ہیں، وہ اپنی کوشش اور محنت وریاضت سے نبی نہیں بنے، تو حضرت عیسی علیہ السلام نبئ امتی ہیں، نہ کہ امتی نبی، جیسا کہ قادیانیت کا بانی دعوی کرتا ہے، کہ وہ امتی نبی ہے، یعنی امت سے ترقی کرکے نبوت کے مقام تک پہنچا ہے، یہ امر آسمانی شرائع کے سراسر منافی ہے.

یہ ہے امت مسلمہ کا حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ، جو قرآن

کریم کی واضح آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے، رہے اس کے علاوہ دیگر عقائد، جو آیات ربّانیہ اور احادیث نبویہ کے خلاف ہوں، امت کے ہاں ان معتقدات کا کوئی اعتبار نہیں ہے.

دوسرا گروہ "یہود":

۱- یہود نے حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کے متعلق طعنہ زنی کی.
۲- یہود نے ان کی والدہ محترمہ کو تہمت لگائی.
۳- یہود نے حضرت عیسی علیہ السلام کی شدید مخالفت کی.
۴- یہود کا گمان رہا کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے خلاف انہیں قتل کرنے، اور سولی پر چڑھانے کی اپنی تدابیر میں کامیاب ہو گئے.

تیسرا گروہ "عیسائی":

عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، وہ اللہ کے بیٹے ہیں، وہ معبود ہیں، وہی اللہ ہیں، وہ تین میں سے تیسرے ہیں، ان کو یہود کے ہاتھوں سولی پر چڑھا دیا گیا، ان کی موت برائے کفارہ واقع ہوئی، پھر اللہ تعالی نے انہیں زندہ کیا، اور ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا، قیامت کے قریب وہ آسمان سے اتریں گے.

نوٹ: یہاں یہ بات جان لینا مناسب ہو گا، کہ پہلا گروہ تو نبی آخر الزماں کی امت ہے، جو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم میں جو کچھ نازل ہوا ہے اور حدیثِ نبویہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کے الفاظ اور ان کے مطالب پر

پختہ ایمان رکھتا ہے، انھوں نے لوگوں میں اختلاف والی چیزوں میں صرف قرآن کریم کو ہی اپنا حَکَم یعنی "فیصلہ کرنے والا" مانا، رہا دوسرا اور تیسرا گروہ تو ان کے اختلاف میں فیصلہ کرنے کے لیے ہی قرآن کریم نازل ہوا ہے، لہذا جملہ اہلِ ایمان کا فریضہ یہی ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام اور ان والدۂ ماجدہ کے بارے میں قرآن کریم سے ثابت ہونے والے عقائد حقہ پر پختہ ایمان رکھیں.

چوتھا گروہ "قادیانیت":

اولاً: اس امر کو جاننا ضروری ہے کہ یہ گروہ کچھ عرصہ قبل ہی وجود میں آیا ہے، قرآن کریم کے نزول کے سینکڑوں سال بعد اس گروہ کا ظہور ہوا، یہ گروہ اپنی زبان سے تو اسلام کی حقانیت کا اقرار کرتا ہے وہ قرآن و حدیث کی مرجعیّت کا بھی قائل ہے، شروع میں اس کا بانی بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع و نزول کے بارے اپنے عقائد میں امت مسلمہ کے عقیدے پر ہی تھا، جو کہ آج تک اس کی تالیفات میں لکھا ہوا بھی ہے، پھر اس نے حضرت عیسی علیہ السلام اور دیگر شرعی امور کے بارے میں اپنے عقائد کو بدل ڈالا، اور وہ اس طرح کہ اس نے قرآن کریم کے الفاظ کا توبظاہر اقرار کیا، مگر اس کے مدلول و معانی کو قبول نہ کیا اور انہیں اُمتِ مسلمہ کے اجماع سے ہٹ کر خود ساختہ معانی پر محمول کیا. اس گروہ کے بانی نے تدریجی طور پر اپنے لئے حضرت عیسی علیہ السلام کے مثیل ہونے کا دعوی کیا، پھر کہا، کہ وہی مسیح موعود ہے یہ بھی کہا کہ وہ مسیح ابن مریم ہے، اس طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق اس کے عقائد میں تناقض اسکی کتب میں مکتوب بھی ہے، اور تاحال موجود بھی ہے، اس کا طریقۂ کار یوں رہا کہ اولاً اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کی تعریف

کی پھر ان پر طعنہ زنی کی، پھر کھلی توہین کا ارتکاب کیا، پھر خود ہی مسیح موعود اور مسیح ابنِ مریم بن بیٹھا، اس گروہ کا بانی حضرت عیسی علیہ السلام پر طعنہ زنی میں دوسرے گروہ یعنی یہود سے کافی مشابہت رکھتا ہے، بلکہ اس باب میں وہ ان سے بڑھ کر ہی ہے، ہاں! اس گروہ اور یہود میں کچھ فروق ہیں.

پہلا فرق: یہ ہے کہ یہود تو قرآن کریم کی مرجعیت کا اعتراف ہی نہیں کرتے، جبکہ قادیانی زبان سے اس کی مرجعیت کا اقرار کرتے ہیں.

دوسرا فرق: قادیانیوں کے یہاں حضرت عیسی علیہ السلام کے منصب تک پہنچنے میں عمل تدریج پایا جاتا ہے، جبکہ یہود میں اس کا تصور نہیں.

تیسرا فرق: قادیانیوں کے یہاں حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں تناقض ہے، کبھی تو وہ ان کی تعریف و تعظیم کرتے رہے، اور کبھی ان پر طعنہ زنی کی حدّ کر دی، یہود کی روش محض طعنہ زنی کی رہی، غور کیجیے کہ اللہ تعالی کے اس اولی العزم، عظیم الشان پیغمبر حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قادیانیوں کے آخری عقائد یوں ہیں.

۱) بغیر باپ کے پیدا ہونے کے منکر ہیں.

۲) قادیانیت نے حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ کو فسق و فجور سے متہم کیا.

۳) قادیانیت حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزات کی منکر ہے، اور اس کا بانی انہیں دھوکہ باز اور مکار لکھتا ہے.

۴) قادیانیت کا بانی حضرت عیسی علیہ السلام کے معصوم ہونے کا منکر ہے، وہ کہتا ہے کہ وہ نہ نیک تھے، نہ اچھے اخلاق والے، بلکہ وہ شراب پیتے تھے، اور بدکار عورتوں کے ساتھ رہتے تھے.

۵) قادیانیت کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا، مگر اس سے ان کی موت واقع نہ ہوئی، بلکہ وہ سولی سے زخمی حالت میں اتارے گئے.

٦) اللہ تعالی نے ان کی یہود سے حفاظت نہیں فرمائی، بلکہ یہود نے انہیں طمانچے مارے، ان کو گالی گلوچ دی، اور ان کی عزت و تکریم کے خلاف ان سے نامناسب سلوک کیا.

۷) انھوں نے زخموں کا علاج کیا، پھر کشمیر چلے گئے، اور وہیں مرے، اور وہیں دفن ہوئے.

۸) قادیانیت کا رفع عیسی علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کو اٹھایا ہی نہیں، نہ کوئی دوبارہ اترے گا. بلکہ ان کے رفع سے مراد ان کی عزت کی موت ہے.

۹) قادیانیت کے نزدیک حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور ان کا آسمان سے اترنا اور پھر اسلام کی خدمت میں جدوجہد کرنا یہ تمام امور خیر امت اور اس کے افضل رسول اور خود اللہ تعالی کی توہین ہے.

۱۰) قادیانیت کہتی ہے کہ در اصل حضرت عیسی علیہ السلام کی "حیات" اور ان کو آسمان پر اٹھائے جانے، اور دوبارہ اترنے کا عقیدہ اسلام میں باہر سے داخل ہوا ہے، اسلام کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے.

ان گروہوں اور جماعتوں کے مابین مختلف معانی و مسائل میں قرآن کریم کا حکم اور فیصلہ کن کردار:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا﴾ {النساء: ۱۰۵}، **ترجمہ:** "یقیناً ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری حق کے ساتھ، تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں، جو کہ اللہ تعالی نے آپ کو بتلا دیا ہے، اور آپ ان خائنوں کی طرف داری (کی بات) نہ کیجئے".

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان گروہوں کے درمیان اختلافی عقائد کے متعلق اللہ تعالی نے اپنے نبی پاک ﷺ کو صاف بتلا دیا کہ حق یہ ہے، اور باطل یہ ہے، قرآن کریم نے اس امر کو پوری تفصیل سے بیان فرمایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی شخصیت محض گذشتہ کہانیوں کا حصہ نہیں، بلکہ وہ ایسی عظیم شخصیت اور ہستی ہیں جس کا امت مسلمہ سے اہم ترین تعلق اور رشتہ ہے، اور امت مسلمہ کا مستقبل ان سے وابستہ ہے.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں قرآن کریم کا فیصلہ:

جب ہم قرآن کریم کے بیان کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ اس نے ان گروہوں کے مابین شائع ہونے والے بعض عقائد کا کھلے عام ردّ فرمایا، اور ان میں جو صحیح تھے ان کو باقی رکھا.

قرآن کریم کا اس بارے میں کیا اعلان ہے؟

حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ {النحل: ٦٤}.

ترجمہ: "اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ جن امور میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں، آپ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں، اور ایمان والوں کی ہدایت اور رحمت کی غرض سے نازل فرمایا ہے. {نحل: ۶۴}.

اس آیت سے مندرجہ ذیل چیزیں واضح طور پر سامنے آئیں:

۱) قرآن کریم ان چیزوں کو واضح کر کے بیان فرماتا ہے، جن میں اہل کتاب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام عالی کے متعلق اختلاف کیا.

۲) جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم کی تصریح اور اس کے بیان کی تصدیق کرے، اور جہاں اسے خاموش رہنا ہے، وہاں خاموش رہے، یہی شخص ایمان وہدایت پر ہے.

۳) جس نے قرآن کریم کے فیصلہ کو قبول نہ کیا، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سید الرسل نبی خاتم حضرت صادق ومصدوق ﷺ نے جو

فرمایا اس کو نہ مانا، تو ایسا شخص اللہ تعالی اور اسکے رسول کی تکذیب کرنے والا ہے.

لہذا قرآن کریم جب انسانوں کے مابین اختلافی عقائد کے متعلق فیصلِ حق بن کر آیا ہے، تو ہمیں دیکھنا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے مقام عالی کے متعلق وہ ان گروہوں کے عقائد کے بارے میں کیا فیصلہ فرماتا ہے؟ اگر اہل کتاب کے درمیان شائع شدہ کسی عقیدہ پر قرآن کریم خاموش ہو جائے، تو قرآن کریم کی یہ خاموشی اس عقیدے کی تائید مانی جائے گی، کیونکہ شارع کی خاموشی بھی بیانِ شارع کی ایک قسم ہے، اور یہ اصول وضابطہ ملت اسلامیہ اور قادیانی گروہ کے درمیان اتفاقی ہے، کہ شارع کا سکوت بھی بیان ہوتا ہے، خود قادیانیت کے بانی نے بھی اس قاعدے کے مطابق سورہ "نحل" کی آیت سے اپنی تفسیر میں استدلال کیا ہے.

جیسا کہ "ریولو آف ریلیجنز کے عدد نمبر - ۹، جلد نمبر - ۱۸، ص- ۱۴۹-۱۵۰ میں اسکی تصریح ہے.

اب ہم دیکھیں کہ صلیب کے واقعہ کے متعلق قرآن کریم کیا کہتا ہے؟ اگر وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی صلیب پر خاموش ہے، تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہود ونصاری کا عقیدۂ صلیبِ عیسی بر حق ہے، اور اگر وہ اس کا ردّ کرے تو یہ عقیدہ باطل ٹھہرا.

حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم کے اندازِ بیان میں تامل:

جب ہم مذکورہ انسانی گروہوں کے عقائد کے بارے میں قرآن کریم کے بیان

میں غور کرتے ہیں تو قرآن کریم نے ان گروہوں کے عقائد میں سے مندرجہ ذیل چیزوں کا ذکر کیا ہے.

۱) حضرت عیسی علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا.
۲) بعض گروہوں کا انہیں اللہ تعالی کا بیٹا ماننا.
۳) بعض کا انہیں معبود کہنا.
۴) یہ کہ وہی اللہ ہیں.
۵) بعض کا انہیں تین میں سے تیسرا کہنا.
۶) بعض کا انہیں غیر شرعی باپ سے پیدا ہونے والا کہنا.
۷) بعض کا ان کو برائے قتل سولی دیئے جانے کا قول کرنا.
۸) ان کا مع جسم کے آسمان پر اٹھایا جانا.
۹) بعض کا انہیں برائت کفارہ کو سولی دیا جانے کا قول.
۱۰) قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نزول.

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق عقیدۂ ابنیت، عقیدۂ الوہیت، عقیدۂ کفارہ، عقیدۂ قتل وصلب ان سب امور کا کھلے طور پر ردّ فرمایا ہے، جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع اور نزول کے بارے میں تردید نہیں فرمائی.

مذکورہ عقائد کے بارے میں قرآن کریم کا بیان:

اگر قرآن کریم مختلف انسانی گروہوں میں شائع شدہ کسی عقیدہ کا اثبات میں

بیان کر دے، یا ان میں سے کسی پر ردّ نہ کرے، اور وہ اس میں خاموشی اختیار کرلے، تو اصول کے مطابق قرآن کریم کا اثباتی بیان یا کسی معروف عقیدہ کے بارے سکوت اس عقیدے کی تائید مانی جائے گی، جسے اہلِ ایمان پر قبول کرنا ضروری ہو گا، اور اُن کے لئے اس کے انکار کی گنجائش نہیں رہے گی.

اب ہم قرآن کریم کی نصوص میں مذکورہ عقائد کے بارے اثباتی بیان اسکے سکوت اور اسکے ردّ تینوں اعتبار سے غور کرتے ہیں: آغاز ہم قرآن کریم کے ردود سے کرتے ہیں:

الوہیت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قرآنی ردود:

قرآن کریم نے جن امور کا ردّ فرمایا، وہ یہ ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام معبود ہیں، یا وہی اللہ ہیں، اس کا ردّ سورہ "مائدہ" میں یوں فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ ٱلْمَسِيحُ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱعْبُدُواْ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ {المائدہ: ۷۲}.

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ کافر ہو چکے جنھوں نے (یہ) کہا کہ اللہ تعالی عیسی ابن مریم ہیں، حالانکہ مسیح نے خود فرمایا! اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالی کی عبادت کرو، جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے، یقیناً جو اللہ تعالی کے ساتھ شریک قرار دے گا سو اس پر اللہ تعالی جنت کو حرام کر دیگا، اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہ ہو گا. {مائدہ: ۷۲}.

ابنیّت حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے قرآنی ردّ:

قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے اللہ کا بیٹا ہونے پر سورہ "توبہ" میں یوں رد فرمایا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ عُزَيْرٌ ٱبْنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ ٱللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَٰهِهِمْ ۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوْلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَبْلُ ۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴾ {التوبة: ٧٢}.

ترجمہ: "اور یہود نے کہا کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاری نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کا قول محض ان کے منہ سے کہنے کا ہے، یہ بھی ان لوگوں کی سی بات کرنے لگے، جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں، اللہ ان کو غارت کرے، یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں".

عقیدۂ تثلیث کے بارے میں قرآنی ردّ:

قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے باب میں تثلیث کے عقیدے اور ان کے تین میں سے تیسرا امر نے کا رد سورہ "مائدہ" میں یوں فرمایا: ﴿ لَّقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا۟ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ {المائدہ: ٧٣}.

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ تعالی تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں، اور اگر یہ لوگ اپنے اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ ان میں کافر رہیں گے، ان پر دردناک عذاب ہو گا. {مائدہ: ۷۳}.

"صَلب" و "قتل عیسی علیہ السلام" اور قرآنی ردّ:

قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دیے جانے، اور ان کے قتل کئے جانے، اور ان کی حیات کی نفی کے عقیدے پر یوں رد فرمایا ہے، سورہ "**نساء**" میں ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ ﴾ {النساء: ١٥٧-١٥٨}.

ترجمہ: (ہم نے ان کو سزا دی) ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا، جو کہ اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ انھوں نے نہ ان کو قتل کیا، اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کے لئے مشابہت کر دی گئی، اور جو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ غلط خیالی میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اور یقیناً بات ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ انہیں تو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھا لیا، اور اللہ بڑے زبر دست حکمت والے ہیں. {نساء:۱۵۷ -۱۵۸}.

حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل برائے کفارہ دیگران پر قرآنی ردّ:

قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے صلب برائے کفارہ دیگران کے عقیدے کو بھی رد فرمایا، اور سورہ "فاطر" میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَىْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰٓ ﴾ {فاطر: ١٨}.

ترجمہ: اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا، اور اگر کوئی بوجھ کا لدھا ہوا کسی

کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا، تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ ہٹایا جاوے گا، اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی ہو. {فاطر:۱۸}.

حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع آسمانی اور ان کے آسمان سے نزول کے بارے میں قرآن کریم کا موقف اور اسمیں تامل:

قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمانی رفع اور ان کے آسمان سے نزول کے عقیدے کا ردّ نہیں کیا، حالانکہ یہ عقیدہ بھی قرآن کریم کے نازل ہونے سے پہلے ان انسانی گروہوں میں مشہور تھا جن میں دیگر مذکورہ عقائد معروف تھے لہذا اگر قرآن کریم اس پر صرف اور صرف سکوت ہی اختیار کرتا تو یہ حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع و نزول کی صحت کا، کافی وشافی ثبوت سمجھا جاتا، کیوں کہ کسی امر پر شارع کا سکوت بھی اس کی تائید سمجھا جاتا ہے، جسے تسلیم کرنا بندوں پر شرعی واجب ہوتا ہے اور انکار کی گنجائش نہیں رہتی.

لہذا قرآن کے سکوتی بیان کے اتفاقی قاعدے کے مطابق کسی کے لیے جائز نہ ہو گا کہ وہ قرآن کو ماننے کا دعوی بھی کرے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع اور نزول کا انکار کرے، جبکہ شارع کا مشہور عقیدہ پر خاموشی اس کے ثبوت کی دلیل ہوتا ہے، لہذا ہم کہتے ہیں کہ اگر اہل ایمان قرآن کریم یا حدیث نبوی شریف میں کسی جگہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور ان کے دوبارہ آسمان سے اترنے کا ردّ نہیں پاتے ہیں، تو جو شخص قرآن کریم اور حدیث نبوی کی مرجعیت کا اقرار کرتا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام

کے رفع اور نزول پر ایمان رکھے.

یہ بھی یاد رہے کہ امت کے بدخواہ لوگ جو امت مسلمہ کے روشن مستقبل اور حضرت عیسی علیہ السلام کے مابین ربط جانتے ہیں وہ محض امت میں مایوسی پھیلانے کے لیے حیات عیسی علیہ السلام کے انکار کے لیے ساعی اور کوشاں ہے منکرین حیاتِ عیسی علیہ السلام امتِ مسلمہ کے خیر خواہ نہیں یہ امت کی امید اور آس کو ناامیدی اور یاس میں بدلنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں، یہ امت کے خیر خواہوں کا نام نہیں ہو سکتا.

مزید یاد رکھیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع و نزول اور حیات کے باب میں ہمارے پاس حجّت صرف قرآن کریم کا سکوتی بیان ہی نہیں، بلکہ ان کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور ان کے قرب قیامت اترنے، نیز ان کی حیات پر قرآن وسنت کی قطعی اور صریح نصوص بھی موجود ہیں اور یہ عقیدہ مسلسل طور پر تواتر سے امت میں عہد اول سے تاحال منتقل ہوتا چلا آرہا ہے ان امور کی تفصیلات ہم انشاء اللہ آئندہ اپنے سلسلۂ محاضرات میں بیان کرتے رہیں گے. **فالحمد لله على ذالك.**

وصلى الله وسلم على سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(دوسرا محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"قادیانی دلائل
در
انکار رفع، نزول وحیات عیسیٰ علیہ السلام
اور ان کا ابطال"

دوسرے محاضرہ کا خلاصہ:

۱) اس دنیا میں کچھ امور عمومی عادت کے مطابق وجود میں آتے ہیں، اسیطرح کچھ امور خلاف عادت بھی وجود میں آتے ہیں، اور سبھی قدرت الٰہی کے تحت ہوتا ہے، قانون الٰہی کے خلاف نہیں.

۲) اہلِ ایمان کے نزدیک سبب اور مسبب اور علّت و معلول کے مابین تعلق لزومی تو ہے، مگر ضروری نہیں، اور اہل طبیعت یعنی فلاسفہ اور مادّہ پرستوں کے نزدیک سبب اور مسبب یا علّت و معلول کے مابین تعلق بالضرورۃ ہے، ضروری اور لازم میں فرق ہے.

۳) ایمانی نقطۂ نظریہ ہے کہ جب اللہ تعالی چاہے تو عام عادت کے خلاف امور کا وجود بھی ممکن ہے، اور جب اللہ تعالی نہ چاہے، تو اسباب کے آثار یعنی اسباب سے ان کے مسببات بھی سلب کر لیں، جبکہ فلاسفہ اور اہلِ مادہ والحاد کا نظریہ اس کے خلاف ہے.

۴) اہل ایمان کا کردار محض تسلیم ورضا ہے، جبکہ ملحدین کا کام تاویل ہے.

۵) حضرت عیسی علیہ السلام کے اوپر اٹھائے جانے اور واپس اترنے کے محال ہونے، اور ان کی حیات سے انکار میں قادیانی نظریات کی بنیاد خرقِ عادت امور کے انکار، اور نصوصِ صریحہ میں تاویل پر ہے.

۶) حضرت عیسی علیہ السلام کی آسمان سے نزول سے پہلے وفات کو قادیانیت نے جھوٹ اور بہتان کے طور پر بعض اسلافِ امت کی طرف منسوب کر دیا.

۷) قادیانی ملت کے پیروکاروں کو ہماری مخلصانہ نصیحت.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

يقول الله عزّ وجل: ﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ خَلَقَهُۥ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴾ {آل عمران: ٥٩}. وقال الله تعالى: ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ {النساء: ١٥٨}. وقال جل وعلا: ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسۡتَقِيمٌ ﴾ {الزخرف: ٦١}.

وقال النبي ﷺ: "لينـــزلنّ فيكم عيسى ابن مريم".

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسول الله ﷺ.

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**دوسرا محاضرہ** "ہے، جسکا عنوان ہے، "**قادیانی دلائل در انکار رفع، نزول وحیاتِ عیسی علیہ السلام اور ان کا ابطال**".

خطبہ میں تلاوت کی گئی آیات واحادیث کا اردو ترجمہ: ارشاد باری تعالی ہے: بیشک اللہ تعالی کے نزدیک (حضرت) عیسی کی حالت عجیبہ حضرت آدم علیہ السلام کی حالتِ عجیبہ کے مشابہ ہے، کہ ان (کے قالب) کو مٹی سے بنایا، پھر حکم دیا کہ (جاندار) ہو، پس وہ جاندار ہو گئے. {**آل عمران:٥٩**}.

ترجمہ: بلکہ ان کو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ تعالی بڑے زبردست ہیں، حکمت والے ہیں. {**نساء:١٥٨**}.

ترجمہ: اور وہ (حضرت عیسی علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں، تو تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو، اور تم لوگ میرا اتباع کرو، یہ سیدھا راستہ ہے. **{زخرف:٦١}**.

اور نبیٔ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: " تمہارے درمیان ابن مریم ضرور اتریں گے ".

اور نبیٔ پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "**دین بھلائی ہے**".

ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کے فرامین حق اور بالکل سچ ہیں.

اس مبارک سلسلۂ محاضرات سے ہماری غرض وغایت کتاب وسنت سے ثابت شدہ حق کی قادیانیت کے ان باطل نظریات سے حفاظت کرنا ہے، جو شرعی دلائل پر مبنی نہیں ہیں، اور وہ امتِ مسلمہ کے اجماعی عقیدے سے خارج ہیں، ہماری اس کاوش سے ہمارا مقصد امت مسلمہ کی عموماً اور قادیانی طبقہ کی خصوصاً خیر خواہی ہے، کیونکہ ہمارا دین ہی خیر خواہی ہے.

تمہیدِ موضوع:

اس موضوع کی اہم اور ضروری تمہید یہ ہے کہ عالم میں ہونے والے واقعات دو قسم پر ہے.

۱) وہ امور جو عادت اور عمومی دستور الہی کے مطابق واقع ہوں.

۲) وہ جو عادت سے ہٹ کر خلاف عادت یا خرقِ عادت واقع ہوں.

ان دونوں کے بارے میں لوگ دو نظریوں میں بٹ گئے ہیں:

۱) اہلِ ایمان.

۲) اہلِ طبیعت یا مادہ پرست لوگ.

پہلی قسم یعنی عادت اور دستور کے مطابق واقع ہونے والے امور، اور ان کے بارے میں اہلِ ایمان اور فلاسفہ کے نقطہائے نظر:

اس دنیا میں جن جن امور عادیہ کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، کہ وہ بظاہر کسی علّت اور سبب کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں، پھر وہ امور ہماری روز مرّہ کی زندگی میں بکثرت واقع بھی ہوتے ہیں، جیسے بچّے کا ماں اور باپ سے وجود میں آنا، اور گرمی کا آگ سے پایا جانا، اور آگ کا پانی سے بجھنا، اور برف سے ٹھنڈک کا پایا جانا، اسیطرح اور بھی بہت سی چیزیں ہیں، کہ ان کے وجود اور پائے جانے میں کوئی سبب اور علّت موجود ہوتی ہے.

ایمانی نقطۂ نظر:

اہلِ ایمان کا عقیدہ ہے کہ سبب اور مسبب، یا علت اور معلول بھی اللہ تعالی کی پیدا کردہ اشیاء ہیں، نیز سبب کا مسبب سے تعلق علی وجہ الضرورہ نہیں کہ دونوں کے درمیان علیحدگی محال ہو، اور یہ کہ سبب کو بغیر مسبب کے، اور مسبب کو بغیر سبب کے ایجاد کرنا کسی کی قدرت میں نہ ہو، اور نہ کسی کے لئے خرقِ عادت امر کا ایجاد کرنا

ممکن ہو، اب اس امر کی نفی اہلِ ایمان سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اعتراف کریں کہ سبب اور مسبب کے مابین تعلق لازم تو ہے، مگر بالضرورۃ نہیں، کہ سبب کے بغیر مسبّب کا وجود ہی مستحیل ہو، اور ایسا کرنے پر کوئی قادر نہ ہو، اس لئے کہ باری تعالی جل جلالہ قادرِ مطلق ہیں، وہ اسباب اور مسبّبات سے بے نیاز ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَآ أَمۡرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيۡـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ﴾ {یس:۸۲}، **ترجمہ:** "جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا معمول تو یہ کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے، کہ "ہو جا"، پس وہ ہو جاتی ہے"، - لہذا اہلِ ایمان یقینی طور پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے، اور اسی لئے اہلِ ایمان (اللہ تعالی کے علاوہ) کسی سبب اور کسی علت میں قدرت مؤثرہ کو تسلیم نہیں کرتے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ {تکویر:۲۹}، **ترجمہ:** "اور تم اللہ رب العالمین کے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے ہو" - لہذا اللہ تعالی اسباب اور علّتوں سے ہٹ کر جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو عمومی عادت کے خلاف اس کے عادی اثر کو سلب کر لیتا ہے، اور یہ اللہ تعالی کی قدرت میں داخل ہے، یہ قانونِ الہی سے باہر نہیں، نہ سنتِ الہی سے خارج ہے، کیونکہ اللہ تعالی عادت کے خلاف بھی قدرت رکھتا ہے، جیسے وہ عادت کے موافق پر قدرت رکھتا ہے، یہی اہلِ ایمان کا ایمانی نقطۂ نظر ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ خرق عادت امور بھی اللہ تعالی کی قدرت میں داخل ہیں، اور اسباب و مسبّبات کا تعلق علی وجہ الضرورۃ نہیں ہے.

اہلِ مادہ اور فلاسفہ کا نظریہ:

وہ عادی امور جو بظاہر اسباب اور علتوں کی بنیاد پر وجود میں آتے ہیں، ان کے بارے میں فلاسفہ کا خیال ہے کہ ان میں سبب اور مسبب کے مابین تعلق علی وجہ الضرورۃ ہے، اسی لئے ان کے یہاں عادت سے ہٹ کر کسی چیز کا پایا جانا ممکن ہی نہیں، بلکہ مسبب کے لئے سبب کا ہونا، اور معلول کے لئے علت کا پایا جانا امرِ ضروری ہے.

اہلِ ایمان اور فلاسفہ کے درمیان اس بنیادی اختلاف کی طرف امام غزالی رحمہ اللہ نے یوں اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں - کہ ان جملہ امور کے متعلق ہم (اہلِ ایمان) ان (فلاسفہ) سے چار مسائل میں اختلاف کرتے ہیں.

پہلا مسئلہ: ان کا یہ عقیدہ ہے کہ سبب اور مسبب کے درمیان یہ ظاہری تعلق - تعلق بالضروۃ ہے لہذا سبب کا بغیر مسبّب کے ، اور مسبّب کا بغیر سبب کے پایا جانا امکان اور قدرت میں نہیں ہوتا، **اس نظریہ کی بنیاد پر امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

> **" اس پہلے مسئلہ میں (دونوں فریق کے مابین) نزاع اس طور پر لازم آتا ہے، کہ عادت کے خلاف معجزات کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے، جیسے لاٹھی کا سانپ سے بدلنا، مردوں کو زندہ کردینا، چاند کے ٹکڑے کر دینا، یہ سب امور ان کے یہاں مستحیلات ہیں، جو لوگ امورِ عادیہ اور عمومی دستور کے مطابق چیزوں کے پائے جانے کو ضروری امور خیال کرتے ہیں، اور اس کے خلاف کو ناممکن سمجھتے ہیں، وہ معجزاتِ انبیاء علیہم السلام کو محال جانتے ہیں، قرآن کریم میں جہاں بھی "مردوں کو زندہ کرنے" کا ذکر آیا، تو انھوں نے**

اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے، کہ لوگوں کو جہالت کی موت سے نکال کر علم کی زندگی دی، ان کے ہاں حضرت موسی کی لاٹھی کا سانپ بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسی نے دلائل سے منکرین کے اعتراضات کو دور کر دیا، اور رہی بات نبیٔ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند کے ٹکڑے کرنے کی تو یہ لوگ ایسا ہو جانے کے انکاری ہیں، یا پھر یوں کہتے ہیں کہ یہ واقعہ معتمد علیہ طریقہ پر ثابت نہیں. (تحافۃ الفلاسفہ: ص/۶۵).

دوسری قسم: عمومی عادت اور دستور کے خلاف واقع ہونے والے امور

اور

اس بارے میں اہلِ ایمان اور دیگر حضرات کا تعامل:

اللہ رب العزت کے کلام اور حضور ﷺ کے بیان کے مطابق اس دنیا میں کچھ چیزیں عادت اور عمومی دستور کے خلاف بھی وجود میں آئی ہیں، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کی حرارت کا ختم ہو جانا، اور حضرت عیسی علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں چاند کے ٹکڑے ہونا، اور پانی کی قلیل مقدار سے ایک کثیر جماعت کو سیراب کرنا، اور تھوڑے کھانے کا ایک جم ّغفیر کو شکم سیر کر دینا، اور دور رہنے والے کو بغیر ماڈی اسباب کے پیغام پہنچا دینا، اور اس طرح کی دوسری بہت سی چیزیں جو یقینی طریقہ پر ثابت ہیں.

اہلِ ایمان کا نقطۂ نظر:

عادی چیزوں کی طرح خلافِ عادت امور، اور عمومی دستور سے ہٹ کر ہونے والے واقعات کے وجود پر اہلِ ایمان تو مکمل یقین رکھتے ہیں، اور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ خرقِ عادت یعنی عادت کے خلاف چیزوں کا پایا جانا، اور ایسے امور کا وجود میں لانا اس دنیا کے خالق کی قدرت مطلقہ میں داخل ہے، نیز یہ کہ گذشتہ زمانوں میں اللہ تعالی نے ایسا کر کے دکھا دیا ہے، اسکی خبر ہمیں اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ نے حدیث شریف میں دی ہے، اور اہلِ ایمان کے نزدیک عادت ودستور کے خلاف چیزوں کے واقع ہونے میں کوئی تعجب اور اچمبھہ نہیں ہے، جیسے کہ اللہ تعالی کی حکمت بالغہ سے انبیاء علیہم السلام کے معجزات، اور صالحین کی کرامتیں واقع ہوئی ہیں، جن میں بعض کی طرف ہم نے ابھی اشارہ بھی کیا ہے، یعنی اللہ تعالی نے حضرت آدم کو بغیر ماں وباپ کے پیدا کیا، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، اور حضرت عیسی علیہ السلام مٹی سے پرندوں کی شکل بناتے، پھر وہ ان میں پھونکتے، اور وہ اڑنے لگتے، نیز انھوں نے اللہ تعالی کے حکم سے کوڑھی اور برص والوں کو اچھا کر دیا، اور انھوں نے مردوں کو اللہ تعالی کے حکم سے زندہ کر دیا، اور اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو مع جسم کے آسمان کی طرف اٹھالیا، اور وہ وہاں پر زندہ ہیں، اسی طرح اللہ تعالی کا اپنے رسول ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام سے بیت المقدس لے جانا، اور ساتوں آسمانوں کی سیر کرانا، اور نبئ پاک ﷺ کے ذریعہ چاند کے ٹکڑے کر دینا، اور ان کے علاوہ وہ معجزات اور کرامتیں جو اللہ تعالی نے اپنی

قدرت سے اپنے مومن بندوں کے ہاتھوں پر ظاہر فرمائیں.

اللہ تعالی نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ وہ اپنی مخلوق میں جیسا چاہے تصرف کرتا ہے، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ {اعراف:۵۴}، **ترجمہ:** "بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے، جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قائم ہوا، رات کو دن سے چھپا دیتا ہے، اس طور پر کہ شب دن کو جلدی سے آلیتی ہے، اور سورج اور چاند اور دیگر ستاروں کو پیدا کیا، ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں، یاد رکھو! اللہ ہی کے لئے پیدا کرنا، اور حاکم ہونا ہے، بڑی خوبیوں سے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالی جو تمام عالم کے پروردگار ہیں".

امام رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہمارے علماء نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے، کہ اللہ تعالی کے سوا نہ کوئی کسی چیز کا مُوجِد ہے، اور نہ کسی چیز میں اثر پیدا کرنے والا. (**تفسیر کبیر ۴/۲۳۹**).

لہذا جب بات یہ ہے کہ موجود چیز کو وجود میں لانے والا اور اشیاء میں اثر پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالی ہی ہے، تو عادت ودستور کے خلاف واقع ہونے والی چیزوں کے متعلق تعجب اور اچنبھہ کیونکر ہو؟

بلکہ ایمان والوں پر تو کمالِ یقین سے انہیں مان لینا، اور ان کے سامنے سرِ تسلیم

خم کرنا ضروری ہے، اور یہی ایمانی نقطۂ نظر ہے، خرقِ عادت اور عمومی دستور کے خلاف واقع ہونے والی چیزوں کے متعلق امت مسلمہ کا یہی موقف ہے.

ان لوگوں کا نقطۂ نظر جو عادت ودستور کے خلاف واقع ہونے کے امکان کو جائز نہیں سمجھتے:

اس بارے میں یہ لوگ دوقسم پر ہیں:

۱) فلاسفہ اور ذاتِ الٰہی کے منکر.

۲) اللہ تعالی کی آیات کا اقرار کرنے کے بعد ان میں الحاد کرنے والے.

پہلی قسم: کچھ لوگ تو اس ذاتِ عالی کو وجود کو ہی نہیں مانتے جو اسباب اور مسببات کا خالق ہے، اور ہر چیز پر قادر ہے، اور نہ ہی وہ اس کے کلام وپیغام کو مانتے ہیں، یہ لوگ محض مادّہ پرست ہیں، کہ وہ اسباب کے علاوہ کسی دیگر چیز کو مانتے ہی نہیں.

دوسری قسم: یہ لوگ ایسے ہیں جو نصوصِ شرعیہ کا زبانی اقرار تو کرتے ہیں، مگر وہ ان نصوص سے شارع کے مطالب ومعانی کو قبول نہیں کرتے، پھر خارقِ عادت امور میں ان کا طریقہ تاویل ہوتا ہے، یہ لوگ اپنی باطل تاویلات کے ذریعہ ہی نصوص شرعیہ کے مدلولات اور مطالب کو تسلیم نہیں کرتے، وہ لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں، کہ وہ نصوص شرعیہ کے منکر نہیں، مگر ان کے شرعی مدلولات ومفاہیم کا

انکار کر کے وہ منکرینِ حق میں شمار ہوتے ہیں، ان کی اس روش کا خلاصہ امام غزالی ﷫ کے مطابق یہی ہے کہ یہ لوگ معجزات کے انکاری ہیں، اور خرقِ عادت واقع ہونے والے امور میں تاویل کا ارتکاب کرنے والے ہیں، اور یوں شرعی اصطلاح میں یہ اہلِ الحاد کہلاتے ہیں.

ہمارے دین کے لئے یہ "**اہلِ تاویل والحاد لوگ**" کھل کر انکار کرنے والوں سے زیادہ خطرناک ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم اور حدیث کے بیان کے مطابق جو معجزات واقع ہوئے ہیں، ان تأویل کرنے والوں نے انہیں تسلیم نہ کر کے جُرمِ انکار کا ارتکاب کیا ہے، اور ان نصوص کے معانی کو ٹھکرا کر یہ لوگ ایمان وتسلیم سے دور ہو گئے، پھر ان لوگوں کا معجزات کی حقیقت کو نہ ماننا، ساتھ ہی نصوصِ شرعیہ کا زبان سے اقرار کرنا، دیگر اہلِ ایمان کے لئے ایمانیات میں تشکیک پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے.

ہماری اس ضروری تمہید کی بعد ہر صاحبِ بصیرت اور ذی شعور کے لئے عمومی عادت کے بر خلاف اللہ تعالی کے حضرت عیسی علیہ السلام کو مع جسم کے آسمان کی طرف اٹھالے جانے، انہیں وہاں پر زندہ رکھنے کے خلاف قادیانی نظریہ کی حقیقت، اور اسے اس کی جڑ سے جاننا اور اکھیڑنا آسان ہو جاتا ہے، نیز ان پر یہ بھی ظاہر ہو گیا، کہ قادیانی نظریات منہجِ ایمانی سے انحراف کا نتیجہ ہیں، وہ بالکل بے بنیاد اور غیر شرعی ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں خارق عادت امور سے متعلق

قادیانیت کے تعجب واستغراب، ان کے رفع ونزول اور حیات کے انکار، اور قادیانیت کے دلائل کو بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ ہم بعثتِ انبیاء کے متعلق امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا ایک نہایت قیمتی قول پیش کریں، یاد رہے کہ امام ابن کثیر امتِ مسلمہ کے نزدیک مشہور ومقبول مفسرین میں سے ہیں، اور قادیانیوں کے یہاں انہیں مجدد دین کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے، جس کا ذکر "عسل مصفی" نامی کتاب میں مذکور ہے.

اے کاش کہ امام ابن کثیر کا قول اسے مجدد ماننے والوں کے لئے بہتر ناصح ثابت ہو، شاید کہ وہ راہِ راست اختیار کرلیں، کہ مجدد کا کردار فاسد عقیدوں کی اصلاح کرنا ہی ہوتا ہے، **امام ابن کثیر رحمہ اللہ بعثتِ انبیاء کے خصائص بیان کرتے ہوئے اپنی تفسیر، ص: ۲۲۷ - ۲۲۸/ ۲ پر لکھتے ہیں.**

> **"اللہ تعالی نے ہر نبی کو اُس کے دور کے لوگوں کے مناسبِ حال مبعوث فرمایا، حضرت موسی علیہ السلام کے دور میں سحر کا غلبہ تھا، اور جادوگروں کی عظمت کا چرچہ اور رواج تھا، اس بنا پر اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ایسا معجزہ عطا فرمایا، جس نے لوگوں کی نگاہیں کھول دیں، اور جادوگروں کو حیرت میں ڈال دیا، تو جب انھوں نے یقین کرلیا کہ یہ اس عظیم طاقت والے کی طرف سے ہے، تو وہ اسلام کے فرمانبردار ہوکر اللہ تعالی کے نیک بندوں میں شامل ہوگئے، اور رہے حضرت عیسی علیہ السلام تو وہ اطباء اور فلاسفہ کے دور میں مبعوث ہوئے، تو وہ (اللہ تعالی کی طرف سے) ایسے**

معجزے لیکر آئے جن کو وہی پیش کر سکتا تھا جس کو اللہ تعالی کی طرف سے حمایت اور تائید حاصل رہی ہو، ایک طبیب کو جمادات کے زندہ کرنے، یا کوڑھی اور برص والے کے علاج پر اور جو قیامت تک کے لئے قبر میں ہے اس کو زندہ کرکے اٹھانے پر کہاں قدرت ہو سکتی ہے؟ اسی طرح حضور ﷺ کو فصاحت وبلاغت والے اہلِ زبان اور شعراء کے دور میں مبعوث فرمایا، تو آپ ﷺ ان کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے ایسی عظیم الشان فصیح وبلیغ کتاب لے کر آئے کہ اگر جنات اور انسان اس کا مثل، یا اس کی سی دس سورتیں، یا اس کی سی ایک سورت لانے پر جمع ہو جائیں تو وہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہو جائیں، اور اللہ رب العزت کا کلام تو مخلوق کے کلام کے کبھی بھی مشابہ نہیں ہو سکتا".

حضرت عیسی علیہ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے، آسمان سے اترنے، اور ان کی حیات کے انکار کے پر قادیانی دلائل کا بیان:

حضرت عیسی علیہ السلام کو جسم وروح سمیت زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے، وہاں سے قربِ قیامت دوبارہ اترنے، ان کی حیات، اور ان کے معجزات سے متعلق خارق عادت چیزوں کو محال سمجھنے پر قادیانی دلائل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کے دلائل دو چیزوں پر مبنی ہیں.

۱) فلاسفہ کی طرح قادیانیت کا خارقِ عادت چیزوں کے وقوع کو بعید از عقل سمجھنا، اور ایسا ممکن نہ ہونا.

۲) امام غزالی رحمہ اللہ کے بقول نصوصِ صریحہ میں صحیح نقل اور اجماعِ امت کے برخلاف باطل تاویل کرنا.

مندرجہ ذیل سطور میں قادیانیت کے دلائل کا نمبر وار ملاحظہ کیجئے:

۱) قادیانیت کا قول ہے کہ بھاری جسم کیلئے آسمان کی طرف چڑھنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ بوجھ کا کھنچاؤ اس کے لئے مانع اور رکاوٹ ہوتا ہے، کہ وہ اوپر جائے وہ تو نیچے کی طرف آتا ہے، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان کی طرف نہیں اٹھایا گیا، کہ یہ ممکن ہی نہیں، نہ ہی نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اسراء و معراج عالمِ بیداری میں مع جسم کے ہوا.

۲) جب انسان ہوائیہ کرہ سے آگے بڑھ جائے تو اس کے لئے زندہ رہنا ممکن نہیں ہے.

۳) آسمان اور زمین کے درمیان جو کرۂ ناریہ اور زمہریر ہی، انسان کے لئے ان سے آگے بڑھنا ممکن ہی نہیں ہے، لہذا جب مشرکین مکہ نے نبیٔ خاتم ﷺ سے آسمان کی طرف چڑھنے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ {الإسراء: ۹۳}، **ترجمہ:** "اے نبی کہہ دیجئے کہ میرے رب کی ذات پاک ہے، میں تو صرف ایک انسان ہوں، اور رسول ہوں"۔ لہذا انسان کے لئے آسمان کی طرف چڑھنا ممکن ہی نہیں ہے.

۴) انسانوں میں جاری عمومی طریقۂ ربانی کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام مر چکے ہیں، جیسے کہ عام انسان پیدا ہوتا، اور مرتا ہے، اور نبیٔ پاک ﷺ نے بھی خبر دی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو فنا آچکی ہے.

۵) خود قرآن کریم نے وفاتِ مسیح (یعنی ان پر موت طاری ہو جانے) کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ ﴾ {آل عمران: ٥٥}، **ترجمہ:** "جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسی بیشک میں تم کو وفات دینے والا ہوں"، - حضرت ابن عباس نے بھی "متوفیک" کا معنی "**ممیتک**" کیا ہے، اس لئے کہ یہاں لفظ توفی قبضِ روح کے معنی میں ہے، اور لفظ "توفی" اس معنی میں قرآن کریم کی بہت سی آیات، اور احادیث شریف میں آیا ہے، لہذا اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی روح قبض فرمالی، اور وہ مردوں میں ہو گئے.

٦) پھر قادیانیت کا قول ہے کہ لفظِ "توفی" باب "تفعّل" سے ہے، اور اس کا فاعل اللہ تعالی ہے، اور اس کا مفعول ذی روح (یعنی روح والا) ہے، اور یہاں رات اور نیند کا قرینہ بھی نہیں، تو یہ قبض روح موت ہی کے معنی میں ہو گا، کیونکہ یہ قاعدہ علم نحو میں مسلّم ہے، کہ "**اگر "توفی" باب "تفعّل" سے ہو، فاعل اللہ تعالی ہو، اور مفعول ذی روح ہو، رات اور نیند کا قرینہ بھی نہ ہو، تو "توفی" موت دینے کے معنی میں ہو گا**"، اور اس متنازع فیہ آیت میں لفظ "توفی" باب "تفعّل" سے ہی آیا ہے، اور فاعل

اللہ تعالی اور مفعول ذی روح (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) ہیں، تو یہاں "توفی" قبضِ روح (یعنی موت دے دینے) کے معنی میں ہی رہے گا.

۷) اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِين مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى اللَّهُ الشَّٰكِرِينَ ﴾ {آل عمران: ١٤٤}، **ترجمہ:** "اور محمد ﷺ صرف رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گذر چکے، سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے، یا آپ شہید ہو جاویں، تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے، اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا، تو خدا تعالی کا کوئی نقصان نہ کرے گا، اور خدا تعالی جلد ہی حق شناس لوگوں کو جزا دیگا".

یہاں "خلت" "مَاتَت کے معنی میں ہے، اور یہ لفظِ "خلا" "مات کے معنی میں قرآن کریم کی بہت سی آیات میں آیا ہے.

۸) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ "اگر موسی اور عیسی علیہما السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا".

۹) نبیِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے اس رات بتایا گیا کہ سو سال کے سر پر ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا، جو اس وقت زمین کے اوپر موجود ہیں، آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی اس بات کو بتاتا ہے کہ وہ (یعنی حضرت عیسی

علیہ السلام) اس مدت کے اندر مر چکے ہیں، اگر وہ اس سے پہلے زندہ تھے.

۱۰) جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، اور صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا، تو حضرت ابو بکر نے یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ کی موت کا اعلان کیا، **﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِين مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴾** {آل عمران: ١٤٤}، **ترجمہ:** "اور محمد ﷺ صرف رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گذر چکے، (**قادیانی ترجمہ ہے: "ما قبل کے تمام رسول وفات پا چکے"**)، سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے، یا آپ شہید ہو جاویں، تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے، اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا، تو خدا تعالی کا کوئی نقصان نہ کرے گا، اور خدا تعالی جلد ہی حق شناس لوگوں کو جزا دیگا".

تو اس وقت صحابہ میں سے کسی کے دل میں حضرت عیسی کے زندہ موجود ہونے کا خیال نہ آیا، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے حضرت ابو بکر ﷛ کے اس آیت سے تمام انبیاء کی موت پر استدلال کرنے پر اعتراض کیا، لہذا ان کے اس اجماعِ سکوتی سے حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق ان کا وفاتِ عیسی کا عقیدہ دیگر انبیاء کی وفات کی طرح بالاجماع ثابت ہو گیا.

۱۱) نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے وفد سے بحث ومباحثہ کے وقت فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے، اس کو موت نہ آئے گی، اور حضرت عیسی پر فنا (یعنی موت) آچکی.

۱۲) سلف اور خلف میں سے بہت سے علماء حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کا نظریہ رکھتے ہیں، ان میں سے امام مالک، فخر الرازی، ابن حزم، محمود آلوسی، محمد رشید رضا، شیخ شلتوت، سید قطب، عبد اللہ قیشاوی، ڈاکٹر احمد شبلی اور محمد غزالی رحمہم اللہ ہیں.

۱۳) حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع، ان کے نزول اور حیات کا عقیدہ باطل اور خلافِ قرآن ہے، یہ در اصل نصرانیت کی طرف سے اسلام میں داخل ہونے والے عقائد میں سے ہے، یہ ایسا عقیدہ ہے جس میں خیرِ امت، سید الرسل اور خود ذاتِ باری تعالی کے ساتھ سوءِ تأدب ہے.

یادرہے کہ:

حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کا انکار، اور آسمان سے نازل ہونے سے پہلے ان کی وفات کے واقع ہو جانے کا قول قرآن وحدیث سے ثابت امور، اور امتِ مسلمہ کے بہت سے مسلمات کے انکار کا موجب ہے، جن میں ان کے رفعِ سماوی، پھر قیامت سے قبل ان کا آسمان سے نزول، اور اس دنیا میں آکر اسلام اور امتِ مسلمہ کے اعزاز ورفعت کی خاطر ان کی مساعی، اور ان تمام بشارتوں کا انکار ہے، جو قرآنی نصوص اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں، اسی لئے ہم نے اپنے سلسلۂ محاضرات مکیہ

میں ہر ہر موضوع پر قادیانی معتقدات، اور ان کے قرآن و سنت کی روشنی میں ردود پر مستقل محاضرات ترتیب دیے ہیں، یہی ان مسلمات کی اہمیت اور اہلِ انحراف کی طرف سے ان پر پیدا کیے شبہات کا تقاضا ہے، ہم اپنے اس محاضرہ کے حصہ میں اولاً قادیانیت کے مذکورہ ادلّہ پر اجمالی طور پر کلام کرتے ہیں، اسے تو قادیانی ادلّہ کا اجمالی محاسبہ سمجھا جائے، پھر ہر موضوع کی تفصیل اس سے متعلقہ مخصوص محاضرہ میں پیش کی جائیگی.

قادیانی دلائل کا اجمالی ماحصل:

مذکورہ قادیانی دلائل کا ماحصل یہ ہے کہ:

۱) قرآن حکیم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل کے تمام انبیاء کو وفات شدہ کہا ہے، اور حضرت عیسی علیہ السلام بھی ماقبل کے نبی ہیں، لہذا وہ بھی وفات پا چکے ہیں، ان کا آسمان کی طرف جسدِ عنصری کے ساتھ "رفع" محال ہے، تو پھر نزول کہاں سے ہو گا، ان کے تمام معجزات کا وجود بھی مستحیل ہے.

۲) قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" کی خبر دی ہے، اور وہ ان کا "قبضِ روح" بمعنی "موت" ہے.

۳) امتِ مسلمہ کے بہت سے سلف وخلف کا بھی وفاتِ عیسی کے بارے میں وہی عقیدہ رہا ہے جو قادیانیت کا ہے، جب حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو

چکے ہیں، اور قرآن کریم نے ہر فوت شدہ کی صرف روزِ قیامت ہی دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دی ہے، اس پہلے کوئی دوبارہ زندہ نہ ہو گا، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کی دوبارہ آمد نہ ہو گی.

مذکورہ قادیانی ادلّہ کا محاسبہ، آغاز ہم آیت قرآنی کے ذکر سے کرتے ہیں:

قادیانیت نے اللہ تعالی کے اس ارشادِ گرامی ﴿ **وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ ٱللَّهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى ٱللَّهُ ٱلشَّٰكِرِينَ** ﴾ {آل عمران: ١٤٤}.

ترجمہ: "اور محمد ﷺ صرف رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے، سو اگر آپ کا انتقال ہو جائے، یا آپ شہید ہو جاویں، تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے، اور جو شخص الٹا پھر بھی جاوے گا، تو خدا تعالی کا کوئی نقصان نہ کرے گا، اور خدا تعالی جلد ہی حق شناس لوگوں کو جزا دیگا. {آل عمران:۱۴۴}، قادیانیت نے اس آیت کا خلافِ لغت، خلافِ نقل، خلافِ اصولِ فصاحت وبلاغت جو ترجمہ اور تفسیر کی ہے، اس کا مفصل بیان تو ہمارے اس محاضرہ میں ہے، جس میں اس آیت سے قادیانی وجوہِ استدلال اور اس کے ابطال کا بیان ہے، اس کا اجمال یہ ہے کہ **مرزا صاحب نے اس آیت سے یوں استدلال کیا ہے کہ.**

"جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے رسول سب کے سب وفات پا چکے تو حضرت عیسی علیہ السلام بھی ان میں آ گئے".

نیز حضرت ابو بکر ﷛ نے بھی اسی آیت سے آنحضرت ﷺ کی وفات پر استدلال کیا، اور تمام صحابۂ کرام نے اس پر سکوت اختیار کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور سابقہ تمام انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں، اور حضرت عیسی علیہ السلام بھی ان انبیاء میں سے ایک نبی ہیں.

اس آیت سے قادیانی طرزِ استدلال کا ابطال مندرجہ ذیل وجوہ سے ہے:

اولاً: آج تک اس آیت سے کسی مسلم مفسر و مجدد نے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت پر استدلال نہیں کیا ہے.

ثانیاً: اس آیت کے ہوتے ہوئے خود قادیانی حضرت موسی علیہ السلام کی حیات کا کیونکر عقیدہ رکھتے ہیں؟ ان کی کتاب "**روحانی خزائن "۲۲۱/ ۷** میں ہے.

> **"کلیم اللہ کی حیات نص قرآن سے ثابت ہے، کیا آپ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمان نہیں پڑھتے، ﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ فَلَا تَكُن فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآئِهِۦ وَجَعَلْنَٰهُ هُدًى لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴾ {السجدة: ٢٣}، ترجمہ: اور ہم نے موسی کو کتاب دی تھی، سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے، اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے مُوجبِ ہدایت بنایا تھا، {سجدۃ: ۲۳}، اور آپ کو معلوم ہے کہ یہ آیت حضرت موسی علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی، جو حضرت موسی کی زندگی پر کھلی دلیل ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی، اور مردے تو زندوں سے ملاقات نہیں کرتے، اور اس طرح کی کوئی آیت حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق نازل نہیں ہوئی".**

قادیانیت کا حضرت عیسی کے بارے آیت نہ ہونے کا خلط دعوی:

قرآن کریم میں بڑی صراحت کے ساتھ اس جیسی آیت حضرت عیسی علیہ اسلام کے بارے میں بھی موجود ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلۡمٞ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِۚ هَٰذَا صِرَٰطٞ مُّسۡتَقِيمٞ ﴾ {الزخرف: ٦١}. **ترجمہ:** اور یقیناً وہ قیامت کی علامت ہیں، تم ہرگز اس بارے میں شک نہ کرو، اور میری اتباع کرو، یہی صراط مستقیم ہے، {زخرف: ٦١}. یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کے نامِ نامی کے صراحت سے ذکر کے بعد ہے، اس سے قبل ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّونَ ﴾ {الزخرف: ٥٧}، لہذا یہ قادیانیت کا یہ قول بالکل غلط ہے کہ موسی جیسی آیت عیسی کے بارے میں نہیں ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ قادیانیت نے اس آیت: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُۚ ﴾ {آل عمران: ١٤٤}، **ترجمہ:** اور محمد ﷺ صرف رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے) {آل عمران: ١٤٤}، والی آیت سے جس طرح حضرت موسی کا ما قبل کے دیگر انبیاء سے اس آیت ﴿فَلَا تَكُن فِي مِرۡيَةٖ مِّن لِّقَآئِهِۦۖ ﴾ {السجدة: ٢٣}، کی بناء پر استثناء کیا ہے، اسی طرح ہم ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلۡمٞ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِۚ هَٰذَا صِرَٰطٞ مُّسۡتَقِيمٞ ﴾ {الزخرف: ٦١}. والی آیت سے حصرت عیسی علیہ السلام کا ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ {آل عمران: ١٤٤}، والی آیت سے استثناء کرتے ہیں، کہ ان کی وفات نہیں ہوئی ہے، اور وہ زندہ ہیں.

ثالثًا: قادیانیت نے اس آیت میں وارد لفظِ "خلا" کا معنی "مات" (مر چکا) کیا

ہے، جو سراسر غلط ہے، لغتِ عرب اور قرآن حکیم میں لفظِ "خلا" دو معنوں میں استعمال ہوا ہے:۔

(١) گزرنا.

(٢) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا.

تمام اہلِ لغت اور مفسرین لفظ "خَلا" کے یہی معنی کرتے ہیں، اسے "مر جانے" یا "معدوم ہو جانے" پر حمل نہیں کرتے، کیونکہ قرآن کریم میں دیگر کئی مقامات پر یہ کلمہ انہی معنی میں استعمال ہوا ہے.

"خلا" برائے انتقالِ مکانی:

انتقالِ مکانی کے معنی میں وارد لفظِ "خلا" جہاں پر کہ موت کا تصور بھی مستحیل ہے، جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَىٰ شَيَـٰطِينِهِمْ﴾ {البقرة:١١٩}، ترجمہ: جب وہ اپنے شیطانوں سے الگ ہو جاتے ہیں، نیز ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ ٱلْأَنَامِلَ مِنَ ٱلْغَيْظِ ۚ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ﴾ {آل عمران:١١٩}، ترجمہ: اور جب الگ ہوتے ہیں، تو تم پر اپنی انگلیاں غصہ کے مارے کاٹ کھاتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے غصہ ہی میں مرتے رہو، بے شک اللہ تعالی دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے. {آل عمران: ١١٩}.

"خلا" گزرنے کے معنی میں:

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَـٰكَ فِىٓ أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَآ أُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ ٱلَّذِىٓ

أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَهُمۡ يَكۡفُرُونَ بِٱلرَّحۡمَٰنِۚ قُلۡ هُوَ رَبِّي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ مَتَابِ ﴾ {الرعد: ۳۰}، **ترجمہ:** "اس طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں، تاکہ آپ ﷺ ان کو وہ (کتاب) پڑھ کر سنادیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہی، اور وہ لوگ رحمان کی ناشکری کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا، اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے".

نیز فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ كُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ هَنِيٓـَٔۢا بِمَآ أَسۡلَفۡتُمۡ فِي ٱلۡأَيَّامِ ٱلۡخَالِيَةِ ﴾ {الحاقۃ: ۲۴}.
ترجمہ: "تم کھاؤ اور پیو راحت کے ساتھ اس کے عوض جو تم نے گذشتہ ایام میں عمل کیا".

ان آیات میں لفظِ "خلا" اور "خلت" انتقالِ مکانی اور گزرنے کے معنی میں آئے ہیں، مرنے کے معنی میں نہیں، بلکہ موت کا تو یہاں تصور ہی نہیں، اس طرح آیت مبحوثہ عنہا میں تو "خلا" لغت کے اعتبار سے ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کے لئے ہوا، تو اگر حضرت عیسی علیہ السلام بھی عموم میں داخل ہوں، تو ان کا "خلا" زمین سے آسمان پر منتقل ہونا ہے، یہی "انتقال بالرفع" ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکا، جبکہ دیگر رسولوں کا "خلا" اس دنیا سے آخرت کی طرف انتقال سے ہوا، جو انتقال بالموت ہے.

رابعًا: آیت کے شانِ نزول اور اس کے مضمون میں تأمل کریں، تو حضرت عیسی علیہ السلام اس آیت کے موضوعِ سخن ہے ہی نہیں، یہ آیت غزوۂ احد میں

آنحضرت کی شہادت کی خبر پر بعض لوگوں کے اس زعم کے ردّ میں نازل ہوئی، کہ کوئی نبی وفات نہیں پا سکتا، قائلین کا یہ قول سالبہ کلیہ ہے، قائلین کا یہ زعم تھا، کہ نبوت اور وفات میں منافات ہے، اس کے رد کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، تو جب ان کا زعم یہ تھا، کہ نبوت اور وفات میں منافات ہے، لہذا کوئی نبی وفات نہیں پا سکتا، منطق میں یہ سالبہ کلیہ ہے، اس سالبہ کلیہ کی نقیض اور توڑ موجبہ کلیہ نہیں ہو گا، کہ رد میں یہ کہا جائے کہ سب نبی وفات شدہ ہیں، ایسا کہنا فصاحت کے خلاف ہے، بلکہ اس کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے، کہ کسی ایک (یا بعض) وفات شدہ نبی کا ذکر ہو جائے، یا بہت سے وفات شدہ رسولوں کا، جیسے کہ آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ﴾ {آل عمران: ١٤٤}، میں ہوا ہے، اور اس **کا ترجمہ یوں ہے:** "اور محمد ﷺ صرف رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے"، ۔ اس آیت کے مضمون اور محلِ نزول میں سب رسولوں کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ سب رسولوں کا ذکر خلافِ منطق اور خلافِ فصاحت وبلاغت ہے، لہذا قرآن حکیم نے جب بہت سے رسولوں کا ذکر کیا، تمام کا نہیں، اور غرض نبوت اور وفات میں منافات کو باطل کرنا تھا، تو بہت سے وفات شدہ کے ذکر سے کہ زعمِ باطل کہ "کوئی رسول نہیں ہوتا" کا ردّ بھی ہو گیا، اور ایک رسول خود ہی خارج ہو گیا، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام ان میں داخل ہی نہ ہوئے، کیونکہ ان کی حیات پر خصوصی آیات اور احادیث وارد ہیں، تو وہ عمومی دلیل میں وہ شامل نہیں ہوں گے، خصوصی دلیل عمومی دلیل پر راجح ہوتی ہے.

خامساً: یاد رہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام میں سے کسی ایک سے بھی حضرت عیسی

علیہ السلام کی موت کا عقیدہ منقول نہیں، تو اُن کے اس پر اجماع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، قادیانیت کی یہ کھلی کذبِ بیانی ہے، کہ صحابۂ کرام میں بالاجماع حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نزول سے پہلے ان کی وفات کے قائل تھے، اور ان کا اس بات پر اجماع رہاہے، حالانکہ صحابۂ کرام کا اجماع تو حضرت عیسی علیہ السلام کو زندہ آسمان کی طرف اٹھانے پر ہے، ہم ان کے اس اجماع کو حیاتِ عیسی علیہ السلام کے دلائل بیان کرتے وقت -ان شاء اللہ- ذکر کریں گے، اتنا یہاں کہتے ہیں کہ یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تو عین اسی وقت فرمایا کہ ہمارے رسول ﷺ کو اس طرح اٹھالیا گیا جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام کو اٹھالیا گیا تھا، جس سے صحابۂ کرام کا حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر اجماع ثابت ہوتا ہے نہ کہ وفاتِ عیسی پر.

رفع اور دیگر خرقِ عادت امور کے انکار پر محاسبہ:

قادیانیت کا حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع ونزول اور دیگر خرقِ عادت امور اور ان کے معجزات کو مستحیل سمجھ کر انکار کرنا، اور ان کی قبل از نزول موت کا قول کرنا، اور یہ کہنا کہ مردے زندہ نہیں ہوتے، اور نہ ہی وہ لوٹتے ہیں، وہ صرف قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کے دن ہی زندہ ہوں گے، تو اس قادیانی نقطۂ نظر کے بطلان کے لئے ہم کہتے ہیں.

اولاً: حضرت عیسی علیہ السلام کی موت تو تاحال واقع ہی نہیں ہوئی ہے، کہ ان کے بارے میں مذکورہ سوچ اور فکر رکھی جائے؟

رہے حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزات اور ان سے متعلقہ خوارقِ عادت امور تو وہ واضح، قوی اور قطعی قرآنی دلائل سے ثابت ہیں، اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنے خصوصی خطاب میں یوں فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ تُخْرِجُ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِى ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ {المائدہ: ۱۱۰}، **ترجمہ:** اور جب کہ تم میرے حکم سے مردوں کو نکال کی کھڑا کر لیتے تھے، اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تمہارے قتل واہلاک سے باز رکھا، جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر جو ان میں کافر تھے، انھوں نے کہا تھا کہ یہ سوائے کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں. {مائدہ: ۱۱۰}، تو اس آیت میں مردوں کو زندہ کر کے کھڑا کرنے کی سچی خبر دی ہے،

نیز اللہ تعالی نے خود ہی ان سے یوں کہلوایا، جو قرآن میں ثبت ہے: ﴿أَنِّى قَدْ جِئْتُكُم بِـَٔايَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّىٓ أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيْـَٔةِ ٱلطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًۢا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ ٱلْأَكْمَهَ وَٱلْأَبْرَصَ وَأُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِى بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ {آل عمران: ٤٩}، **ترجمہ:** "میں تم لوگوں کے پاس کافی دلیلیں لے کر آیا ہوں، تمہارے پروردگار کی جانب سے، اور وہ یہ ہیں کہ میں تم لوگوں کے لئے مٹی سے ایسی شکل بناتا ہوں جیسی پرندوں کی شکل ہوتی ہے، پھر اس کے اندر پھونک مار دیتا ہوں، جس سے وہ اللہ تعالی کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے، اور میں اللہ کے حکم سے اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو، اور برص (جذام) کے بیمار کو، اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو، اور میں تم کو بتلا دیتا ہوں جو کچھ اپنے گھروں میں کھا کر آتے ہو، اور جو کچھ رکھ کر آتے ہو، بلا

شبہ ان امور میں (میری نبوت کی) کافی دلیلیں ہیں، اگر تم ایمان لانا چاہو"۔- تو قرآن کریم کے واضح بیان کے بعد کسی مومن کو کیونکر ان کے وقوع میں تردد رہے، کہ ان سے یہ معجزات صادر نہیں ہوئے۔

رہا مردوں کا قبل از حیات زندہ ہونا: تو اللہ تعالی نے سورہ بقرہ میں مردے کو زندہ کرنے کا قصہ یوں ذکر فرمایا ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿ **فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَاۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِ اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ** ﴾ {البقرة: ۷۳}، **ترجمہ**: "سو ہم نے حکم دیا کہ اس کو اس کا کوئی ٹکڑا مارو، اسی طرح حق تعالی (قیامت میں) مردوں کو زندہ کر دیں گے، اور اللہ تعالی اپنے نظائر قدرت تم کو دکھلاتے ہیں، تاکہ تم عقل سے کام لیا کرو"۔

مردوں کو زندہ کرنے کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بھی قرآن کریم میں موجود ہے،﴿ **وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًاۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ** ﴾ {البقرة: ۲٦۰}، **ترجمہ**: "اور جب حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے؟ ارشاد فرمایا کہ کیا تم یقین نہیں لائے؟ انھوں نے عرض کیا کہ یقین کیوں نہ لاتا، لیکن اس غرض سے یہ درخواست کرتا ہوں، کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے، ارشاد ہوا کہ اچھا تم چار پرندے لو، پھر ان کو (پال کر) اپنے لئے ہلالو، پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو، اور پھر ان سب کو بلاؤ، (دیکھو) تمہارے پاس سب دوڑے چلے آویں گے، اور خوب

یقین رکھو اس بات کا کہ حق تعالیٰ شانہ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں".

ہمارے مذکورہ بیان اور ان تمام آیاتِ قرآنیہ سے اولاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہوئی، پھر وہ امر بھی لازم نہیں آتا، جسے قادیانی لازم سمجھ رہے ہیں، کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام وفات پا گئے تو کیسے دوبارہ آئیں گے ؟

ہم کہتے ہیں جب ان کی وفات ہوئی ہی نہیں تو ان کے نزول کی نفی کیسے ثابت ہو گی ؟ ہاں ان کا رفع قرآن سے ثابت ہے، لہذا نزول بھی ضرور ہو گا.

رہا قادیانیوں کا نبیٔ پاک ﷺ کے اس فرمان کو پیش کرنا کہ آپ نے فرمایا: **"لو کان موسى وعيسى حيين لما وسعهما إلاّ اتباعي"** کہ موسی اور عیسی زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، قادیانیت کے اس سے حضرت موسی اور حضرت عیسی دونوں کی زندگی کی نفی کرنے کے جواب میں.

ہم کہتے ہیں کہ:

اولاً: یہ مذکورہ روایت ایسی ہے کہ جس کی کوئی سند نہیں ہے، آپ ﷺ کا فرمان تو یہ ہے، کہ **"لو کان موسى حيا لما وسعه إلاّ اتباعي"** (مشکوۃ) کہ اگر موسی زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا.

ثانیاً: اگر یہ آپ ﷺ کا قول ہے تو یہ خود قادیانیت کے بھی خلاف پڑتا ہے، کہ وہ حیاتِ موسی کے قائل ہیں، لہذا ان کا جو جواب حضرت موسی کی زندگی ثابت کرنے کے لئے ہو گا، وہی ہمارا جواب حضرت عیسی کی زندگی کے متعلق رہے گا.

"توفی" کو "اِماتہ" کے معنی میں لینا:

رہا قادیانیوں کا حضرت عیسی کی "توفی" کو "اِماتہ" یعنی انہیں موت دینے کے معنی میں لے کر ان کی حیات کی نفی کرنا، اور ان کی "توفی" کو ایسے "قبض روح" کے ساتھ خاص کرنا، جو موت سے کنایہ ہو، یہ طرزِ استدلال خلافِ لغت، خلافِ نقل اور خلافِ اجماعِ امت ہے، لغت میں "توفی" کا معنی "قبضۂ تام" ہے، جو ایک عام مفہوم ہے، جسکی کئی صورتیں ہیں، یا وہ جنس ہے، جسکی کئی انواع ہیں، اور ہر نوع اس کے مناسب قرینہ سے متعین ہوتی ہے، ہاں! اسکی ایک صورت اجل کے وقت قبضہ میں لینا ہے، جو "**اِماتہ**" یعنی موت دینا ہے، ایک صورت نیند کے وقت ہے، جو سلانا ہے، اور جب اجل اور نیند کا وقت نہ ہو تو یہی "توفی" "رفعِ عیسی علیہ السلام" ہے، جو ان کا خاصہ ہے، اور اسکا تفصیلی بیان ہمارے محاضرہ "توفی"، "تفسیرات آیت توفی" اور "توفئ عیسی علیہ السلام" میں مذکور ہے، جن کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا، رہا قادیانیت کا "توفی" بمعنی "موت دینا" کو سلف وخلف کی طرف منسوب کرنا، اولاً ہم کہتے ہیں کہ بعض سلف کی طرف یہ نسبت نقل میں کھلی خیانت ہے، جیسے کہ قادیانیت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف "متوفيك أي مميتك" (تجھ کو دینے والا ہوں) کے نقل کرنے میں کھلی خیانت کی ہے، کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی اس آیت میں مراد بزبان ناقلین یہ ہے کہ الفاظ "رافعك" اور "متوفيك" میں تقدیم اور تاخیر ہے، یعنی "رافعك الآن" (میں اب تو آپ کا رفع کر رہا ہوں) اور رہا آپ کے آسمان سے نزول کے بعد تو آپ کو میں "متوفيك في آخر الزمان"

(آخری زمانہ میں وفات دوں گا) اسے اسحاق ابن کثیر اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور اس بات کو صاحب **"در منثور"** نے **ص/۳٦/۲** پر اس طرح تحریر فرمایا ہے.

لہذا جب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اپنے قول کی خود ہی مذکورہ تفسیر فرما رہے ہیں، تو قادیانیوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کے کلام کو اپنی خواہش کے مطابق ناقص بیان کریں، اور اس میں قطع وتردید سے کام لیں؟

رہے دیگر مفسرین تو انھوں نے "توفی" کے معنی "قبض تام" کے لیے ہیں، اور توفئ عیسی علیہ السلام کو ان کی "توفئ رفع" پر حمل کیا ہے، ہاں! تمام مفسرین میں سے کسی نے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان کے آسمان سے نزول سے قبل ان کی "توفی" کو موت دینے کے معنی پر محمول نہیں کیا، نہ ہی لفظِ "توفی" کے لغت میں معنی "اماتہ" (موت دینے) کے ہوتے ہیں.

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلۡأَنفُسَ حِينَ مَوۡتِهَا وَٱلَّتِي لَمۡ تَمُتۡ فِي مَنَامِهَاۖ فَيُمۡسِكُ ٱلَّتِي قَضَىٰ عَلَيۡهَا ٱلۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ ٱلۡأُخۡرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمًّىۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ {الزمر: ٤٢}.

ترجمہ: "اللہ تعالی ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت، اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی، ان کے سونے کے وقت، پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے، اور باقی جانوں کو ایک معیاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے، اس میں ان لوگوں کے لئے جو سوچنے کے عادی ہیں، دلائل ہیں".

وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی امام مالک رحمہ اللہ کی طرف نسبت:

قادیانیوں کا کہنا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں، تو یہ اس اہم موضوع پر قادیانیت کا سب سے بڑا جھوٹ ہے، اور ان کا امام مالک رحمہ اللہ پر کھلا اتہام ہے، کیوں کہ ایسی بات امام مالک رحمہ اللہ سے نہ تو ان کی مؤطا میں مذکور ہے، اور نہ ہی مدوّنہ میں منقول ہے، اور نہ ہی ان کے شاگردوں اور پیروکاروں کی کسی کتاب میں موجود ہے.

امام رازی رحمہ اللہ کی طرف نسبت:

قادیانیوں کا امام فخر رازی رحمہ اللہ کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ امام رازی رحمہ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع جسم کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور ان کی حیات کے قائل نہیں ہیں، یہ بھی ان کے مسلسل جھوٹ کی ایک کڑی ہے، کیوں کہ امام رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے "کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم کے آسمان کی طرف اٹھائے گئے، اور وہ وہاں پر تا حال زندہ ہیں، اور وہ ضرور واپس زمین پر اتریں گے".

نیز امام رازی لکھتے ہیں، کہ کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں، کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اٹھایا گیا جسم کو نہیں، اسی لئے صراحت کے ساتھ لکھنا پڑا کہ انہیں روح و جسم سمیت اٹھایا گیا، امام رازی کی اس واضح صراحت کے باوجود امام رازی کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے انکار کی نسبت کرنا ہرگز درست نہیں، لیکن یہ قادیانیت کی تھکی زبان ہے.

اسی طرح قادیانیوں کا اس عقیدے کو امام ابن حزم رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا بھی سراسر غلط ہے، وہ ان کی کسی کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیتے، یہ بھی مسلسل قادیانی جھوٹ کا ایک حصہ ہے، امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الفصل جلد دوم، ص/۲۰۶-۲۲۸/۲ میں تمام اہلِ اسلام کی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے عقیدہ کو تفصیل سے ثابت کیا ہے.

قادیانیت کا علامہ "**محمود آلوسی** رحمہ اللہ" کی طرف وفات مسیح کے عقیدہ کو منسوب کرنا، اور یہ کہنا کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کے منکر ہیں، یہ بھی قادیانیت کی انتہائی ڈھٹالی اور جھوٹ کی بدترین مثال ہے، اس لئے کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے دیگر اسلامی مفسرین کی طرح اپنی تفسیر میں حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کو پوری وضاحت سے ثابت کیا ہے، **وہ اپنی تفسیر جلد نمبر ۳، ص/۱۷۹ میں لکھتے ہیں**، کہ " صحیح اور درست بات وہی ہے جس کو امام قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر موت دیئے ہوئے بیداری کی حالت میں آسمان پر اٹھالیا، امام طبری کی بھی یہی رائے ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح طور پر یہی ثابت ہے".

قادیانیت کا اپنے عقیدۂ وفاتِ مسیح کو بعض اس دور کے اہلِ ادب، یا اہلِ قلم کی طرف منسوب کرنا کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے قائل رہے ہیں، اگر بالفرض ان کی طرف نسبت درست بھی ہو، تو ہم کہتے ہیں، کہ اس دور کے ان قلم کاروں کی امت کے راسخین اہلِ علم، سلف وخلف کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ نہ ہی یہ

لوگ ان اہم مسائل میں شرعی مرجعیت کی حیثیت رکھتے ہیں، لہذا ان شواذ کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں.

بلکہ ہم قادیانیوں سے پوچھتے ہیں، کہ:

دورِ جدید کے یہ اہل قلم جن کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے قائل رہے ہیں، انھوں نے تو مرزا غلام احمد کا دور بھی دیکھا ہے، کیا وہ مرزا صاحب پر ایمان لائے؟ یا انھوں نے اس بات کو مان لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی یا مہدی منتظر ہے؟ یا ان میں سے کسی ایک نے بھی مرزا غلام احمد کے اس دعوے کی تصدیق کی، کہ وہ مسیح موعود ہے؟ یا ان اہلِ قلم نے تو اس بات پر اتفاق کیا ہے، کہ بانی قادیانیت اپنے دعویٰ نبوت، دعویٰ میسحیت، دعویٰ مہدویت سبھی میں کذاب ودجال ہے؟ یقیناً اس کا جواب دوسرا ہی ہے، جسے قادیانیت جانتی ہے.

قادیانیت کے پیروکاروں کو ہماری مخلصانہ نصیحت:

ہم مذکورہ مسائل میں قادیانی مذہب کے پیروکاروں کو نصیحت کرتے ہیں، بلکہ ان سے درخواست کرتے ہیں، کہ ان مسائل میں تم بھی امتِ مسلمہ کی طرح ہو جاؤ، اور مرزا صاحب کی تکذیب وتردید میں تم اپنے انہی محبوب اہل قلم کی طرح ہو جاؤ، جنھوں نے مرزا غلام احمد کی اس کے دعووں اور اس کے مخصوص عقائد میں تکذیب کی، جس طرح تم اس سے پہلے امت مسلمہ کے حصّہ تھے، پھر سے حصہ بن جاؤ، اور حضرت عیسی علیہ السلام کی بغیر باپ کے ولادت اور ان کے معجزات پر

ایمان لانے، ان کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے، ان کے واپس اترنے، اور ان کے وہاں زندہ رہنے کے بارے میں پوری امتِ مسلمہ کی طرح عقیدہ رکھو.

ہم ابنائے ملت قادیانیت سے کہیں گے کہ ہر طرح کی خیر اور بھلائی حق اور صواب چیز کو اختیار کرنے، اور امت مسلمہ کے ساتھ وابستگی میں ہی ہے، رہا ان مذکورہ و دیگر اسلامی مسلمات سے انحراف تو اس میں سوائے ہلاکت اور شر ہی شر کے اور کچھ نہیں ہے، کیوں کہ جو اہل ایمان کے راستہ سے ہٹ گیا، وہ ادھر ہی چلا گیا، جدھر کا وہ ہو گیا، ہماری دعا ہے کہ حق تعالی شانہ ابنائے ملتِ قادیانیت کو امتِ مسلمہ کا حصہ بنادے، اور جملہ اہلِ ایمان کو اسلامی مسلمات پر ایمان میں استقامت سے رکھے، آمین.

وصلى الله وسلم على خاتم النبين، وعلى وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(تیسرا محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"آیۃ اللہ" حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق
امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ،
اور مرزا قادیانی کے نئے عقیدے کی اساس"

تیسرے محاضرہ کا خلاصہ:

۱) حضرت عیسی علیہ السلام اللہ تعالی کی حکمتِ بالغہ سے "آیۃ اللہ" ہیں.

۲) امتِ مسلمہ کا ثابت شدہ عقیدہ، اور مرزا غلام احمد قادیانی کا پہلا عقیدہ.

۳) مرزا غلام احمد قادیانی کا نیا عقیدہ اور اس کی بنیاد مرزا کے خود ساختہ الہامات.

۴) مرزا غلام احمد قادیانی کی نئے عقیدے سے انکا منشأ و مقصود.

۵) حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے قادیانیت کا صلیب کو ثابت کرنا.

٦) قرآن کریم کی صراحت سے نفئ صلیب، اور مرزا قادیانی کی خود ساختہ تأویل.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! ....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}

يقول الله عزّ وجل: ﴿ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴾ {مريم: ٢١}.

وقال تعالى: ﴿ وَالَّتِيٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَٰهَا وَٱبْنَهَآ ءَايَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴾ {الأنبياء: ٩١}.

﴿ وَجَعَلْنَا ٱبْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُۥٓ ءَايَةً وَءَاوَيْنَٰهُمَآ إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴾

{المؤمنون: ٥٠}.

وقال النبي ﷺ: "لينزلن فيكم عيسى ابن مريم".

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ تیسرا محاضرہ ہے، جسکا عنوان ہے، "**آیۃ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق امتِ مسلمہ کا اجماعی عقیدہ، اور مرزا غلام احمد قادیانی کے نئے عقیدہ کی بنیاد**".

خطبہ میں تلاوت کی گئی آیات واحادیث کا اردو ترجمہ: پہلی آیت: "فرشتہ نے کہا کہ یوں ہی (بچے کی پیدائش ہو جائے گی) تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے، اور ہم اسے اس طور پر پیدا کریں گے، تا کہ ہم اسے لوگوں

کے لئے ایک نشانی قرار دیں، اور اسے باعثِ رحمت بنائیں، اور یہ ایک طے شدہ بات ہے". {مریم:۲۱}.

نیز فرمایا:

ترجمہ: دوسری آیت: "اور مریم جس نے اپنی ناموس کو (مردوں) سے بچایا، (نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی)، پھر ہم نے ان میں (بواسطۂ جبریل) اپنی روح پھونک دی اور ہم نے ان کو، اور ان کے فرزند (عیسی علیہ السلام) کو دنیا جہان والوں کے لئے نشانی بنایا". {انبیاء: ۹۱}.

نیز ارشاد ربّانی ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُۥٓ ءَايَةً وَءَاوَيْنَٰهُمَآ إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴾ {المؤمنون: ٥٠}.

ترجمہ: تیسری آیت: اور ہم نے مریم کے بیٹے کو اور ان کی والدہ (یعنی حضرت مریم) کو عظیم نشانی قرار دیا، اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جاکر پناہ دی، جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی.

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ضرور تمہارے درمیان عیسی ابن مریم آئیں گے، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے "دین نصیحت" اور خیر خواہی ہی کا نام ہے.

ضروری تمہید:

جب اللہ تعالی کے بندے خالق سے غافل ہو کر اسباب اور مادّیات میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور وہ ان اسباب ہی میں قُدرت مؤثرہ کا اعتقاد پیدا کر لیتے ہیں، تو اللہ تعالی بندوں کی اصلاحِ کی خاطر اپنی قدرت اور نشانی کے وہ عجیب منظر ظاہر کرتا ہے

جن سے انسانی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں، اور مادّہ پرست لوگ اپنے باطل اعتقادات میں مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں، پھر ان کے کوتاہ ذہنوں پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے، کہ اللہ تعالی ہی "حق" ہے، وہی زبردست ہے، وہی حکمت والا ہے، وہی ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے، یہ حقیقت بھی ناقابلِ فراموش ہے کہ ہمارے خالق نے ہی ہمارے لئے ہمارا دین وضع فرمایا ہے، اور اس نے ہمارے لئے دینِ اسلام کو بطور نظامِ حیات کے پسند فرمایا ہے، اور اپنے وعدے کے مطابق وہی اس دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائیگا، اور یہ بھی اللہ تعالی کی حکمت ہے کہ اس نے دنیا جہان والوں کے لئے حضرت عیسی ابن مریم علیہما السلام کو اپنی قدرت کی ایک نشانی، اور آیت اللہ ہونے کا شرف بخشا، عربی کا لفظ "آیت" بہت سی چیزوں پر بولا جاتا ہے، یہ اللہ تعالی کی قدرت کی مظہر عجیب چیزوں پر بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ سورہ کہف میں ارشادِ ربانی ہے: ﴿ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَٰبَ ٱلْكَهْفِ وَٱلرَّقِيمِ كَانُوا۟ مِنْ ءَايَٰتِنَا عَجَبًا ﴾ {الکهف: ۹}. **ترجمہ:** "کیا آپ (یہ) خیال کرتے ہیں کہ غاروالے اور پہاڑ والے ہماری قابلِ تعجب نشانیوں میں سے تھے".

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر لفظ "آیت" حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے استعمال کیا گیا ہے، مندرجہ ذیل مقامات میں تأمل کیجئے.

۱) اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ ﴾ {مریم: ۲۱}. **ترجمہ:** "اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنادیں".

۲) فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ {الأنبياء: ۹۱}. ترجمہ: "اور وہ جس نے اپنے ناموس کا تحفظ کیا، پھر ہم نے ان میں (بواسطہ جبرئیل) اپنی روح پھونک دی، اور ہم نے ان کو اور ان کے فرزند (عیسی علیہ السلام) کو دنیا جہان والوں کے لئے عظیم نشانی بنادیا".

۳) ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ﴾ {المؤمنون: ۵۰}. ترجمہ: "اور ہم نے مریم کے بیٹے کو اور ان کی والدہ (یعنی حضرت مریم) کو عظیم نشانی قرار دیا، اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جاکر پناہ دی، جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی".

۴) اللہ تعالی کا یہ بھی فرمان ہے: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ {الزخرف: ۵۹}. ترجمہ: "حضرت عیسی علیہ السلام محض ایک بندے ہیں، جن پر ہم نے اپنا انعام کیا، اور ہم نے انہیں بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنایا".

حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے لفظِ "آیۃ" استعمال کرنے کی حکمت:

قرآن کریم نے اللہ تبارک وتعالی کی قدرت کے مظہر کے طور پر حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے لفظِ "آیت" یا لفظِ "مَثَل" استعمال فرمایاہے، حکمتِ الٰہی یہ ہے

کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے بیان کے مطابق ان کی ولادت خارقِ عادت کے طور پر بغیر باپ کے ہوئی، جس میں قرآن کریم پر ایمان رکھنے والوں، اور جناب نبئ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنے والوں کے لئے کسی قسم کا استغراب یا اچمبھ نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ خالقِ کائنات نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت کا مظہر قرار دیا ہے، لہذا (اولاً) ان کا خلافِ عادت معجزانہ طور پر بغیر باپ کے پیدا ہونا، (ثانیاً) ان کا گہوارے میں بات کرنا، (ثالثاً) ان سے عجیب معجزات کا صادر ہونا، جیسے مٹی سے پرندے بنا کر اس میں پھونکنا، اور ان کا اڑنے لگنا، (رابعاً) ان کا اللہ تعالی کے حکم سے کوڑھی اور برص والوں کو اچھا کر دینا، (خامساً) ان کا مردوں کو زندہ کر دینا، (سادساً) حق تعالی شانہ کا انہیں زندہ آسمان کی طرف اٹھالے جانا، (سابعاً) ان کو آسمان سے زمین پر دوبارہ اتارنا، یہ ایسے امور ہیں، جن میں آیت اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک امتیازی شان رکھتے ہیں، اور اللہ تعالی کی حکمت سے وہ ان امور میں بھی منفرد ہیں.

سچی بات تو یہ ہے کہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہماری اس تمہید کے بعد ان کے مذکورہ حالات میں زیادہ غور وخوض، اور بحث وتمحیص کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی، پھر حق تعالی شانہ کی خبر اور قرآن وسنت کے بیان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے میں ہی اہلِ ایمان کی سلامتی ہوتی ہے، ایمانیات، غیبیات اور روحانیات میں کہاں تک عقل انسان کا ساتھ دے سکتی ہے؟

ہماری اس تمہید کا خلاصہ یہ ہے: کہ جب قرآن کریم نے ہمیں بتا دیا کہ اللہ تعالی کی ذاتِ عالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو "آیت" قرار دیا ہے، اسی نے انہیں مذکورہ خصوصیات کے ساتھ خاص فرمایا ہے، تو اہلِ ایمان پر واجب ہے کہ وہ قرآن کریم کی خبر کی تصدیق کریں، اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں نبیٔ پاک ﷺ سے ثابت شدہ امور کو تسلیم کریں، اور تسلیم کرنا ہی رسولوں اور ان کے متبعین صادقین کا ہر دور میں شعار اور شیوا رہا ہے، دورِ اوّل سے آج تک یہی امت مسلمہ کا طریقہ رہا ہے، اور انشاء اللہ تا قیامت یہی خیرِ امت کا منہج اور طریقہ رہے گا، بلکہ خود قادیانی مذہب کا بانی اپنے لئے مسیحیت کا دعوی کرنے سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان تمام حقائق کا معترف رہا ہے، وہ بھی اس باب میں وہی عقیدہ رکھتا تھا، جو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں امتِ مسلمہ کا ہے، جسے قرآن وحدیث کے بیانات اور اجماع امت مسلمہ کی تائید حاصل ہے، پھر یہ بھی حکمتِ ربّانی ہی میں سے ہے کہ حق تعالی شانہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھوں دوبارہ اسلام کو غلبہ عطا فرمائے، اور وہ انہیں آخری زمانے میں تمام فتنوں کو ختم کرنے کے لئے استعمال فرمائے.

الغرض مرزا غلام احمد اپنے لئے مسیحیت کا دعوی کرنے سے پہلے امتِ مسلمہ کے عقیدے پر قائم تھا، اس کے عقیدے میں فساد اور بگاڑ اس وقت آیا جب اس نے خود اپنے لئے مسیحیت کا دعوی کر ڈالا.

مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنے اس عقیدے سے انحراف جو قرآن وسنت سے مؤید ہے:

خود مرزا غلام احمد نے اس قرآنی آیت: ﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ ﴾ {التوبۃ:۳۳}، **ترجمہ:** "وہ اللہ تعالی ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے"، **(مذکورہ آیت) کی تفسیر میں مرزا غلام احمد نے یوں لکھا ہے:**

> **"یہ آیت حضرت مسیح کے حق میں ملکی سیاست اور دینِ اسلام کے مکمل غلبہ کی خبر دے رہی ہے، جس غلبہ کا اس آیت میں ذکر ہے، اور یہ غلبہ حضرت مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا، اس طور پر کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے، تو ان کے ذریعہ دنیا کے تمام گوشوں اور حصّوں میں اسلام پھیل جائیگا".** ("براہینِ احمدیہ" مندرج در روحانی خزائن: ۱/۵۹۳).

مرزا غلام احمد قادیانی کی مذکورہ عبارت مکمل وضاحت کے ساتھ یہ بتا رہی ہے کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع، نزول، اور ان کی حیات کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا تھا، جو امتِ مسلمہ کا ہے، کیوں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول (آسمان سے اترنا) تو تبھی ہو سکتا ہے، جبکہ ان کو پہلے اٹھا لیا گیا ہو، او اٹھایا جانا اور واپس اترنا، یہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ ہونے کی علامت ہیں، اور یہی امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے.

نیز مرزا غلام احمد قادیانی امتِ مسلمہ کی طرح حیاتِ عیسی علیہ السلام کا اعتراف کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے:

"اور یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کے غلبہ کے طور پر ظاہر ہونے کی طرف اشارہ کر رہی ہے، یعنی لوگ اگر نرمی اور حسنِ سلوک سے نہیں مانیں گے، اور اس دین کی مخالفت کرتے رہیں جو واضح اور صاف دلائل کے ساتھ واضح ہو گیا، تو اس دور میں ایک وقت ایسا بھی آئیگا، کہ اللہ تعالی طاقت اور قوت کو کام میں لائے گا، اور حضرت عیسی علیہ السلام اپنے جلال کے ساتھ آئیں گے، اور پوری دنیا کو گندگی سے پاک کر دیں گے". ("براہینِ احمدیہ" مندرج در روحانی خزائن: ۶۰۱-۶۰۲/۱).

مرزا کے اپنے عقیدے کو تبدیل کرنے کی بنیاد، اور اس کا موازنہ:

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی عمر کے ۵۲ سال تک حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات، اور ان کے رفع ونزول کا قائل تھا، پھر اس نے امت کے اس مسلسل اور اجماعی عقیدہ کے برخلاف اپنے نئے عقیدے کی بنیاد قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول پر نہیں رکھی، بلکہ اس نے نئے عقیدے کی بنیاد اپنے الہامات کو قرار دیا.

جس کی تفصیل "روحانی خزائن "۶۰۲ / ۲۲، میں بحوالہ "حقیقتِ وحی کے تتمہ " میں یوں درج ہے، کہ:

"اس نے پہلا عقیدہ صرف اس لئے چھوڑا کہ اللہ تعالی نے واضح دلائل اور صریح الہامات کے ذریعہ اس عقیدے کو چھوڑنے پر اسے مجبور کر دیا".

نیز مرزا خود کہتا ہے:

"والله ما قلت قولاً في وفاة المسيح، وعدم نزوله وقيامي مقامه إلاّ بعد الإلهام المتواتر المتتابع النازل علي كالوابل، وبعد مكاشفات صريحة بينة منيرة، كفلق الصبح".

"بخدا حضرت مسیح کی موت اور ان کے واپس نہ اترنے اور میرے ان کی جگہ قائم مقام ہونے کو میں نے اسی وقت کہا جب مجھے لگاتار موسلادھار بارش کی طرح الہام ہوئے، اور سفیدۂ صبح کی طرح مکاشفات ہوئے". ("حمامۃ البشری" ص:۱۲، مندرج در "روحانی خزائن" ص: ۱۹۱/۷).

اور اس کا بیٹا مسیحیت اور نبوت کے بارے مرزا کے تبدیلی عقیدہ کے بارے "رسالہ الفضل" ٦/ ستمبر/ ۱۹۴۱ء میں یوں رقمطراز ہے:

"مسیحیت کے دعوی میں تبدیلی بذریعہ وحی مجبوراً آئی، اسی طرح وحی نے نبوت کے متعلق پہلے عقیدے کو بدل ڈالا".

قادیانیت کے ان مراجع سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان کے "رفع" یعنی ان کے اٹھائے جانے، پھر ان کے آسمان سے اترنے کے امتِ مسلمہ کے عقائد قرآن کریم اور حدیثِ نبوی سے ثابت شدہ ہیں، اور خود ۵۲ سال کی عمر تک مرزا کا بھی یہی عقیدہ رہا، لیکن اس پرانے عقیدے کو بدلنے پر مرزا کو اس کے الہامات نے، اور الہام بھیجنے والے نے مجبور کیا، اور وہ کون ہے؟ یہ بات اپنی ذات میں خود تأمل کئے جانے کی محتاج ہے، پھر خود مرزا نے جو کہ "براہینِ احمدیہ" کا مؤلف ہے، اس میں اپنا پرانا عقیدہ لکھا ہے، اور خود اپنی اس کتاب کی تعریف وتوثیق کی ہے، اس کا ملاحظہ ان سطور میں کیجئے.

مرزا قادیانی "براہین احمدیہ" کے مضامین کے بارے میں لکھتا ہے:

"بلاشبہ جو دلائل اور براہین اس کتاب میں لکھے گئے، اور جو سچی حقیقتیں اس میں ظاہر کی گئیں، وہ سب کی سب قرآن کریم کی آیات سے لی گئی ہیں".
("روحانی خزائن"۱/۱۲۹).

اسی طرح وہ اپنے بارے میں لکھتا ہے:

"والله يعلم إني ما قلتُ إلاّ ما قال الله تعالى، ولم أقل كلمة قط يخالفه، وما سها قلمي في عمري".

"اللہ جانتا ہے میں نے وہی کچھ کہا جو اللہ تعالی نے کہا، اور اس کی مرضی کے خلاف میں نے کبھی کوئی کلمہ نہیں کہا، اور نہ پوری زندگی میرے قلم نے کوئی غلط بات نہیں لکھی". ("حمامۃ البشری" ص:۹، "مندرج در "روحانی خزائن" ۷/۱۸٦).

نیز وہ یہ بھی کہتا ہے:

"وكلما قلت عن أمره، وما فعلتُ شيئاً من أمري".

"جب کبھی میں نے کوئی بات کہی اس کے حکم سے کہی، اور کوئی کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا". ("مواہب الرحمان" ص:۳، مندرج در "روحانی خزائن" ۱۹/۲۲۱).

ایک طرف تو یہ کہ براہین احمدیہ کے جملہ مضامین قرآن و سنت سے ثابت ہیں، جن میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ بھی ہے، مگر دوسری طرف مرزا غلام احمد اپنے اسی قرآن و سنت سے مؤید عقیدے کے بارے میں لکھتا ہے، کہ:

۱) "حیات مسیح کا عقیدہ جہالت سے بھرا ہوا ہے". ("ازالۃ الاوہام" ص:۱۲۲).

۲) "حیاتِ مسیح صریحی اور بدیہی طور پر نصوصِ قرآنی کے خلاف ہے". ("ازالۃ الاوہام" ص:۱۲۲).

۳) "حیاتِ مسیح کا عقیدہ قرآن کریم میں تحریف ہے، نہ تو اس پر کوئی آیت دلالت کرتی ہے، اور نہ حدیث، اور نہ کسی عالم اور مجتہد کا کوئی قول اس پر دلالت کرتا ہے، بلکہ حیاتِ مسیح کے قائل تحریف کرنے والے ہیں، اور ان پر اللہ کی لعنت ہے". ("حمامۃ البشری" ص:۱۸).

۴) "اکابرِ امت کی پہلی تین صدیوں میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ تھا ہی نہیں". ("حاشیہ حقیقۃ الوحی" ص:۹۵).

۵) "حیاتِ مسیح کا عقیدہ پوری صراحت کے ساتھ قرآن کے خلاف ہے". ("ازالۃ الاوہام" ص:۹۲۰).

۶) "حیاتِ مسیح کا عقیدہ الحاد ہے، اور قرآن میں تحریف ہے". ("تحفۂ گولڑویہ" ص:۷۲).

۷) "حیاتِ مسیح کا عقیدہ اور ان کا رفع (یعنی اوپر اٹھایا جانا)، اور نزول (واپس اترنا)، اس کی قرآن اور عقل تکذیب کرتی ہے". ("استفتاء" ص:۲، "تحفہ گولڑویہ" ص:۵۱).

۸) "فلسفۂ جدیدہ اور قدیمہ حیاتِ مسیح کے عقیدے کو محال سمجھتے ہیں". ("ازالۃ الاوہام" ص:۹۱۲).

۹) "حیاتِ مسیح کا قائل ہونا، اور "توفی" کو "موت" کے علاوہ پر محمول کرنا بڑی حماقت ہے، بے وقوفی ہے". ("حمامۃ البشری" ص:۱۷).

۱۰) "حیاتِ مسیح کا عقیدہ فاسد عقیدہ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اس کی روایتیں متناقض ہیں. ("ازالۃ الاوہام" ص:۹۹۵).

"براہینِ احمدیہ" اور قادیانیت:

مرزا صاحب کی یہ جارحانہ رائے "براہینِ احمدیہ" میں لکھے ہوئے ان کے پہلے عقیدہ کے بارے میں یہ بھی ہے، یاد رہے کہ "براہینِ احمدیہ" وہ کتاب ہے جس کے بارے میں اس کی یہ رائے ہے:

"پھر یہ کتاب "براہینِ احمدیہ" نصرت دین کے جذبہ سے لکھوائی گئی تھی".
("آئینہ کمالات اسلام": ص:۵۴۷).

"یہ کتاب "مہمات دینیہ" کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں، بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں، اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے، وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں". ("براہینِ احمدیہ" ص:۱۳۶ مندرج در "روحانی خزائن" ص:۱/۱۲۹).

"سواب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً وباطناً حضرت رب العالمین ہے".
("روحانی خزائن" ص:۱/۶۷۳).

"کتاب "براہینِ احمدیہ" کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم اور مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے، جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے". ("اشتہار ملحقہ سرمہ چشم آریہ" ص:۳ مندرج در "روحانی خزائن"

ص:۳۱۹/۲).

اس کتاب کے بارے میں یہ تصریح بھی ہے:

"وہ قطبی یعنی نجم قطبی کے مانند ہے، جو ہلنے والا نہیں، بلکہ مستحکم ہے".

("براہینِ احمدیہ"۲۴۹،و"روحانی خزائن"۲۷۵/۱).

بہر حال مرزا کا نیا عقیدہ جو اس کے پرانے عقیدے کے بھی خلاف ہے، اور کتاب وسنت اور امتِ مسلمہ کے اجماعی عقیدے کے بھی معارض ہے، مرزا صاحب کی اس میں مرجعیت اور بنیاد صرف اور صرف اس کے اپنے الہامات ہیں.

چونکہ مرزا صاحب کے دونوں عقیدے (قدیم وجدید) مکمل طور پر متناقض ہیں، جس کی بنا پر قادیانی مذہب کے پیروکاروں پر لازم ہے، کہ ان دونوں عقیدوں کے درمیان موجود تناقض پر غور کریں، پھر اس شخص کی حقیقت کے بارے میں فیصلہ کریں، جو اپنی پیدائش سے لیکر "براہینِ احمدیہ" کی تالیف تک، پھر تالیف کے بعد بھی ایک مدت تک ایک عقیدے پر قائم تھا، اور جس وقت اس نے وہ عقیدہ "براہینِ احمدیہ" میں لکھا، وہ دعوی کرتا رہا کہ وہ صاحبِ الہام ہے، اور اس سے غلطی نہیں ہوتی، اور اس نے یہ کتاب اصلاح اور تجدید دین کے لئے لکھی ہے، پھر اس نے ایک لمبی مدّت کے بعد اس عقیدے پر یہ حکم کیوں لگایا، کہ وہ بڑی جہالت ہے؟ وہ قرآن کریم میں تحریف اور الحاد ہے؟ اور یہ کہ وہ فلسفۂ قدیمہ اور جدیدہ کے خلاف ہے؟ اور یہ کہ وہ بے وقوفی ہے؟ اور اس عقیدے کے ماننے والوں پر اللہ تعالی کی لعنت ہے؟

ملتِ قادیانیت کے پیروکاروں پر لازم ہے کہ وہ اس صورتِ حال پر بار بار غور

کریں، نیز اس شخص کے بارے میں بھی جو بایں طور صاحبِ تناقض ہے، وہ مہدی ہونے کا مدعی ہے، وہ نبی اور مسیح موعود ہونے کا بھی دعویدار ہے، وہ تو اس بات کا بھی دعویدار ہے کہ وہ محمد ﷺ کا بروز ہے، وہ تمام انبیاء کا مجموعہ ہے، ان امور میں غور کرنے والے یقیناً وہی کہیں گے.

جو ہم کہتے ہیں:

کہ اگر یہ صاحبِ تناقض اللہ تعالی کی طرف سے الہام والا ہوتا، یا اللہ تعالی کے صادق بندوں میں سے ہوتا، تو اس کے کلام میں یہ تناقض نہ پایا جاتا، نہ ہی وہ اپنے پہلے عقیدے کو جسے شرعی ادلّہ کی تائید حاصل ہے، اور جو قرآن وسنت سے ثابت ہے، اور جس پر امت کا اجماع ہے، خود اپنے الہامات کی بنا پر ترک کر دیتا، پھر ایسا شخص اگر صاحبِ ایمان ہوتا، تو وہ اپنے ذاتی الہامات کی بنیاد پر قرآن وسنت سے ثابت عقائد کی مخالفت نہ کرتا، پھر وہ امت مسلمہ کے مسلَّمہ عقائد کے برخلاف محض اپنے الہام کرنے والے، اور اسے وحی بھیجنے والوں کو راضی کرنے کی خاطر، جنھوں نے اسے نبوت، مسیحیت اور مہدویت کا دعوی کرنے پر ابھارا، کبھی بھی اپنے سابقہ عقائد حقہ کو نہ چھوڑتا.

ہاں! اگر یہ شخص پختہ مومن اور حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا سچا پیروکار ہوتا، تو یقینی طور پر اپنے الہام بھیجنے والے کے الہام اور اس کی وحی کو ردّ کر دیتا، اور اپنے سابقہ عقائد جن میں سے حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع، ان کا نزول، اور ان کی حیات کا عقیدہ تھا، ان میں جرح وقدح نہ کرتا.

مگر بات صرف اتنی ہی نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنا سابقہ عقیدۂ حقہ ترک کر دیا، اس نے اس عقیدہ کی جگہ ایک متناقض عقیدہ لا کر کھڑا کر دیا، پھر سابقہ حقّہ عقیدے کی مخالفت میں میدانِ کارزار برپا کر دیا، نیز اس عقیدے کے قائلین اور ماننے والوں کو بے وقوف اور کافر کہنے لگا، اور ان تمام حضرات پر مذکورہ دس احکام ثبت کرنے لگا، جو ہم نے نمبروار ذکر کیے ہیں.

ایک اہم سوال اور اس کا جواب:

ایک اہم سوال جو یہاں پر خود بخود قائم ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے آخر حضرت مسیح ابن مریم کی حیات، ان کے رفع ونزول، اور عقیدۂ ختمِ نبوت، اور مہدی منتظر کے بارے میں اپنا پہلا عقیدہ کیوں بدلا؟ پھر وہ بھی محض اپنے الہامات کی بنیاد پر کسی شرعی حجت اور قرآن وسنت کی نصوص کی سند کے بغیر؟

ہم کہتے ہیں:

اس کے جواب کے لئے ہمیں مرزا قادیانی کے دعووں اور تحریرات کے اسلوب وانداز میں غور کرنا ہوگا، یہی تأمل ہمیں سہولت سے مذکورہ سوال کے جواب تک پہنچا دیتا ہے، جو بالکل واضح ہے، کہ اس صاحبِ تناقض نے جب اپنے الہام اور وحی بھیجنے والے کیلئے اپنا سر تسلیم خم کر دیا، پھر اپنے آپ کو حضرت مسیح ابن مریم کے قائم مقام ٹھہرالیا، اور اپنے آپ کو نبیٔ خاتم ﷺ کا بُروز قرار دے دیا، نیز ان دعووں کے ساتھ ساتھ اپنے بارے میں یہ بھی کہا کہ وہ مہدی منتظر ہے، تو اس خود

ساختہ شرعی مرجعیت کے مقام تک پہنچنے کیلئے سابقہ عقیدوں کے ہوتے ہوئے ناممکن عمل تھا، اور چونکہ وہ کتاب وسنت سے مؤید اور ثابت عقائد تھے، لہذا اسے اپنے الہامات کا سہارا لینا پڑا، پھر مرزا غلام احمد نے اپنے دور کے جملہ علمائے اسلام، اہلِ حمیت وغیرت مسلمانوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا، انہیں بدنام کیا، ان کے عقائد کو موردِ طعن ٹھہرایا، اور یہ مذموم سعی کی، کہ ان کے عقائد کو باطل ٹھہرا کر نئے عقائد بنامِ تجدیدات کے پیش کر دیئے، تاکہ وہ اسلام کے نام پر اسلام اور اہلِ اسلام کو بدنام بھی کرے، اور اپنے لئے مقام مرجعیت بھی حاصل کرلے، اس طرح پھر وہ اپنے نگرانوں کی خدمت کر سکے، یوں وہ استعمار کے دائرے کی توسیع کا سبب بنے، اور اسکی نوآبادیات میں وہ اس کے لئے پر امن ماحول فراہم کرے، نیز وہ استعمار کا ساتھ دینے والے افراد کی ایک جماعت کو تیار کرے، اور اسے حقیقی اسلام اور اہلِ دین عوام وخواص کے مقابلہ میں لاکر کھڑا کرے، ظاہر ہے کہ اس مقصد تک رسائی کتاب وسنت کے ذریعہ سے تو نہیں ہو سکتی تھی، لہذا اس نے اپنے لیے خود ساختہ نئے عقائد وضع کر لیے، اور پرانے عقیدوں کو مطعون کیا، اور اس مقصد کی خاطر اس نے اپنے الہامات، اپنے کشوفات، اور اپنی وحی کو مرجع قرار دیا.

آغاز کس طرح سے کیا:

یہ مسئلہ ہمارے اس محاضرے کا اصل موضوع ہے کہ وہ کونسا امر ہے، جس سے مرزا غلام احمد نے اسلامی مسلّمات، حیاتِ عیسی، رفعِ عیسی اور نزولِ عیسی پر رد کے لئے آغاز کیا؟ اور اپنے جدید عقائد کے لئے راستہ ہموار کیا؟ وہ بنیادی چیز جس پر

اس نے اپنے نئے عقیدے کی اساس رکھی؟ اور جو امر اس کے نئے عقیدے کا مبدأ اور بنیاد قرار پایا، وہ ہے حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ عالی کی طرف صلیب کی نسبت کو ثابت کرنا، اور انہیں صلیب پر لٹکایا ہوا ثابت کرنا.

لہذا ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم اپنے آئندہ کے محاضرات میں حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات، ان کے رفع اور ان کے نزول پر قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل کو بیان کرنے سے پہلے اس محاضرے کی بقیہ سطور میں اُس قادیانی بنیاد کے باطل ہونے کے دلائل بیان کریں، جو مندرجہ ذیل ہیں.

ادلّہ برائے ابطال نسبت صلیب عیسی علیہ السلام:

اس میں ہرگز شک نہیں ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف صلیب کی نسبت کرنا انتہائی بے بنیاد اور بے اصل بات ہے، یہ ایسا امر ہے جس کی قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ نفی کی ہے، قرآن کہتا ہے ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾، انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر نہیں چڑھایا، مگر مرزا قادیانی نے کس طرح اس واضح قرآنی صراحت کا انکار کر دیا؟ اس نے اہلِ انحراف کا معروف طریقۂ تأویل اختیار کیا، مرزا صاحب نے لفظِ "صلب" میں لغت اور نقل کے سراسر خلاف تاویل کرکے کہا کہ "صلب" کا معنی "صلیب پر موت کا واقع ہونا" ہے، اور صلب کی نفی کا مطلب یہ ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی، مگر آپ صلیب پر لٹکائے گئے، آپ کے دشمن آپ تک پہنچ گئے، وہ آپ کو بے حرمت کرنے، طمانچے رسید کرنے اور گالیاں دیکر صلیب پر لٹکانے میں کامیاب ہو گئے

تھے، تو یوں مرزا قادیانی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں کے ان کی ذاتِ مقدسہ تک پہنچنے کا اثبات کر دیا، اور کہا کہ انہوں نے ان کو سولی پر لٹکانے کے بعد اتار لیا، لیکن ان کی موت واقع نہیں ہو سکی، اس طرح مرزا غلام احمد نے قرآن وسنت کی تصریحات کے بر خلاف حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان کے دشمنوں کی کامیابی کا کھلے طور پر اقرار کیا، اور اس امر کی کھلی تردید بھی کی، کہ اللہ تعالی نے "جو بہترین تدبیر کرنے والا ہے"، وہ حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں کے نرغے سے نہ بچا سکا، وہ صلیب پر لٹکائے گئے، پھر صلیب سے زخمی حالت میں اتارے گئے، جس کے بعد انھوں نے اپنے زخموں کا علاج کیا، اور کشمیر کی طرف بھاگ نکلے، اور وہیں "سری نگر" میں ان کی موت واقع ہوئی، اور وہیں پر دفن ہوئے.

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اس گھڑی ہوئی کہانی کے ابطال سے پہلے جو کہ کتاب وسنت کے سراسر خلاف ہے، اور امت مسلمہ اور مرزا قادیانی کے پہلے عقیدے کے بھی سراسر مناقض ہے، اور اللہ تعالی جو خیر الماکرین ان کی تدبیر کے بالکل معارض ہے، ہم اس امر کو نقل کرتے ہیں، جسے مرزا قادیانی نے اپنے اس نئے عقیدے کے لئے مرجع بنایا، تاکہ قادیانیت کی حقیقت پر اطلاع کی خواہش رکھنے والوں پر واضح ہو جائے، کہ مرزا غلام احمد نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور امت مسلمہ کے مسلّمات کو چھوڑ کر اپنے نئے عقیدہ میں صرف اسفارِ محرفّہ پر اعتماد کیا ہے.

وہ "ازالۃ الاوہام" مندرج در "روحانی خزائن "۲۹۵-۲۹۶/ ۳ میں لکھتا ہے.

"اور اس کے بعد بلاطوس نے آخری قرارداد کے لئے بیٹھک بلائی، اور بے وقوف مولویوں، جاہلوں اور فقہاء کو بہت سمجھایا کہ وہ مسیح کا خون کرنے سے باز رہیں، لیکن وہ باز نہ آئے، بلکہ یہ کہتے ہوئے چیخنے لگے کہ اس کو سولی دینا ضروری ہے، کیونکہ یہ دین سے مرتد ہو گیا، اور اس وقت بلاطوس نے پانی مانگا، اور اپنے ہاتھ دھوئے، اور بولا دیکھو میں اپنے ہاتھ اس کے خون سے دھوتا ہوں، تو یہود اور فقہاء اور علماء نے کہا، ہم پر اور ہماری اولاد پر اس کا خون لازم ہے، پھر مسیح ان حوالے کر دیے گئے، تو ان کے کوڑے لگائے گئے، اور گالی گلوچ دی گئی، اور ان کی اتنی توہین کی گئی جتنی اس وقت مولویوں اور فقہاء کے ذریعہ تجویز کی گئی، اور سب نے دیکھا کہ مسیح سولی کے لئے تیار تھے، اور جمعہ کا دن تھا، اور عصر کا وقت تھا، اور اس دن یہود کی عید فصیح کا دن بھی ٹکرا گیا، اس لئے یہود کو زیادہ فرصت نہ تھی، تو یہود نے ان کو اور دو چوروں کے ساتھ سولی دینے میں جلدی کی تا کہ جثوں کو شام سے پہلے اتار لیں".

اس قادیانی وضاحت سے پہلی بات یہ سمجھ میں آئی کہ مرزا قادیانی کو کس قدر علماء پر غصہ اور فقہاء سے بغض ہے؟ کیوں کہ یہی حضرات اس کے اور اس کے مقاصد کے مابین حائل رہے.

نیز قادیانی مذکورہ وضاحت سے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں مندرجہ ذیل امور بھی ذکر ہوئے ہیں:

۱) حضرت عیسی علیہ السلام کو کوڑے لگائے گئے.

۲) ان کو گالی گلوچ بھی دی گئی.
۳) ان کو طمانچے بھی مارے گئے.
۴) ان کا مزاق بھی اڑایا گیا.
۵) ان کو صلیب پر بھی لٹکایا گیا.

ہمارا موازنہ:

حق تعالی نے تو فرمایا، کہ "میں نے بنی اسرائیل کو حضرت عیسی علیہ السلام سے ہٹائے رکھا، نیز فرمایا کہ اللہ تعالی بہترین تدبیر والا ہے"، مگر قادیانیت کا بیان اللہ تعالی کی تدبیر کے ساتھ کھلا استہزاء اور مزاق ہے، علماء امت اور فقہاء امت کے ساتھ کھلی عداوت اور بغض ہے، جس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کی واضح طور پر اہانت ہے، جبکہ قرآن کریم کی شہادت اور نصوصِ قطعیہ قادیانی صراحت کے بالکل معارض ہیں، قرآن کریم میں حق تعالی شانہ کا ارشاد گرامی ہے، ﴿ وَمَكَرُوا۟ وَمَكَرَ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَـٰكِرِينَ ﴾ {آل عمران: ٥٤}، **ترجمہ**: "اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالی سب تدبیر کرنے والوں میں سے بہترین ہیں"، **{آل عمران:۵۴}**.

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ إِنْ هَـٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ {المائدہ: ١١٠}، **ترجمہ**: "اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا، جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر ان میں سے جو کافر تھے، انھوں نے کہا تھا کہ یہ سوائے کھلے جادو کے

اور کچھ بھی نہیں"، {مائدہ: ۱۱۰}.

نیز ارشادِ ربانی ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۖ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴾ {آل عمران: ٥٥}، ترجمہ: "جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا: اے عیسی میں تمہیں بتمام قبضہ میں لینے والا ہوں، اور تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں، اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو (تمہارے) منکر ہیں، پھر تم سب کی واپسی میری طرف ہوگی، سو میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے"، {آل عمران:۵۵}. ان آیات کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں، جن کو ہم مناسب موقع پر ذکر کریں گے.

یہاں پر ہماری غرض صرف مرزا قادیانی کے جدید عقیدے کی اصل بنیاد کا بیان اور ابطال ہے، جو اس نے قرآن حکیم کی نصِ صریح کے بر خلاف، نیز لغت اور نقل سے انحراف کرتے ہوئے اختیار کی، اور یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا گیا، مگر اس سے ان کی موت واقع نہیں ہوئی، اور یہ مرزا کی طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے لئے صلیب پر لٹکائے جانے کا اثبات ہے، جسکی قرآن کریم نے صراحت سے نفی کی ہے.

"ان شاء اللہ" ہم اپنے آئندہ کے محاضرات میں اس قادیانی مبدأ اور اساس کے ابطال کے مزید ردود بھی پیش کریں گے، اللہ تعالی کا شکر ہے کہ یہاں تک ہم

نے خوارقِ عادت امور کے بارے میں نہایت اہم اور ضروری تمہید، پھر حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی سے متعلقہ بعض خوارقِ عادت امور کے بیان کے ساتھ ساتھ مرزا قادیانی کے جدید عقائد کی اولین بنیاد کا ذکر، اور اس کا ابطال بھی کر دیا ہے.

اللہ تعالی کی طرف سے درود وسلام ہوں نبئ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر. یقیناً حق تعالی شانہ حق وسچ کو ہی غالب فرمائیں گے.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(چوتھا محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر لٹکائے جانے کے قادیانی عقیدے کا بطلان اور اہلِ اسلام کے دلائل"

چوتھے محاضرہ کا خلاصہ:

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سولی دیئے جانے کی نسبت کی عدم صحت کی پہلی دلیل.

۲) دوسری دلیل اللہ تعالی کا فرمان: ﴿وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا ٱلۡمَسِيحَ عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ﴾ {النساء: ١٥٧}.

۳) یہود کے وہ افعال اور اقوال جو اللہ تعالی کے غضب کا سبب بنے.

۴) مذکورہ آیت میں قتل اور سولی دیئے جانے کی نفی کی حکمت.

۵) تیسری دلیل آیت الکف: ﴿وَإِذۡ كَفَفۡتُ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذۡ جِئۡتَهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡهُمۡ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا سِحۡرٞ مُّبِينٞ﴾ {المائدہ: ١١٠}، میں لفظِ "کف" کو اختیار کرنے کی حکمت.

۶) آیت الکف کی تفسیر.

۷) چوتھی دلیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا اور آخرت میں (وجیہ) باآبرو ہونا.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿ وَمَكَرُوا۟ وَمَكَرَ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴾ {آل عمران: ٥٤}، قال الله جلّ وعلا: ﴿ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ ﴾ {النساء: ١٥٧}.

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

اللہ تعالی کا فرمان ہے: **ترجمہ:** "اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالی سب تدبیر کرنے والوں سے بہترین ہیں". **{آل عمران:۵۴}.**

نیز ارشادِ ربانی ہے: **ترجمہ:** "اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ تعالی کے رسول ہیں قتل کر دیا". **{نساء:۱۵۷}.**

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "دین خیر خواہی ہے".

یہ "دین بھلائی ہے" اس سلسلہ کا چوتھا محاضرہ ہے، جس کا عنوان ہے، **"حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر لٹکائے جانے کے قادیانی عقیدے کا بطلان، اور اہلِ اسلام کے دلائل".**

حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دیئے جانے کی نسبت کرنے، اور ان تک ان کے دشمنوں کی رسائی کے ابطال کی پہلی دلیل:

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَمَكَرُوا۟ وَمَكَرَ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴾ {آل عمران: ٥٤}، : **ترجمہ:** "اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالی سب تدبیر کرنے والوں سے بہترین ہیں. {آل عمران:۵۴}.

تاریخ میں جن حضرات نے حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" کو "انہیں موت دینے" کے معنی پر حمل کیا، اور انہوں نے ان کے آسمان پر "رفع" (اٹھائے جانے) کا انکار کیا، نیز ان کے لئے ان کے آسمان سے نزول سے قبل ان کی وفات کو ثابت کرنے کی کوشش کی، جیسے کہ سر سید احمد خاں اور مرزا غلام احمد قادیانی یا آج کے بعض اہلِ قلم، تو ان کے اس رویّہ کا سبب یا تو یہ کہ انہوں نے اس بارے میں قرآن وحدیث کے بیان پر اعتماد نہیں کیا، انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے امتِ مسلمہ کے متواتر طور پر ثابت عقائد کو تسلیم نہیں کیا، اور ان کی یہ خام خیالی ہے کہ یہ لوگ تحقیق میں اکابرِ امت سے بڑھ گئے ہیں، یا پھر ان کے ہاں ان کے عقائد کی بنیاد ان کا تحریف شدہ اسفارِ قدیمہ پر اعتماد ہے، یوں یہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی دیئے جانے کی نسبت کو درست ثابت کرکے قرآن وسنت کی واضح تصریحات کی تکذیب کرتے ہیں، ان کے ہاں خارقِ عادت امور کے واقع ہونے کا امکان ہی نہیں، رہی کتاب وسنت کی تصریحات تو ان میں یہ لوگ تاویل سے کام لیتے ہیں، وہ اللہ تعالی کے صریح فرمان: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ {النساء: ١٥٧}، (اور نہ انھوں نے ان کو سولی پر چڑھایا)، اور باری تعالی کے اس قول﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ

اَللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ﴾ {النساء: ۱۵۸}. ترجمہ: "بلکہ اللہ تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ تعالی زبردست ہیں حکمت والے ہیں" میں بھی تاویل کرتے ہیں.

لہذا ہم **اولاً**: کہتے ہیں کہ تحریف شدہ اسفارِ قدیمہ پر اعتماد کرنا.

ثانیاً: قرآن کریم اور حدیث نبوی کے بیان کو ترک کرنا.

ثالثاً: اور نفیٔ صلب اور اثباتِ رفع کے معنوں میں تاویل کرنا، یہ اہلِ ایمان کا طریقہ نہیں ہے.

رابعًا: اس عالم میں پیش آنے والے ماضی کے واقعات کے بارے میں، اور قرآن وحدیث کی اخبار کے بارے میں امتِ مسلمہ کا طریقہ صرف اور صرف شرعی مراجع پر ہی بلا تاٌویل مکمل اعتماد کرنا ہے.

خامسًا: یہ امر یقینی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں مذکورہ امور تقریباً دوہزار (۲۰۰۰) سال پہلے کے ہیں، جس میں بہت سے گروہ اور جماعتوں نے اختلاف بھی کیا ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے پہلے محاضرے میں بیان کر چکے ہیں، لہذا حق اور درست بات تک پہنچنے کا واحد راستہ اور درست طریقہ صرف یہی ہے کہ اس قصہ کے بارے میں صرف اس بات پر اعتماد کیا جائے، جو شرعاً معتبر اور معتمد ہو، اس سلسلہ میں محض اسفارِ قدیمہ پر اکتفاء نہ کیا جائے، جو کہ تحریف اور تبدیل سے محفوظ نہ رہ سکے.

اسلامی نقطۂ نظر:

اہلِ اسلام کی نظر میں اس جیسے قصہ اور دیگر معاملات کی درست تفصیل جاننے

کے لئے **اولاً:** قرآن کریم پر اعتماد کیا جائے، کیونکہ یہی احسن القصص اور احسن الحدیث ہے، یہ اس ذات عالی کا کلام ہے: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ {النساء: ۱۲۲}. جس سے بڑھکر کسی کی بات سچی نہیں ہو سکتی، ہر چیز پر اس کی نظر ہے.

ثانیاً: قرآن کریم کے بیان کے بعد پھر نبئ خاتم ﷺ کی حدیث پر اعتماد کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر قرآن کریم کی تفصیل وبیان بھی نازل فرمایا ہے.

ثالثاً: ان اسفارِ قدیمہ کی خبروں کو دیکھا جائے، مگر بایں طور پر کہ وہ قرآن کریم اور حدیث کے خلاف نہ ہوں، اب دیکھنا یہ ہے، کہ اس عظیم نبی (حضرت عیسی علیہ السلام) کے متعلق اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ پھر علماء تفسیر نے اپنی تفسیروں میں اس کو کیسے ذکر فرمایا ہے؟ قادیانی حضرات خود ہی ان میں سے بعض کے مجدد ہونے کے بھی قائل ہیں.

امتِ مسلمہ کے نقطۂ نظر کی پہلی دلیل:

حضرت عیسی علیہ السلام کے موضوع پر ہماری اولین دلیل باری تعالی کا یہ ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ {آل عمران: ٥٤}، **ترجمہ:** "اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالی سب تدبیر کرنے والوں سے بہترین ہیں". ہم اس آیت کے مضمون میں تأمل کرتے ہیں، تاکہ عوام وخواص پر حق وصواب واضح ہو جائے، پھر ہر طالبِ حق اس کی روشنی میں ہی اپنا عقیدہ پختہ کرے، یاد رہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں کی تدبیر تو یہ تھی کہ ان کو قتل کر دیا جائے، یا سولی پر چڑھا دیا جائے، لیکن

اللہ تعالی کی تدبیر یہ تھی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں کی ہر بری تدبیر قتل اور سولی سے محفوظ رکھا جائے، اور یہ امر بھی قرآنی بیان سے ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالی کی تدبیر ہی حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں کامیاب رہی، کیونکہ اللہ تعالی تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہترین ہے، وہی غالب حکمت والا ہے.

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (جو قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں).

"کہ "مکر" مضبوط اور مکمل تدبیر کا نام ہے، لیکن عرف عام میں "مکر" اس تدبیر کو کہا جاتا ہے، جہاں دوسروں کو شر پہنچانا مقصود ہو، تو یہود کا مکر و تدبیر حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں انہیں قتل اور سولی سے ہمکنار کرنا تھا، جبکہ اللہ تعالی کی تدبیر حضرت عیسی علیہ السلام کی ان کے شر سے حفاظت کرنا تھا، لہذا اللہ تعالی کی محکم تدبیر ہی حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے بہترین ثابت ہوئی، جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ {المائدہ: ۱۱۰}، ترجمہ: "اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا، جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے، پھر ان میں جو کافر تھے انھوں نے کہا کہ یہ شخص سوائے کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں ہے"، تو اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ان دشمنوں کی مکر و تدبیر سے بچالیا، اور محفوظ فرمالیا".

صاحبِ کشاف نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: (یہ بھی قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں).

"کہ یہود کی تدبیر و مکر یہ تھا کہ انھوں نے ان کو ان لوگوں کو سونپ دیا تھا،

جو انھیں دھوکہ اور غفلت میں قتل کردیں".

ایساہی امام ابن کثیر، جلالین، مدارک التنزیل، تفسیر کبیر اور جامع البیان وغیرہ نے بھی ذکر کیاہے.

صاحبِ کشاف اللہ تعالی کے اس مکر و تدبیر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر اس طور پر فرمائی، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا، اور انکی شباہت اس شخص پر ڈال دی جس کے قتل کا اللہ تعالی نے ارادہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا".

امام محلی رحمہ اللہ اللہ تعالی کے مکر و تدبیر کو بیان کرتے ہوئے جلالین میں کہتے ہیں، کہ:

"اللہ تعالی نے ان کے ساتھ خفیہ تدبیر اس طور پر کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈال دی جس کا قتل اللہ تعالی کو مقصود تھا، اور خود حضرت عیسی علیہ السلام کو اوپر اٹھالیا".

علامہ ابو السعود رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو اوپر اٹھالیا، اور ان کی شباہت اس پر ڈال دی جس کے قتل کا اللہ تعالی نے ارادہ کیا، یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا".

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے، کہ:

"اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو اوپر اٹھالیا، اور ان کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جس کے قتل کا اللہ تعالی نے ارادہ کیا، یہاں تک وہ قتل ہو گیا".

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ:

"جب انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے گھر کو گھیر لیا، اور یہ گمان کر لیا کہ اب ان پر قابو پا گئے، تو اللہ تعالی نے ان کے درمیان سے حضرت عیسی علیہ السلام کو نجات دی، اور اس گھر کے روشن دان سے ان کو آسمان پر اٹھا لیا، اور ان کی شباہت اس شخص پر ڈال دی، جو ان کے گھر میں ان کے پاس تھا، اور لوگوں نے رات کی اندھیری میں اس آدمی کو عیسی علیہ السلام سمجھا، تو اس کو پکڑ لیا، اور اسے سولی دے دی، اور اس کے سر کے اوپر کانٹے رکھ دیئے، یہی ان کے ساتھ اللہ تعالی کی تدبیر تھی، کہ اپنے نبی کو نجات دے دی، انہیں ان کے درمیان سے اٹھا لیا، اور ان کو گمراہی میں پیر مارتے ہوئے چھوڑ دیا".

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ:

"جس وقت حضرت عیسی علیہ السلام کو اٹھایا گیا، تو ان کی شباہت اس شخص پر ڈال دی گئی جس کے قتل کا اللہ تعالی نے ارادہ کیا، اور وہ قتل ہو گیا".

تمام اسلامی مفسرین نے ان مندرجہ ذیل امور پر اتفاق کیا ہے:

۱) فعلِ "مکر" کا فاعل بنی اسرائیل کے کافر ہیں، جن کے بارے میں حضرت عیسی علیہ السلام نے ان کا کفر محسوس فرما لیا، اسی طرح **"خازن"**، **"مدارک"**، **"معالم"** اور **"ابن کثیر"** نے بھی ذکر کیا ہے.

۲) ان کا مکر اور تدبیر یہ تھی کہ انھوں نے اللہ تعالی کے نبی حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل، بے عزتی اور سولی کا ارادہ کر لیا تھا، **(دیکھئے جلالین، معالم، ابن کثیر، مدارک اور تفسیر کبیر)**.

"**ابن کثیر**" اور "**مدارک**" نے سولی کو قتل کے ساتھ ملالیا، صاحب "**مدارک**" "مکر" کی تفسیر میں کہتے ہیں، کہ جس وقت انھوں نے ان کے قتل اور سولی کا ارادہ کیا.

۳) ان لوگوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں یہ مکر و تدبیر کیوں اختیار کی؟

"اس لئے کہ ان لوگوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزات کو جادو سمجھ لیا تھا".

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ {المائدہ: ۱۱۰}، **ترجمہ:** "اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے (یعنی تمہارے قتل واہلاک سے) باز رکھا، جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر ان میں جو کافر تھے انھوں نے، کہا کہ یہ شخص سوائے کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں ہے".

نیز ارشادِ ربانی ہے: ﴿فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ ٱلْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِ ۖ قَالَ ٱلْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ {آل عمران: ۵۲}. **ترجمہ:** "اور جب حضرت عیسی علیہ السلام نے ان کے

بارے ان کے کفر کو دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں، جو اللہ تعالی کے لئے میرے مدد گار ہو جائیں، حواریین بولے کہ ہم اللہ کے مدر گار ہیں، ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے، آپ اس کے گواہ رہیں کہ ہم فرمانبر دار ہیں".

۴) غور کریں کہ اللہ تعالی کی ان لوگوں کے ساتھ کیا سنت رہی ہے جو انبیاء کے ساتھ مکر و تدبیر کرتے رہے ہیں؟

اللہ تعالی کی سنت یہ رہی ہے کہ ایسے لوگوں کی بُری تدبیر ان پر ہی پڑی، اور وہی ہلاک کیے گئے، اور انبیاء ورسولوں کو اللہ تعالی نے ان کے مکر و تدبیر سے نجات دے دی.

۵) اس معاملہ میں اس مکر و تدبیر کی کیا حقیقت ہے، جو حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں بہتر رہا، وہ وہی ہے جس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا، اور ان کی شباہت اس شخص پر ڈال دی، جس کے قتل کا اللہ تعالی نے ارادہ فرمایا تھا، اور وہی قتل ہوا.

٦) اللہ تعالی نے جو کہ خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہترین ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا: "وهو خير الماكرين" بلکہ فرمایا ﴿وَٱللَّهُ خَيۡرُ ٱلۡمَٰكِرِينَ﴾ {آل عمران: ٥٤}، ضمیر "هُو" کے بجائے صریح اسم مبارک "اللہ" ذکر ہوا، کہ اللہ تعالی خفیہ تدبیر کرنے والوں میں

سب سے بہترین ہے، اور یہ اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نامِ نامی میں بڑی ہیبت ہے، اور اس کے رسول اور اسکی رسالت کو ثابت کرنے کے لئے یہی مبارک لفظ موقع کے عین مناسب بھی ہے. جیسے کہ اللہ تعالی کا دوسری جگہ فرمان ہے: ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ {المجادلة: ٢١}. **ترجمہ**: "اور اللہ تعالی نے یہ بات لکھ دی ہے، کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب رہیں گے، پھر فرمایا یقیناً اللہ تعالی قوت والا، غلبہ والا ہے"، ان مواقع پر "ضمیر" نہیں، بلکہ لفظِ جلالت کا صراحت سے ذکر فرمایا، یقیناً اللہ تعالی قوی وعزیز ہے، اسی اسلوبِ بیان میں ہیبت ہے.

امام ابو سعود رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ ضمیر کی جگہ لفظِ "اللہ" کا ذکر اظہارِ ہیبت کے لیے ہوتا ہے، اور ﴿وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ {آل عمران: ٥٤}، (اور اللہ تعالی خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہترین ہے)، یہ جملہ اس کے ماقبل کے مضمون کو ثابت کرنے ہی کی خاطر ہے.

۷) ﴿وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ کی تفسیر کیا ہے؟ اس سے مقصود ربانی اس امر کو ظاہر کرنا ہے، کہ اللہ تعالی قادرِ مطلق کی تدبیر کے مقابلہ میں کسی عاجز مخلوق کی تدبیر نہیں چل سکتی، اور اللہ تعالی کی تدابیر ہمیشہ اس کے اپنے رسولوں کے حق میں ہی ہوا کرتی ہیں.

اور یوں جملہ اسلامی مفسرین جو کہ قادیانیوں کے ہاں مجددین شمار ہونے والے ہیں، سبھی حضرات کی تفسیرات سے یہ امر وضاحت سے ثابت ہو چکا، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں کو ان تک پہنچنے، ان کی عزت سے کھیلنے، یا ان کو سولی پر

لٹکانے کی قدرت ہی حاصل نہ ہو سکی، لہذا یہ امر ثابت ہو چکا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی، نہ انہیں سولی پر لٹکایا گیا، کہ وہ زخمی ہوتے، اور پھر علاج کرتے، اور کشمیر بھاگ جاتے، اور وہیں وفات پاتے، اور دفن ہوتے، جیسا کہ قادیانیوں کا گمان اور عقیدہ ہے.

بلکہ حق اور سچ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی ان کے دشمنوں سے حفاظت فرمائی، اسی نے انہیں زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا، جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی صراحت کی ہے،اور جملہ مسلم مفسرین نے اپنی اپنی تفسیرات میں یہی تصریح فرمائی ہے، یہاں تک ہم نے حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف سولی کی نسبت کے بطلان کی وضاحت بھی کر دی، اور اس نسبت کی صحت کو جڑ سے اکھاڑنے کی اولین دلیل کا مفصل ذکر بھی کر دیا، یاد رہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قادیانیت کے جدید عقیدے کی طرف جانے کا یہی راستہ ہے، جسکی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے.

حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کو سولی دیئے جانے کے بارے قادیانی عقیدہ کے بطلان کی دوسری دلیل:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ ﴾ {نساء: ۱۵۷}، **ترجمہ**: اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں یہود پر اپنے غضب کے اسباب کا ذکر فرمایا ہے، **جو دو قسم کے ہیں:**

(۱)ان کے افعال. (۲)ان کے اقوال.

ان کے افعال مندرجہ ذیل ہیں:

۱) عہد توڑنا.

۲) اللہ تعالی کی آیات کا انکار.

۳) نبیوں کو قتل کرنا.

ان کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

۱) ان کا یہ قول ﴿قُلُوبُنَا غُلْفٌ﴾ - "ہمارے قلوب غلاف میں ہیں".

۲) ان کا حضرت مریم علیہا السلام کو تہمت لگانا.

۳) ان کا یہ قول ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ {نساء:۱۵۷}،

ترجمہ: "کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا".

اللہ تعالی نے اس آیت میں حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں کے اقوال اور افعال کو جمع کر دیا، اور بیان کرتے وقت اقوال اور افعال میں یہ تفریق فرمائی.

کہ اللہ تعالی نے ان کے افعال کو ان کے صدور کی حیثیت سے ذکر کیا، کہ یہ افعالِ قبیحہ وہ ہیں، جو ان سے صادر ہوئے، اور وہ ہیں ان کا عہد توڑنا، ان کا اللہ تعالی کی آیات کا انکار کرنا، اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا، نیز اللہ تعالی نے ان کے افعال پر یہ حکم لگایا کہ یہ افعال اللہ تعالی کے غضب کا سبب ہیں، نیز ان کے یہ افعال عند اللہ مردود ہیں.

اسی طرح اللہ تعالی نے ان کے اقوال کے بارے میں فرمایا کہ وہ سراسر کذب

اور جھوٹ ہیں، رہا ان کا یہ قول کہ ﴿قُلُوبُنَا غُلْفٌ﴾ - "کہ ہمارے قلوب غلاف میں ہیں". تو ان کے اس قول پر اللہ تعالی نے ردّ فرماتے ہوئے جواب دیا: {بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا}، ترجمہ: "بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ تعالی نے ان پر بند لگا دیا ہے، سو ان میں سے ایمان نہیں لائیں گے، مگر بہت تھوڑے سے".

ہا ان کا حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگانا، تو اس کا جواب اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان سے دیا: ﴿وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا﴾ {نساء:۱۵۶}، ترجمہ: "اور (انہیں سزا دی) ان کے کفر کی وجہ سے، اور (حضرت) مریم علیہا السلام پر ان کے بڑے بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے"، نیز یہ جواب دیا کہ ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ﴾ {آل عمران:۵۹}، ترجمہ: "بیشک (حضرت) عیسی علیہ السلام کی حالت اللہ تعالی کے نزدیک (حضرت) آدم کی حالت عجیبہ کے مشابہ ہے".

اور جواباً یہ بھی فرمایا کہ حضرت مریم وہ ہیں: ﴿وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ {انبیاء:۹۱}، ترجمہ: "جنھوں نے اپنی ناموس کو (مردوں سے) بچایا، پھر ہم نے ان میں (بواسطۂ جبریل) اپنی روح پھونک دی، اور ہم نے ان کو، اور ان کے فرزند (حضرت عیسی علیہ السلام) کو دینا جہاں والوں کے لئے (اپنی قدرت کاملہ کی) نشانی بنادیا".

ردّ قول "قتل" اور ہمارے موضوع سے خصوصی تعلق:

اللہ تعالی نے یہود کے اس قول ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ {نساء:

۱۵۷}، ترجمہ: "کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا"- پر ردّ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ {نساء: ۱۵۷}، ترجمہ: "اور انھوں نے ان کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، لیکن ان کے لئے تشبیہ کر دی گئی، اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ غلط خیال میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں، سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اور یقینی بات ہے کہ انھوں نے ان کو قتل نہیں کیا، نہ سولی دی"، تو یوں اللہ تعالی نے ان آیات میں یہود کے افعالِ قبیحہ اور اقوالِ کاذبہ پر ردّ فرمایا.

رہا "قتل" جان سے مارنا، اور "صلب" بمعنی سولی پر لٹکانا، تو یہ دونوں فعل ہیں، "قتل" فعل ہے، اور "صلب" سولی دینا بمعنی سولی پر لٹکانا، یہ بھی فعل ہے، اگر حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں سے اس فعل صدور ہوا ہوتا، تو اللہ تعالی اس کو بھی ان کے دیگر افعالِ مذمومہ اور اقوالِ کاذبہ کی طرح ضرور شمار فرماتے، اور ان افعال کو بھی اپنے غضب کے اسباب میں ذکر کرتے، لیکن اللہ تعالی نے ایسا نہیں فرمایا، کیونکہ فعل "صلب" وہ سولی دینے یا سولی پر لٹکانے کے معنی میں ہو کا صدور ہوا ہی نہیں ہے.

مقامِ تأمل:

مقامِ تأمل یہ ہے کہ جب محض یہ قول ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ {نساء: ۱۵۷}، ترجمہ: "کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں

قتل کر دیا"- اللہ تعالی کے غضب کا باعث ٹھہرا، تو ان کا انہیں "سولی دینا" بمعنی سولی پر لٹکانا جو اپنی ذات میں بہت بُرا فعل ہے اللہ تعالی کے غضب کا سبب کیوں نہ ٹھہرتا؟ اور اگر یہ فعل ان سے صادر ہوتا تو اللہ تعالی کیوں اس کو شمار کرنے سے چھوڑ دیتا؟ یہود کا حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا فعل ان اس قول سے کہ "ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا ہے" سے کہیں زیادہ بُرا تھا، جس کا ذکر ضروری تھا، اسی طرح قادیانی تو یہاں تک بھی کہتے ہیں، کہ یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کے طمانچے مارے گئے، یہ فعل شنیع بھی باعثِ عضب ہوتا، قادیانیت کے ہاں تو حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کو گالی گلوچ دینے، ہتکڑی پہنانے تک کے تمام افعالِ قبیحہ کے صدور کا عقیدہ ہے، اگر ان افعال کا واقعی صدور ہوتا تو قرآن کریم ان کو ضرور ذکر کرتا، اور انہیں اللہ تعالی کے غضب کے اسباب گردانتا، قرآن کریم نے جب ان کے مذموم قول کو شمار کیا ہے، تو ان کے شریر افعال واعمال کو کیوں ذکر نہ کرتا؟

ایک اہم سوال:

یہاں ایک سوال خود بخود اٹھتا ہے، وہ یہ کہ یہود کا یہ کہنا﴿ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ ﴾ {نساء:۱۵۷}، **ترجمہ:** "کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا"- اللہ کے غضب اور لعنت کا سبب کیوں بنا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف قتل کی نسبت کو سخت ناپسند کرتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمتِ بالغہ سے ان کو بغیر باپ کے

پیدا فرمایا، ان کو آسمان کی طرف اٹھایا، اور وہاں ان کو زندہ رکھا، پھر آخری زمانے میں ان کو آسمان سے اتاریں گے، حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے باری تعالی کا اسقدر اہتمام ہو، پھر اس کے بعد ان کی طرف قتل کی کوئی نسبت کرے، یہ اللہ تعالی کی حکمتِ بالغہ کے خلاف ہے، کہ اس کی حکمت تو حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان سے نزول سے قبل تک اور ایک مقررہ اجل تک زندہ رکھنے کی ہے، اس سے پہلے ان کی طرف موت کی نسبت کرنا یقیناً قائل پر غضبِ الہی کا موجب ہے.

معلوم ہوتا ہے، کہ:

اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے یہی فیصلہ رہا ہے، کہ ہر وہ شخص جس نے حیاتِ عیسی علیہ السلام کا انکار کیا، یا کریگا، کیونکہ وہ حیاتِ عیسی علیہ السلام کا انکار کرکے اللہ تعالی کی حکمتِ بالغہ پر اعتراض ہے، وہ اللہ تعالی کے غضب کا مستحق ٹھہرتا، اور یہ اللہ تعالی کے ہاں مبغوض ترین عقیدہ ہے، کیونکہ حیاتِ عیسی علیہ السلام کے انکار کا عقیدہ اپنی برائی میں بالکل ان لوگوں کے قول کی طرح ہے، جنھوں نے کہا تھا﴿ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ ﴾ {نساء:۱۵۷}، **ترجمہ:** "کہ ہم نے مسیح عیسی ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کردیا".

اب جو حضرت عیسی علیہ السلام کو "سولی" دیئے جانے کی بات کرتے ہیں، یا ان کے آسمان سے واپس آنے سے قبل ان کی موت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اسی مبغوضی عقیدہ کے سبب اللہ تعالی کی حکمتِ بالغہ پر معترض ہیں، جو غضبِ الہی کا مُوجب ہے.

ایک اہم نکتہ:

ہم یہاں ایک بہت ہی اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "قتل" اور "سولی" دیئے جانے کی نفی کو کیوں ذکر فرمایا؟

تو اس کی وضاحت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اہلِ کتاب میں کفار کے برے افعال میں سے جب ان کے انبیاء کو قتل کرنے کو ذکر کیا، اور یہود اور عیسائیوں کا کچھ طبقہ اس بات کا عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بذریعہ "سولی" قتل کئے گئے، حالانکہ حقیقت اس کے سراسر خلاف ہے، انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا، تو اللہ تعالیٰ نے جہاں یہود کے انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر فرمایا تو اس کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل وصلب کی نفی بھی ذکر فرمادی، کہ کسی کم علم پر یہ امر خلط نہ ہو جائے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان ہی انبیاء میں ہیں، جو یہود کے ہاتھوں قتل ہوئے، عموم انبیاء کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصوصی حکم کو بیان کرنے کی اس قسم کو عام کے بعد تخصیص کہا جاتا ہے، جو علم بلاغت میں معروف ہے، اس اسلوب میں ایک عام حکم سے خاص کو نکالنا مقصود ہوتا ہے، اس طرزِ بیان کو اختیار فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمادی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان انبیاء میں سے نہیں، جو یہود کے ہاتھوں قتل ہوئے، یا انہیں سولی دی گئی.

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہ دیئے جانے کی تیسری دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ

فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ {مائدہ: ۱۱۰}، ترجمہ: "اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا، جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر ان میں جو کافر تھے انھوں نے، کہا تھا کہ یہ سوائے کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں ہے"، {مائدہ: ۱۱۰}.

یہ آیت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمن ان تک نہیں پہنچ سکے، کیونکہ ان کو اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام تک پہنچنے سے روکے رکھا، اور اللہ تعالی نے ان کو حضرت عیسی علیہ السلام تک پہونچنے سے باز رکھنے کا ذکر حضرت عیسی علیہ السلام پر اپنے خصوصی احسان کے طور پر انہیں یاد دلاتے ہوئے ذکر فرمایا ہے، تو اگر دشمنوں کے ہاتھوں حضرت عیسی علیہ السلام کو "سولی" دے دی جاتی، چاہے موت نہ ہوئی ہوتی، تو اس سے یہ بات لازم آتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام پر احسان جتلانے میں (معاذ اللہ) اللہ تعالی خلافِ واقع کہہ رہے ہیں.

اور اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ تعالی کی طرف ایسی نسبت کرنا کفر ہے، یہی اسلوبِ بیان اللہ تعالی نے قرآن کریم میں نبی خاتم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے لئے ذکر فرمایا ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن يَبْسُطُوٓا۟ إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ ﴾ {مائدہ: ۱۱}. ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کے انعام کو یاد کرو، جو تم پر ہوا ہے، جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنے کا ارادہ کیا، سو اللہ تعالی نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روکے رکھا".

جس طرح کفار یہود نے حضرت عیسی علیہ السلام کو شر سے ہمکنار کرنے میں مکر و تدبیر اختیار کی، لیکن اللہ تعالی نے ان کو حضرت عیسی علیہ السلام سے باز رکھا، اور وہ ان تک نہ پہنچ سکے، اسی طرح "بنو نضیر" کے یہود کے ایک طبقہ نے نبی خاتم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے خلاف تدبیر اختیار کی تھی، لیکن اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اور ان کے ہاتھوں کو ان تک پہنچنے نہ دیا.

فعلِ "کف" اور یہود کو بطور مفعول ذکر کرنے کی حکمت:

حضرت عیسی علیہ السلام کے قصہ میں اللہ تعالی کے اپنے لئے فعلِ "کف" اور بنی اسرائیل کو مفعول بنانے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے یہود کو حضرت عیسی علیہ السلام تک پہنچنے سے روکے رکھا، جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ {مائدہ: ۱۱۰}، ترجمہ: "اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا، جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر ان میں جو کافر تھے انھوں نے کہا کہ یہ شخص سوائے کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں ہے"،- یہاں پر دیگر کوئی لفظ ذکر نہیں ہوا، اور یوں نہیں فرمایا: "نجيتك من بني إسرائيل"، میں نے تجھے بنی اسرائیل سے نجات دی، یا "خلّصتك منهم"، میں نے تجھے بنی اسرائیل سے چھٹکارا دیا- کیونکہ لفظِ "کف" اپنے مفعول کے ساتھ مکمل اور واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں کو ان تک پہنچنے ہی

نہیں دیا، انہیں اُن سے دور رکھا، جبکہ لفظِ "نجات" اور "تخلیص" میں ایسی بات نہیں، کیونکہ ان دو لفظوں کے استعمال سے اس بات کا وہم ہو سکتا تھا، کہ شاید حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمن انہیں اپنے قبضہ میں لینے میں کامیاب ہو گئے ہوں، پھر اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں سے نجات دی، اور جب اللہ تعالی نے ان کے دشمنوں کو ہی کو روکے رکھا، اور باز رکھا، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ان تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے.

یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ ان کے دشمن ان تک پہنچ جاتے، یا ان کو "صلیب" پر لٹکا دیتے، جبکہ اللہ تعالی نے انہیں حضرت عیسی علیہ السلام سے دور رکھا، کہ وہ ان تک پہنچ ہی نہ سکے، لفظِ "کف" کو اختیار کرنے میں یہی حکمت ہے، اور اسی امر کو باری تعالی کا یہ فرمان بھی مؤکد کر دیتا ہے: ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾ **{آل عمران: ۱۱۰}**، **ترجمہ:** "اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں"- یعنی اللہ تعالی نے ان کفار کے گندے ہاتھوں سے حضرت عیسی علیہ السلام کو پاک وصاف رکھا، جیسے کہ علماء تفسیر نے اس کی صراحت بایں طور کی، کہ ان کو اللہ تعالی نے آسمان پر اٹھالیا.

اس آیت کی تفسیر فتح البیان میں یوں ہے:

"اور جب عیسی علیہ السلام کو یہ کھلی نشانیاں دی گئیں، تو یہود نے انہیں قتل کرنا چاہا، مگر اللہ تعالی نے انہیں ان سے خلاصی دی، اور انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا".

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اور آپ میری اس نعمت کو یاد کریں، کہ میں انہیں آپ سے دور رکھا، جب آپ ان کے پاس اپنی نبوت ورسالتِ ربانی پر براہین لیکر آئے، تو انھوں نے آپ کو جھٹلا دیا، اور آپ کو متہم کیا، کہ آپ جادو گر ہیں، پھر آپ کے قتل کرنے اور سولی دینے کے درپے ہوئے، تو میں نے آپ کو ان سے بچا لیا، اور اپنی طرف اٹھالیا، اور ان کی گندگی سے پاک کر دیا، اور میں ان کے شر سے کافی ہو گیا".

تفسیر کبیر میں امام رازی رحمہ اللہ میں یوں رقمطراز ہیں:

"روایت میں ہے کہ جب انھوں نے عجیب وغریب معجزات دکھلائے تو یہود نے ان کے قتل وصلب کا قصد کر لیا، تو اللہ تعالی نے انہیں ان سے خلاصی دلا دی، کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا".

تفسیر خازن میں ہے:

"اور یہ اس لئے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کھلے طور پر عجیب وغریب معجزات لے کر آئے، تو یہود نے ان کے قتل وصلب کا ارادہ کیا، تو اللہ تعالی نے انہیں ان سے خلاصی دلا دی، کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا".

لفظِ "کف" کو اختیار کرنے میں قرآنی بلاغت:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ {مائدہ: ۱۱۰}، ترجمہ: "اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا، جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے

تھے، پھر ان میں جو کافر تھے انھوں نے، کہا تھا کہ یہ سوائے کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں ہے"،- قرآن مجید کی یہ بلیغ ترین تعبیر ہے، جو حضرت عیسی علیہ السلام کو ان پر اللہ تعالی کی یہ نعمت یاد لا رہی ہے.

یہاں تک ہم نے مسلم مفسرین کی لفظِ "کف" کی تفسیرات میں اس عظیم واقعہ کا ذکر، اور اس کے نتیجہ میں پیش آنے والے امر کا ذکر کر دیا، اور وہ یہ کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں سے محفوظ و مامون طور پر اوپر اٹھا لیا، لہذا لفظِ "کف" حضرت عیسی علیہ السلام کو صلیب پر لٹکائے جانے پر کھلی دلیل ہے، نیز وہ اس بات کو بتاتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے یہود کی مار پٹائی، گالی گلوچ اور ان کی ہتھکڑی سے بھی محفوظ رکھا، جو کہ قادیانیوں کا بلا دلیل زعم اور فاسد عقیدہ ہے.

قادیانیت کا یہ قول کہ اللہ تعالی نے صرف حضرت عیسی علیہ السلام کی سولی پر موت کے واقع ہونے سے حفاظت کی، لیکن ان کو سولی تک لیجانے سے محفوظ نہ رکھا، وہ یہود کے ہاتھوں سولی پر لٹکائے گئے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے دشمنوں کے ہاتھوں آگ میں ڈالا گیا، لیکن اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ سے جلنے اور ہلاک ہونے سے حفاظت فرمائی، مگر ان کے آگ میں گرنے کے بعد یعنی ان کا آگ میں گرنا پہلے واقع ہوا، پھر ان کی حفاظت ہوئی، تو جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں گرنا تو واقع ہوا، مگر ان کو موت نہ آئی، اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر چڑھنا بھی تو واقع ہوا، مگر ان کی سولی پر موت واقع نہ ہوئی.

ہم کہتے ہیں:

تاریخی واقعات میں قیاس نہیں چلتا، کہ ایک قصہ کو دوسرے پر قیاس کیا جائے، بلکہ ان کی بنیاد روایت اور شہادت پر ہوتی ہے، اور حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ میں حق تعالی کی شہادت موجود ہے، کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو حضرت عیسی علیہ السلام سے دور رکھا، جیسے کہ قرآن کریم کہتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ {نساء: ١٥٧}، **ترجمہ:** "اور انھوں نے ان کو نہ قتل کیا، اور نہ سولی پر چڑھایا" - نیز کہتا ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ﴾ {مائدہ: ١١٠}، **ترجمہ:** "اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے (یعنی تمہارے قتل واہلاک سے) باز رکھا"، -بخلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کے، کہ قرآن کریم وہاں پر خود بتا رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، پھر قرآن کریم اپنی روایت میں فرماتا ہے: ﴿قُلْنَا يَٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ﴾ {انبیاء: ٦٩}. **ترجمہ:** "ہم نے (آگ کو) حکم دیا، اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں"- تو اللہ تعالی نے آگ کو حکم دیا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور بے گزند ہو جائے، تو یہ خبر اسی وقت سچ ہو سکتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام آگ میں ہوں، اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، تو انھوں نے کہا کہ "حسبي الله ونعم الوكيل" (کافی ہے مجھے اللہ اور وہ بہترین مددگار ہے).

اور قرآن کریم نے یہ بھی خبر دی کہ اللہ تعالی نے ان کے دشمنوں کو پست کر

دیا، اور وہ اس طور پر ہوا کہ انھوں نے ان کے ہلاک کرنے کے سب ہتھکنڈے اپنا لئے، لیکن اللہ تعالی نے اپنی قدرت قاہرہ سے آگ کی قوت کو سلب کر کے ان کی حفاظت فرمائی، بخلاف حضرت عیسی علیہ السلام کے قصہ کے، اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالی نے یہ بتایا کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں کو ان سے باز رکھا، یوں حضرت عیسی علیہ السلام ان کے شر سے اور ان کی عزت پر حملے سے حفاظت فرمائی، تو نہ وہ قتل ہوئے، اور نہ ان کو سولی دی گئی، بلکہ اللہ تعالی نے ان کو ان سے پاک رکھا، اور ان کے شر سے ان کی حفاظت کی، اور ان کو آسمان پر اٹھالیا، جملہ مفسرین نے اس بارے میں یہی فرمایا ہے.

حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی نہ دیئے جانے کی چوتھی دلیل:

اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کا وصف یہ بیان فرمایا ہے: ﴿ **وَجِيهًا فِي ٱلدُّنْيَا وَٱلْآخِرَةِ وَمِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ** ﴾ {آل عمران: ۴۵}، **ترجمہ:** "کہ باآبرو ہوں گے دنیا میں، اور آخرت میں، اور منجملہ مقربین کے ہوں گے"- اس میں اللہ تعالی نے اس امر کی تاکید فرمائی ہے کہ عیسی علیہ السلام دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی باآبرو ہیں، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو دنیا میں اور آخرت میں باآبرو رہے اس کو دنیا میں سولی دی جاسکے.

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالی کے اور رسالت کے دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا، یہ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید ہونا ہے، لیکن حضرت عیسی علیہ السلام کا قصہ عادت کے خلاف ہے، اور اللہ تعالی نے ان کی شان میں اس بات کی تاکید فرمادی ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں باآوبرو رہیں گے، پھر انہیں سولی دیا جانا

اس کے منافی ہے، سبب چاہے کچھ بھی ہو، قرآن حکیم میں ہے کہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں یہ ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسۡعَوۡنَ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوۡ يُصَلَّبُوٓاْ أَوۡ تُقَطَّعَ أَيۡدِيهِمۡ وَأَرۡجُلُهُم مِّنۡ خِلَٰفٍ أَوۡ يُنفَوۡاْ مِنَ ٱلۡأَرۡضِۚ ذَٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡيٞ فِي ٱلدُّنۡيَاۖ وَلَهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ **{مائدہ: ۳۳}**، **ترجمہ:** "جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں، اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے، کہ قتل کئے جاویں یا سولی دیئے جاویں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے، اور انہیں آخرت میں عذاب عظیم ہو گا".

اللہ تعالی نے جو یہ فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡيٞ فِي ٱلدُّنۡيَاۖ وَلَهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ **{مائدہ: ۳۳}**، **ترجمہ:** "کہ یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے، اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہو گا- تو سولی دیا جانا دنیا میں رسوائی ہے، جو ان کے "باآبرو" ہونے کے منافی ہے، اور اگر ان کو صرف سولی پر لٹکا ہی دیا جاتا، چاہے ان کی موت واقع نہ ہوتی، تو یہ بھی ان کی وجاہت یعنی باآبرو ہونے کے منافی تھا، ہرگز ایسا نہیں کہ "روح اللہ" حضرت عیسی علیہ السلام دنیا اور آخرت میں باآبرو ہوں، اور ان کے ساتھ ایسا ہو- تفصیل کے لئے "شہادۃ القرآن" مولفہ شیخ ابراہیم میر سیالکوٹی "**صفحہ: ۱۰۱**" دیکھئے.

اور اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوا ہے، جس وقت اللہ تعالی نے ان کو ان کے دشمنوں کے طعنوں سے بری فرمایا تھا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ ءَاذَوۡاْ مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ ٱللَّهُ مِمَّا قَالُواْۚ وَكَانَ عِندَ ٱللَّهِ

وَجِيهًا ﴾ {احزاب: ۶۹}، ترجمہ: "اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا، جنھوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسی کو ایذا دی تھی، سو ان کو خدا تعالی نے بری ثابت کر دیا، اور وہ اللہ تعالی کے نزدیک بڑے معزز تھے".

تو جس طرح اللہ تعالی نے کلیم اللہ حضرت موسی علیہ السلام کو یہود کے طعنہ سے بری ثابت کیا، اس لئے کہ وہ معزز اور با آبرو تھے، تو ٹھیک اسی طرح اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو یہود کی تہمت سے بری کیا، جس وقت انھوں نے معجزانہ طور پر گہوارے میں گفتگو کی تھی، یہ بھی ان کی وجاہت کی حفاظت کا پیش خیمہ تھی، اور اسی طرح اللہ تعالی نے ان کی وجاہت وآبرو کی حفاظت کے پیشِ نظر یہود کو ان سے باز رکھا، کہ وہ ان کو سولی تک نہ پہنچا سکے.

یہاں تک ہم نے حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر لٹکائے جانے کی نسبت کی نفی کے دلائل کا ذکر کر دیا ہے، یاد رہے کہ حیاتِ عیسی علیہ السلام کی نفی میں قادیانیوں کا یہی مدخل اور راستہ ہے. ولله والحمد والمنة.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(پانچواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"اعتراضاتِ قادیانیہ
اور
جواباتِ ایمانیہ"

پانچویں محاضرہ کا خلاصہ:

۱) قادیانی اعتراضات در حقیقت امتِ مسلمہ کے عقائد پر قادیانیت کے عقلی اشکالات ہیں.

۲) اشکالات کی تفصیل:

۱- اگر حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان میں زندہ ہونا درست ہے تو وہ وہاں کیا کھاتے اور پیتے ہیں؟ اور اپنی بشری ضرورت کہاں پوری کرتے ہیں؟

۲- حضرت عیسی علیہ السلام کا ایک لمبے عرصہ تک زندہ باقی رہنا عقل کے خلاف ہے.

۳) حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمان میں زندہ رہنا خاتم الانبیاء کے مقابلہ میں ان کی افضلیت کو لازم ہے.

۴) ان کا دوبارہ نبی اللہ کی حیثیت سے آنا عقیدۂ ختم نبوت کے منافی ہے.

۵) یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے، کہ وہ زندہ ہیں، جبکہ قرآن کریم نے ان کے بارے میں خبر دی ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾ {آل عمران: ۵۵}. ترجمہ: "جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا اے عیسی بیشک میں تم وفات دینے والا ہوں، اور میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں ہوں".

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! ......

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم اللّٰه الرحمن الرحيم}

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾ {الزخرف: ٦١}.

وقال النبي ﷺ: (والذي نفسي بيده ليوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً) إلى آخره. إقرأو إن شئتم: ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ {النساء: ١٥٩}، {رواه البخاري ومسلم}.

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

اللہ تعالی کا فرمان ہے، **ترجمہ:** "اور وہ (یعنی عیسی علیہ السلام) قیامت کے لئے یقینی نشانی ہیں، تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو، اور صرف میری اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے". **{زخرف:٦١}.**

نبیٔ پاک ﷺ کا فرمان ہے: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قریب ہی حضرت عیسی علیہ السلام تمہارے درمیان ایک عادل حاکم کے طور پر آئیں گے، اس حدیث کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ کا فرمان ہے، اگر چاہو تو اس آیت کو پڑھ لو، ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ

شَهِيدًا ﴾ {نساء: ۱۵۹}، ترجمہ: "اور کوئی اہلِ کتاب سے نہیں، مگر وہ اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام پر ضرور بالضرور ایمان لے آئیگا، اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دیں گے. (بخاری و مسلم).

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: "دین نصیحت ہے".

یہ اس سلسلہ کا "**پانچواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے، **"اعتراضاتِ قادیانیہ اورجواباتِ ایمانیہ"**.

امتِ مسلمہ کے عقائدِ حقہ جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں، اور امتِ مسلمہ عہدِ اول سے اس پر قائم ہے، قادیانیت نے ان پر بعض ایسے عقلی اعتراضات کئے ہیں، جو در حقیقت امتِ مسلمہ کے مسلمات پر قادیانیت کے عقلی اشکالات ہیں، اب ہم امتِ مسلمہ کے مسلمات پر قادیانی اعتراضات، اور ان کے ایمانی جوابات کو پیش کرتے ہیں.

پہلا قادیانی اعتراض:

قادیانیوں کا کہنا ہے، کہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، تو کیا وہ وہاں کھاتے ہیں؟ اور پیتے ہیں؟ پھر وہ کیا کھاتے ہیں؟ اور کیا پیتے ہیں؟ اور اپنی بشری ضرورت کہاں پوری کرتے ہیں؟ یہ بات تو اس حالت میں ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ وہ کھاتے اور پیتے ہیں- اور اگر یوں کہا جائے کہ وہ کھاتے پیتے نہیں، تو یہ امر تو باری تعالی کے اس فرمان کے سراسر خلاف ہے، ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴾ {انبیاء: ۸}. ترجمہ: "اور ہم نے ان (رسولوں)

کے ایسے جثے نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے".

ایمانی جواب:

مذکورہ اشکال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالی جو اپنی عمومی سنت کے مطابق کام کرتے ہیں، وہ خارقِ عادت امور کے کام کرنے پر بھی قادر ہے، جسے اہلِ ایمان معجزہ کا نام دیتے ہیں، تو یہ ممکن ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان میں وہ چیزیں نہ کھاتے ہوں، جو زمین پر رہتے ہوئے کھاتے تھے، اور قرآن کریم نے سورہ انبیاء میں زندوں کے کھانے کا جو تذکرہ کیا ہے، کہ ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴾ {انبیاء: ۸}. ترجمہ: "اور ہم نے ان (رسولوں) کے ایسے جثے نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے". تو یہ ایک عمومی عادت کے مطابق معاملہ کی ہے، خارقِ عادت امور کی نہیں ہے، اور حضرت عیسی علیہ السلام اللہ تعالی کی دنیا والوں کے لئے آیت اور نشانی ہیں، ان کو اللہ تعالی نے خلافِ عادت بغیر باپ کے پیدا کیا، اور عادی طریقہ کے خلاف ان کو آسمان پر اٹھا لیا، اور عادی طریقہ کے خلاف ہی اپنی قدرت سے انہیں زندہ رکھا، ہو سکتا ہے کہ وہ اہلِ زمین کے طریقہ کے مطابق نہ کھاتے ہوں، اور ان کا معاملہ خلاف عادت ہو، یا ہو سکتا ہے عادی طریقہ کے خلاف اہلِ جنت کا کھانا کھاتے ہوں، اور قضاء حاجت کی ضرورت نہ پڑتی ہو، اللہ تعالی نے تو عادی طریقہ کے خلاف "اصحابِ کہف" کا قصہ بھی قرآن کریم میں ذکر کیا ہے، فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَلَبِثُوا۟ فِى كَهْفِهِمْ

ثَلَٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَٱزْدَادُوا۟ تِسْعًا ﴾ {کہف: ۲۵}، ترجمہ: "اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس اور نو برس اوپر تک رہے"، ان کو اللہ تعالی نے بغیر کھائے اور پئے زندہ رکھا، اور غار میں ایک لمبی مدت تک ان کو حاجتِ بشری کی ضرورت نہ پڑی، تو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں تعجب کی کیا بات ہے؟ لہذا جو شخص قرآن کریم اور اصحاب کہف کے قصہ کی تصدیق کرتا ہے، اور اللہ تعالی کی قدرت سے خارقِ عادت امور کے صدور اور معجزات پر ایمان رکھتا ہے، اسے حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان میں زندہ رہنے پر کوئی تعجب نہ ہوگا، کیوں کہ مذکورہ آیت میں مذکور معاملہ اس جگہ کی بات نہیں ہے، جہاں حضرت عیسی علیہ السلام زندگی گذار رہے ہیں، الحمد للہ کہ ہمارے اس ایمانی بیان سے قادیانی اعتراض کا یکسر خاتمہ ہوا.

دوسرا قادیانی اعتراض:

حضرت عیسی علیہ السلام کا ایک لمبی مدت تک آسمان میں زندہ رہنا خلافِ عقل امر ہے؟

ایمانی جواب:

ہم کہتے ہیں کہ کوئی صاحبِ ایمان و عقل حضرت عیسی علیہ السلام کے ایک لمبی مدت تک زندہ رہنے کو بعید از عقل تصور نہیں کریگا، اس لئے کہ شارع کی خبر پر ایمان رکھنے سے صاحبِ ایمان کی عقل اس امر کو اور اس جیسے دیگر امور کو تسلیم کر لیتی ہے، انکار نہیں کرتی، اہلِ ایمان کے سامنے "اصحابِ کہف" کا قصہ معروف ہے، جو اس باب میں قرآن کریم کی بہترین شہادت ہے.

تیسرا قادیانی اعتراض:

قادیانیوں کا یہ اشکال بھی ہے کہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام زندہ ہیں، اور آسمان میں ہیں، تو یہ بات تو ان کے حضرت نبیٔ خاتم ﷺ سے افضل ہونے کو لازم ہے، کیوں کہ نبیٔ خاتم ﷺ کو تو وفات آگئی، پھر وہ زمین میں دفن ہوئے.

ایمانی جواب:

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ ہونے، اور آسمان میں ہونے سے یہ بات ہر گز لازم نہیں آتی کہ ان کو وفات نہ آئیگی، خود جنابِ نبی کریم ﷺ نے نجران کے عیسائی وفد کو اس وقت بتایا تھا، جب آپ ﷺ حضرت عیسی علیہ السلام کی الوہیت کی نفی فرمارہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "ويأتي عليه الفناء"، کہ حضرت عیسی علیہ السلام پر فنا آئیگی، یعنی انہیں موت آئیگی، اہلِ ایمان میں کوئی بھی یہ نہیں کہتا، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو کبھی موت نہ آئے گی، ہاں! امتِ مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو تاحال موت نہیں آئی، بلکہ ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا، اور وہ وہاں پر زندہ ہیں، اور یہ عقیدہ قرآن کریم اور نبی ﷺ کے بیان کے عین مطابق ہے.

رہا لمبی عمر والے کا چھوٹی عمر والے سے افضل ہونا تو اس بات کو اہلِ ایمان، نہ ہی اہلِ عقل تسلیم کرتے ہیں، خود قرآن کریم نے حضرت نبیٔ خاتم ﷺ کی عمر سے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے طویل ہونے کی صراحت فرمائی ہے، فرمانِ الٰہی

ہے: ﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ ٱلطُّوفَانُ وَهُمْ ظَٰلِمُونَ ﴾ {عنکبوت: ۱۴}. ترجمہ: "اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے، پھر جب اس پر وہ باز نہ آئے، تو ان کو طوفان نے آلیا، اور وہ بڑے ظالم تھے".

تو کیا کوئی یہ بات کہتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نبی خاتم ﷺ سے افضل ہیں؟ کیونکہ نبیٔ خاتم ﷺ تو صرف تریسٹھ (۶۳) سال ہی دنیا میں رہے.

نیز قرآن کریم نے تو نبیٔ خاتم ﷺ اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان میں مشابہت کی صراحت بھی کی ہے، فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴾ {نساء: ۱۶۳}، ترجمہ: "ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح (علیہ السلام) کے پاس بھیجی تھی، اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھی، اور ہم نے ابراہیم، اور اسماعیل، اور اسحاق، اور یعقوب، اور اولادِ یعقوب، اور عیسی، اور ایوب، اور یونس، اور ہارون، اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی، اور ہم نے داوٗد کو زبور دی".

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو "کتاب الوحی" میں ذکر کیا ہے، اور شارحین نے بہت سی ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے، جو حضرت نوح علیہ السلام اور نبیٔ خاتم ﷺ کے درمیان مشابہ تھیں، لیکن کسی نے یہ نہیں کہا، کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی عمر کے لمبا ہونے کی وجہ سے سید الرسل نبیٔ خاتم ﷺ سے افضل ہیں.

ہم یہ کہتے ہیں کہ قادیانیوں کا ابلیس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور اس کی عمر کے لمبا ہونے کے متعلق کیا رائے ہے؟ کیا وہ اس کے افضل ہونے کی دلیل ہے؟

رہا کسی کا آسمان میں رہنا، اور اس کا اسکی زمین والوں سے افضلیت کی دلیل ہونا، تو قادیانی ان فرشتوں کے متعلق کیا کہیں گے، جو آسمان میں ہیں؟ جبکہ اہلِ اسلام کا اجماع اس بات پر ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام، اور رسل علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں؟ حالانکہ انبیاء زمین میں رہنے والے ہیں، لہذا کسی کا آسمان میں موجود ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ زمین میں رہنے والے سے افضل ہو جائے، ہماری اس تفصیل اور اس ایمانی جواب سے یہ قادیانی اعتراض کافور ہو جاتا ہے.

چوتھا قادیانی اعتراض:

قادیانی اپنے ابلاغ عامہ کے کے ذریعہ اعلانیہ طور پر کہتے ہیں، نیز ان کی کتابوں میں بھی لکھا ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا دوبارہ واپس آنا ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف ہے، نیز یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبیٔ خاتم ﷺ کے بعد جب حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئیں گے تو کیا ان سے نبوت کا منصب لے لیا جائیگا؟

ایمانی جواب:

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام اللہ تعالی کے نبی ہیں، اور جس وقت واپس اتریں گے، وہ منصبِ نبوت سے خالی نہ ہوں گے، لیکن وہ واپسی پر نبیٔ خاتم ﷺ کے زمانے میں ہوں گے، لہذا وہ خاتم الشرائع ہی کے پیروکار ہوں گے،

کیونکہ جس اللہ کے وہ رسول ہیں، وہ اسی کی وضع کردہ شریعت ہے، اور ان کا نزول چونکہ اسی شریعت کے زمانے میں ہو گا، لہذا وہ اسی کی اتباع کریں گے، لہذا وہ اسی کے امام، اسی کے داعی، اسکے پیروکار ہوں گے، نیز وہ نبیٔ خاتم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کے داعی ہوں گے، اور یہ بات ہرگز عقیدۂ ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے، کیونکہ انہیں منصبِ نبوت خاتم النبیین سید الرسل ﷺ سے پہلے عطا ہوا، لہذا ان کا دوبارہ آنا عقیدۂ ختمِ نبوت کے ہرگز منافی نہیں ہے، جب ان کے واپس آنے سے سلسلہ نبوت اور عدد انبیاء میں اضافہ نہ ہو-؟ گا، تو ان کا آنا عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے.

پانچواں قادیانی اعتراض:

قادیانیت کا کہنا ہے کہ کسی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ زندہ آسمان پر پہنچ جائے، کیونکہ سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے، کہ زندہ انسان کے لئے اوپر چڑھنا - یا کرۂ ناریہ اور ہوائیہ کو پار کرنا ممکن ہی نہیں ہے؟

ایمانی جواب:

ہم کہتے ہیں کہ اس اللہ کی قدرت سے آسمان کی طرف چڑھنا جو ان کرات کا خالق ہے یہ خارقِ عادت امور میں سے ہے، ہمارے نبی ﷺ کو اس نے اپنی قدرت سے راتوں رات معراج کرائی، اور آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، تو جس طرح اللہ تعالی اپنی قدرت سے ہمارے نبی ﷺ کو معراج کی رات عالمِ

علوی کی طرف اوپر لے گیا، اور آپ ﷺ اسکی قدرت سے واپس بھی اتر آئے، ٹھیک اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کو جو کہ اللہ تعالی کی "آیت" ہیں، اور اسکی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں، وہی عزیز و حکیم حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنی قدرت سے اوپر اٹھا لے گیا، اور قیامت کے قریب وہ اپنی قدرت سے انہیں اتارے گا، جیسے کہ اللہ تعالی نے اسے اپنے اس فرمان میں بھی ذکر فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾ {زخرف: ۶۱}.

ترجمہ: "اور یقیناً وہ (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں، تم لوگ اس (کی صحت) میں شک نہ کرو، اور تم لوگ میرا اتباع کرو، یہ سیدھا راستہ ہے".

چھٹا قادیانی اعتراض:

فرمانِ ربانی ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ﴾ {آل عمران: ۵۵}، جس کا مطلب ہے کہ میں تمہیں موت دینے والا ہوں، اور بلند کرنے والا ہوں، اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالی کے فرمان کا یہ مقصد ہے کہ اے عیسی تیری موت یہود کے ہاتھوں سولی پر نہ ہو گی، بلکہ میں تم کو طبعی موت دوں گا، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام نے وہ طبعی موت پالی، ﴿ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ﴾ یعنی تیرے درجہ کو بلند کروں گا، اور اللہ تعالی نے ان کے مقام کو بلند فرمادیا.

ایمانی جواب:

ہم کہتے ہیں کہ قادیانیت کا حضرت عیسی علیہ السلام کے عقیدے کے متعلق یہ اعتراض اس آیت کے دو باتوں پر دلالت کرنے پر موقوف ہے.

پہلی بات: یہ ہے کہ "توفي" بمعنی "إماتة" یعنی موت دینے کے معنی میں ہو، اس لئے کہ اس آیت میں "توفي" کا مشتق موجود ہے، اور وہ اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ {آل عمران: ٥٥}.

دوسری بات: یہ ہے کہ کلمۂ "توفي" حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے "رفع" سے قبل ہی موت دینے کے معنی میں بھی ہو، "رفع" کو قادیانیت نے درجات کی بلندی کے معنی میں لیا ہے، کیونکہ آیت میں ترتیب یوں ہے، ﴿مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ﴾ یعنی پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کا وقوع پایا جائے، پھر ان کے دجات کی بلندی ہو، کیونکہ "واو" قادیانیوں کے ہاں ترتیب کے لئے ہے. اور یہ دونوں باتیں نہ لغت میں ہیں، نہ ہی شریعت میں ثابت ہیں، جسکی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں.

پہلی بات: یہ کہ "توفي" کے معنی مصباح اور قاموس اور لغت کی دیگر کتابوں میں کسی چیز کو مکمل طور پر قبضہ میں لینے کے ہیں، اس کے معنی موت دینے کے نہیں ہیں، جیسا کہ قادیانیوں کا گمان ہے.

نیز قرآن کریم نے خود لفظِ "توفي" اس پر استعمال کیا ہے، جس کو ابھی موت نہ آئی ہو، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ ٱلَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ {زمر: ٤٢}، **ترجمہ:** "اللہ تعالی ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت، اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت، پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے، اور

باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، اسمیں ان لوگوں کے لئے جو فکر و تأمل کے عادی ہیں بہت سے دلائل ہیں"، اس ارشادِ ربانی میں یہ امر بالکل واضح اور عیاں ہیں کہ جانوں کی "موت" واقع نہیں ہوئی مگر "توفی" واقع ہو چکی ہے.

نیز اللہ تعالی کے اس فرمان میں: ﴿وَهُوَ ٱلَّذِي يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيۡلِ وَيَعۡلَمُ مَا جَرَحۡتُم بِٱلنَّهَارِ ثُمَّ يَبۡعَثُكُمۡ فِيهِ لِيُقۡضَىٰٓ أَجَلٞ مُّسَمّٗىۖ ثُمَّ إِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ﴾ {انعام: ٦٠}، ترجمہ: "اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو قبض کر لیتا ہے، اور جو تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے، پھر تم کو اٹھاتا ہے، تاکہ میعاد معین تمام کر دی جائے، پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے، پھر تم کو بتلا دے گا، جو کچھ تم کیا کرتے تھے"، تو یہاں پر بھی لفظِ "توفی" ان کے لیے استعمال ہوا ہے، جن پر موت واقع نہیں ہوئی، کیونکہ سویا ہوا شخص مرا ہوا نہیں ہوتا، وہ سونے والا ہوتا ہے، میت نہیں ہوتا، مگر "توفی" اس پر بھی واقع ہے، لہذا پہلی بات کہ "توفی" موت دینے کے لئے ہے، یہ بات ثابت نہ ہو سکی.

دوسری بات: یہ کہ "توفی" حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع سے پہلے واقع ہو، یہ بھی ثابت نہیں، کیونکہ "واو" مطلق جمع کیلئے ہے، اسمیں ترتیب ضروری نہیں ہوتی، یعنی "واو" کے ذریعہ بہت سی چیزوں کو یکجا جمع کر دیا جاتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ جو چیز "واو" سے پہلے مذکور ہو، وہ وقوع میں بھی اس سے پہلے ہو جو "واو" کے بعد ہے، اس طرح کی مثالیں قرآن کریم میں کثرت سے موجود ہیں.

تیسری بات: یہ کہ اگر کہا جائے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے درجات کی بلندی ان کی موت پر موقوف تھی، تو اس امر کا بطلان بھی بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اللہ

تعالی کے نبی تو رفیع الدرجات ہوتے ہیں، وہ مرنے سے پہلے بھی رفیع الدرجات ہوتے ہیں، اور مرنے کے بعد بھی.

چوتھی بات: یہ ہے کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾، کا معنی "مميتك" یعنی موت دینے والا ہوں، تو "مميت" اسم فاعل ہے، یعنی موت دینے والا، اب موت دینے کے زمانہ کی تعین اسمیں نہیں ہے، اور اسم فاعل کا اشتقاق مضارع سے ہوتا ہے، اور وہ عموماً مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اور اکابر میں سے جس سے یہ بات نقل کی گئی ہے، کہ ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ "مميتك" موت دینے کے معنی میں ہے تو وہ اس قید کے ساتھ ہے، **"أي عند إنزالي إيّاك من السماء"** یعنی تجھے آسمان سے اتارنے کے بعد موت دینے والا ہوں، جبکہ وہ اپنی عمر کی مدت پوری کر لیں گے- تو یہ تفسیر بھی حیاتِ عیسی کے ہرگز خلاف نہیں، تمام امتِ مسلمہ جو حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی قائل ہے، وہ ان کے نزول کے بعد ان کی موت کی بھی قائل ہے، کہ عمر پوری کرنے کے بعد ان کی ضرور وفات ہوگی، اور وہ دفن ہوں گے.

قادیانیوں کو ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کا "مميتك" کے معنی میں ہونا تو یاد رہا، مگر اسکی قید "تمہارے نزول کے بعد مدتِ عمر پوری ہونے کے وقت آپ کو موت دوں گا" یاد نہیں رہا، یا یہ قادیانیت کا عمداً خلط ہے، تاکہ وہ حیاتِ عیسی علیہ السلام کے عقیدہ میں تشویش پیدا کرے، حالانکہ یہ تفسیر بھی مسلم مفسرین کے ہاں! معروف ہے کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے، کہ "رفع" کا زمانہ مقدم ہے **"إماتة"** (موت دینے) سے، اس

لئے کہ اللہ تعالی نے اس واقعہ کے وقت حضرت عیسی علیہ السلام کو تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) سال قبل یہ خبر بطورِ تسلی دی تھی، کہ میں ہی تمہیں تمہارے آسمان سے اترنے، اور تمہاری عمر کے پورا ہونے پر خود موت دینے والا ہوں، رہا اس وقت تو میں اب تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، یعنی بعد میں ہونے والے امر کو پہلے ذکر کر دیا، اور پہلے ہونے والے کو بعد میں ذکر کیا گیا، کہ تمہاری موت تو تمہارے آسمان سے دنیا کی طرف واپسی کے بعد عمر پوری ہونے پر ہو گی، اور "رفع" اب، لہذا ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کو "مميتك" کے معنی میں لینے سے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی نفی نہیں ہوئی، کہ وہ ان کے آسمان سے نزول کے بعد ان کی عمر کے خاتمہ پر موت کی خبر ہے.

رہا حضرت عیسی علیہ السلام کو واپس اتارنے کے بعد موت دینے کی خبر دینا، اور اس وقت ان کو ان کے دشمنوں کے درمیان سے اٹھالینا، اسمیں بھی ان لیے تسلی کی خبر ہے، اور ان کے لیے یہ خوشخبری ہے، کہ یہود ہرگز آپ کو قتل نہیں کر سکتے، اور نہ وہ آپ کو سولی دے سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالی ہی آپ کو آپ کی عمر کے تمام ہونے تک پہچانے والا ہے، پھر آپ عمر کے مکمل ہونے پر وہ آپ کو موت دیگا، اور اس وہ آپ کا رفع فرمانے والا ہے.

لہذا اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق مستقبل میں وفات دینے کی خبر دینا، اور اس وقت اوپر اٹھالینا، یہی تو حضرت عیسی علیہ السلام پر اللہ تعالی کا وہ خصوصی انعام ہے، یہی امر ان کی خصوصیات میں سے ہے، جسے اللہ تعالی نے اپنے

اس فرمان: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾ {آل عمران: ۵۵}، میں بطور انعامِ خاص کے بیان فرمایا ہے، الحمد للہ ہمارے اس ایمانی جواب سے قادیانی اعتراض کافور ہوا.

اللہ تعالی کی طرف سے درود و سلام ہوں نبئ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(چھٹا محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"امتِ مسلمہ کے عقیدے کے مطابق
حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع"
(یعنی آسمان پر اٹھائے جانے) کے دلائل"

چھٹے محاضرہ کا خلاصہ:

۱) لفظِ "رفع" کے وضعی معنی عالم سفلی سے عالم علوی کی طرف حرکت کرنے اور منتقل ہونے کے ہیں.

۲) لفظِ "رفع" درجات کی بلندی یا روحانی رفعت پر کسی قرینہ یا زائد ترکیب کی بنا پر ہی دلالت کرتا ہے.

۳) اللہ تعالی کا فرمان: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِ﴾ {نساء: ۱۵۸}. حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" یعنی آسمان پر اٹھائے جانے کی پہلی قطعی دلیل.

۴) اللہ تعالی کا فرمان: ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ {آل عمران: ۵۵}. حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" یعنی اوپر اٹھائے جانے کی دوسری قطعی دلیل.

۵) جسم وروح کے ساتھ اوپر اٹھایا جانا حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیت، جیسے کہ "توفی" ان کی خصوصیت ہے.

۶) لفظِ "توفی" کی وضاحت.

۷) لفظِ "توفی" کے مفہوم کو قادیانیت کا خلط کرنا بایں طور پر کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام پر اللہ تعالی کی نعمتِ خاصہ نہ بن سکے، نہ وہ لائقِ ذکر رہے.

۸) نقل ناقص یا قرآن وحدیث کی تفسیر میں قادیانی خیانت.

۹) ہماری مخلصانہ دعوت.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! ......

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ ﴾ {النساء: ١٥٧–١٥٨}.

وقال النبي ﷺ: "لينزلنّ فيكم عيسى ابن مريم".

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

اللہ تعالی کا فرمان ہے، **ترجمہ:** "اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا، جو کہ اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ انھوں نے نہ ان کو قتل کیا، اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کے لئے مشابہت کر دی گئی، اور جو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ غلط خیالی میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اور یقیناً بات ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ انہیں تو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں". {نساء: ١٥٧–١٥٨}.

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **"تمہارے درمیان حضرت عیسی ابن مریم ضرور آئیں گے"**.

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"دین نصیحت اور خیر خواہی ہے"**.

یہ اس سلسلہ کا چھٹا محاضرہ ہے، اس کا عنوان ہے، **"امتِ مسلمہ کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" (یعنی آسمان پر اٹھائے جانے) کے دلائل کا بیان"**.

ضروری تمہید:

یاد رہے کہ ہر لفظ اپنے وضعی معنی پر جس کے لئے وہ بنا ہو خود بخود دلالت کرتا ہے، اس کے لئے وہ کسی زائد لفظ کا محتاج نہیں ہوتا، نہ کسی قرینہ کی اسے ضرورت ہوتی ہے. تمام بنی آدم کی زبانوں میں یہ متفقہ ضابطہ ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں.

رہا کسی لفظ کا اپنے وضعی معنی سے ہٹ کر کسی دیگر معنی پر دلالت کرنا، تو یہ بغیر زیادتی لفظ، یا اس دیگر معنی کے قرینہ کے ممکن نہیں ہوتا، قرینہ ہی وہ امر ہے جو لفظ کو اس کے وضعی معنی سے اس دیگر معنی کی طرف پھیرتا ہے، جس کا متکلم نے ارادہ کیا ہو، جیسے کہ لفظِ "رفع" ہے، جو لغت میں نیچے سے بلندی کی طرف منتقل ہونے کے لئے وضع کیا گیا ہے، اور لفظِ "رفع" "وضع" یا "خفض" (یعنی نیچے اترنے) کی ضد ہے، اور مرفوع اس چیز کو کہتے ہیں جو نیچے سے اوپر کی طرف منتقل ہو.

رہا لفظِ "رفع" کا درجہ کی بلندی یا روحانی رفعت وبلندی پر دلالت کرنا، کہ مرفوع سے مراد بلند درجات والا ہو، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ "رفع" کے لفظ کے ساتھ کوئی زائد لفظ و قرینہ بھی ضرور ہو، جیسے باری تعالی کا فرمان انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہے: ﴿تِلْكَ ٱلرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ ٱللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَٰتٍ﴾ {بقرة: ٢٥٣}. ترجمہ: "ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالی نے کلام فرمایا، اور اسے نے بعض کو درجات کو بلند فرمایا".

قرآن کریم نے یہاں "رفع" کے ساتھ لفظِ "درجات" کو بھی ذکر کیا، تاکہ لفظِ "رفع" یہاں بلندیٔ درجات پر دلالت کرے، نہ کہ رفعِ حقیقی یعنی کسی چیز کے عالم سفلی سے عالمِ علوی کی طرف اٹھائے جانے کے لئے سمجھا جائے.

اور اسی قبیل سے اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ {مجادلة: ١١}. ترجمہ: اللہ تعالی تم میں ایمان والوں کے، اور ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کریگا، اور اللہ تعالی کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے، {مجادلة: ١١}.

یہاں لفظِ "درجات" کا ذکر کرنا، اس بات کا قرینہ ہے کہ اللہ تعالی اہلِ علم اور اہلِ ایمان کو درجات میں بلند کرے گا، نہ کہ ان کا "رفعِ حقیقی" ہو گا، کہ وہ نیچے سے اوپر کی طرف اٹھائے جائیں گے.

اور اسی طرح قرآن کریم نے حضرت ادریس علیہ السلام کی شان میں یہ ارشاد فرمایا: ﴿وَرَفَعْنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ {مریم: ٥٧}. ترجمہ: ہم نے ان کو بلند مقام تک پہنچایا.

تو لفظِ "رفع" کے ساتھ ﴿مَكَانًا عَلِيًّا﴾ کا ذکر حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مقام پر پہنچانے کا قرینہ ہے، جو "رفع حقیقی" یعنی نیچے سے اوپر اٹھائے جانے کے معنی سے مانع ہے، اگر "رفع" کے ساتھ کوئی قرینہ نہ ہو تو وہ نیچے سے اوپر اٹھائے جانے ہی کے معنی میں ہو گا.

قرآن کریم میں حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کا ذکر:

قرآن کریم نے جہاں پر حضرت عیسی علیہ السلام کو اوپر اٹھائے جانے کا ذکر فرمایا ہے، جیسے کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ {آل عمران: ۵۵}. ترجمہ: "یقیناً میں تم کو بتمام قبض کرنے والا ہوں، اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں"، - اس میں "رفع" کے ساتھ کوئی قرینہ نہیں، جو ان کو نیچے سے اوپر کی طرف اٹھائے جانے سے روکنے والا ہو.

اسی طرح اللہ تعالی کے اس فرمان میں بھی ہے کہ: ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ {نساء: ۱۵۸}. ترجمہ: "بلکہ انہیں تو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑے زبردست، حکمت والے ہیں". اس میں "رفع" کے ساتھ کوئی قرینہ موجود نہیں، جو حضرت عیسی علیہ السلام کو نیچے سے اوپر کی طرف اٹھانے میں مانع ہو.

حضرت عیسی علیہ السلام کے باب پر مذکورہ دونوں جگہوں میں لفظِ "رفع" کا مطلب کیا ہے؟

ان دونوں آیتوں میں لفظِ "رفع" کے قرآنی اور شرعی مفہوم تک پہنچنا مندرجہ ذیل امور کی رعایت سے ہی ہو گا:

۱) پہلی بات یہ ہے کہ لفظِ "رفع" کا مدلول اس کی لغوی وضع کے مطابق ہوں.

۲) دوسرے یہ کہ وہ معنی آیت کے سببِ نزول کے موافق ہوں.

۳) تیسرے یہ کہ وہ سیاق وسباق کے موافق ہوں.

۴) چوتھے یہ کہ وہ معنی قرآن وحدیث کی عمومی تصریحات کے موافق ہوں.

۵) "رفع" کا وہ مدلول حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیت بن سکتا ہو.

۶) اس امر کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ "رفعِ عیسی علیہ السلام" کا وہ مدلول قرآن کریم کے معتمد اور ثقات مسلّم مفسرین حضرات کی تصریحات کے مطابق ہو.

کیونکہ اپنی شخصی یا ذاتی رائے اور اپنی خواہش کے مطابق کسی لفظ کا معنی کرنا، یہ قرآن کریم کی تفسیر نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالی کی آیات میں الحاد کرنے والوں کا طریقہ ہے، جو اہلِ ایمان کے منہج سے انحراف کہلاتا ہے، اور گمراہ ہونے، اور گمراہ کرنے کا ذریعہ ہے، جیسے کہ قرآن کریم نے خود اس کی صراحت کر دی، کہ یہ قرآن:

﴿يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا ٱلْفَٰسِقِينَ﴾ {بقرة: ٢٦}،

ترجمہ: "بہت سوں کو اسکی وجہ سے گمراہ کرتا ہے، اور بہت سوں کو ہدایت کرتا ہے، اور وہ نہیں گمراہ کرتا، مگر صرف حکم عدولی کرنے والوں کو".

جو امور ہم نے لفظِ "رفع" کے بارے میں ذکر کیے ہیں، ان کی رعایت قرآنی لفظ "توفی" میں بھی ضروری ہے.

رفعِ عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی دلیل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح و جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانے کی پہلی دلیل حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشادِ گرامی ہے: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ {نساء: ۱۵۸}. ترجمہ: "بلکہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑے زبردست، حکمت والے ہیں".

اس آیت کا سببِ نزول معروف ومشہور ہے، کہ حضور ﷺ کی خدمت میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا، یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح و جسم سمیت اوپر اٹھائے جانے کا اعتقاد رکھتے تھے، نیز نزولِ قرآن سے پہلے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مع جسم کے اوپر اٹھائے جانے کا عقیدہ عیسائیوں کے درمیان ان کے مشہور عقائد میں سے تھا، تو اگر قرآن کریم اس بارے میں صرف خاموش رہ جاتا، اور اس عقیدے پر ردّ نہ کرتا، تو قرآن کریم کی خاموشی اس عقیدے کے صحیح ہونے کی دلیل ہو جاتی، کیونکہ قرآن کریم نے ان کے ہاں معروف سبھی باطل عقائد کا ردّ فرمایا، جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق "ابنیت"، اور ان کی "الوہیت" کا قائل ہونا، اور ان کے بارے میں نصاریٰ کا "تثلیث" کا عقیدہ، "کفارہ" کا عقیدہ رکھنا، ان تمام عقائدِ باطلہ کا قرآن کریم نے صراحت سے ردّ فرمایا.

لہذا اگر قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع" اور روح و جسم سمیت اوپر اٹھائے جانے کا ردّ نہ کرتا، اور صرف خاموش رہتا، تو قرآن کریم کی یہ خاموشی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسدِ عنصری کے ساتھ اوپر اٹھائے جانے کے عقیدے کی

تصحیح شمار ہوتی، مگر قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھائے جانے کے اہم مسئلہ میں صرف خاموشی پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان کے اٹھائے جانے کو صراحت سے بیان بھی کیا، اور فرمایا: ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴾ {نساء: ۱۵۸}. **ترجمہ:** "بلکہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا. {نساء: ۱۵۸}. قرآن کریم کا ان کے قتل اور سولی کی نفی کے بعد اوپر اٹھائے جانے کو ثابت کرنا، پھر اس وفد کے سامنے اس کا ذکر کرنا، جو پہلے سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ کے مع جسم اوپر اٹھائے جانے کا قائل تھا، یہ اس عقیدے کے حق وسچ ہونے کی دلیل ہے.

نیز ہم کہتے ہیں، کہ:

قادیانیت کا اس عقیدہ کا انکار، یا اسے باطل وشرکیہ اور اسلام میں عیسائیت کی طرف سے دخیل عقیدہ کہنا سراسر باطل ہے، کیونکہ **اولاً:** اگر یہ عقیدہ باطل ہوتا، یا شرکیہ عقائد میں سے ہوتا، یا یہ عقیدہ اسلام میں باہر سے داخل ہونے والے عقائد میں سے ہوتا، یا یہ عقیدہ قرآن کریم میں "تحریف" اور "جہل" ہوتا، (جیسے کہ قادیانی زعم باطل ہے)، تو قرآن کریم اس پر خاموش نہ رہتا، اور نہ ہی اسے خود صراحت سے بیان کرتا.

ثانیاً: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے جانے کا مطلب ان کی روحانی ترقی یا بلندئ درجات ہوتا، تو ضرور بالضرور قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے جسدِ عنصری کے ساتھ اٹھائے جانے کے نصرانیت کے معروف عقیدے پر ردّ کرتا، جیسا کہ اس نے ان کے دیگر باطل عقائد پر ردّ فرمایا.

ثالثاً: نیز قرآن کریم عقیدہ "رفعِ روحانی" کو مستقل طور پر بطور عقیدۂ حقہ کے بیان بھی کرتا.

ایک باطل احتمال:

اگر یہ بات کہی جائے کہ قرآن کریم نے لفظِ "رفع" کو مجمل طور پر ہی چھوڑ دیا، کہ وہ دونوں معنی میں لیا جاتا رہے، یعنی ایک فریق اسے جسم کے ساتھ اٹھائے جانے پر حمل کرتا رہے، اور دوسرا فریق اسے روحانی ترقی پر حمل کرتا رہے، یعنی نجران کا وفد "رفع" کو اپنے عقیدے کے مطابق جسم سمیت اٹھائے جانے پر محمول کرلے، اور مسلمان اس کو روحانی ترقی پر محمول کرلیں، اور اس طرح پھر ہر فریق قرآن کریم کے بیان سے خوش رہے، تو یقیناً یہ حق اور باطل کو خلط کرنا ہے، جو باری تعالی اور قرآن کریم کی سنت کے سراسر خلاف ہے، بلکہ ایسا کہنا تو اللہ کی کتاب قرآن کریم کے اسلوبِ بیان سے ہرگز میل نہیں کھاتا، جو قرآن حق اور باطل کے درمیان کھلی تفریق کرنے کے لئے ہی آیا، اسے خود ہی اشتباہ کو جنم دینے کے لئے قرار دیا جائے، لہذا اس طرح کا قول حق تعالی شانہ کی ذاتِ گرامی پر بہتان ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ حق کو ظاہر کرتا ہے، وہ اسے بیان کرتا ہے، اسیطرح اللہ تعالی کے اس رسول پر بہتان ہے، جو صرف رضائے الہی کا طالب رہا ہے، نہ کہ مخلوق کی رضا کا، اور اس قرآن پر بھی بہتان ہے جو اس غیر شرعی طریقہ سے امورِ شرعیہ میں خلط نہیں کرتا، کیونکہ قرآن کریم تو ہر چیز کا کھلا بیان ہے، اور اللہ تعالی نے اس کو اپنے رسول پر اسی لئے اتارا کہ وہ لوگوں کے درمیان حق کو کھلے طور پر بیان فرماویں، ارشادِ باری تعالی

ہے: ﴿ إِنَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُۚ وَلَا تَكُن لِّلۡخَآئِنِينَ خَصِيمٗا ﴾ {نساء: ۱۰۵}. **ترجمہ:** بیشک ہم نے آپ (ﷺ) پر کتاب اتاری حق کے ساتھ، تاکہ آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے موافق فیصلہ فرماویں، جو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو بتلایا ہے، اور آپ ﷺ ان خائنوں کی طرفداری نہ کیجئے".

تو حضرت عیسی علیہ السلام کا "رفع" (یعنی اوپر اٹھایا جانا) چونکہ امرِ حق تھا، اسی لئے اس کا ردّ نہیں فرمایا، اور قرآن کریم نے اس پر یہ نہیں کہا کہ وہ خاموش رہے، بلکہ اس کی صراحت فرمائی، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو مع جسم کے اوپر اٹھائے جانے کو بیان فرمایا، اس طرح واضح بیان ہی حضور ﷺ کا فرضِ منصبی تھا.

لہذا اہلِ ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حق کو قبول کریں، وہ اس حق کو تسلیم کریں، اور اس میں کسی قسم کی تاویل نہ کریں.

اسی طرح جب ہم اس آیت کے سیاق وسباق میں غور وفکر کرتے ہیں، کہ **اولاً:** اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل اور سولی کی نفی کی، ثانیاً: قرآن نے حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کو کلمہ "بل" لاکر ذکر کیا، تو یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے، کہ جو شخص جملہ نافیہ ﴿ وَمَا قَتَلُوهُ ﴾ اور جملہ نافیہ ﴿ وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ میں مسند الیہ ہے، وہی اس جملۂ مثبتہ ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴾ {نساء: ۱۵۸}، میں بھی مسند الیہ ہے، اور وہی شخص مرفوع ہے، جس شخص کے مقتول اور مصلوب ہونے کی نفی ہوئی، اور وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی روح وجسم سمیت شخصیت ہے، نہ کہ ان کے درجات، کیونکہ درجہ اور رتبہ کا "قتل" و "صلب" نہیں ہوتا، کہ اس سے قتل کی

نفی کی جائے، نہ ہی اسے سولی دی جاسکتی ہے، کہ اس سے سولی کی نفی کی جائے، اور پھر اس کے لئے "رفع" کیونکر ثابت کیا جائے؟ بلکہ "رفع" بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے لئے ہی ثابت ہے، جن کی ذاتِ گرامی سے "قتل" و"صلب" کی نفی ہوئی، پھر رافع یعنی اٹھانے والا خود اللہ تعالی ہے، اور مرفوع ضمیر مخاطب کا مرجع ہے، اور وہ حضرت عیسی علیہ السلام ہیں، نہ یہ کہ ان کے درجات، یوں اس کلام کا سیاق وسباق حضرت عیسی علیہ السلام کو مع جسم کے اٹھائے جانے کی وضاحت کر رہا ہے، یہی جملہ مسلم مفسرین نے اپنی تفسیروں میں ذکر فرمایا ہے، ان حضرات کے اقوال ہم اپنے پانچویں محاضرے میں بیان کر چکے ہیں.

دوسری دلیل:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ﴾ {آل عمران: ۵۵}، **ترجمہ:** "جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسی بیشک میں تمہیں پورے طور پر قبض کرنے والا ہوں، اور میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں".

یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کو پورے طور پر لے لینے اور اٹھائے جانے پر مشتمل ہے، نیز یہ بتارہی ہے کہ ان کا اٹھایا جانا، بایں طور ہے کہ وہ ان پر اللہ تعالی کی نعمتِ خاصہ ثابت ہو، وہ انعامِ خاص ایسا ہو، کہ اللہ تعالی اس کو بطورِ احسان جتلا سکے، پھر ان کا یہ "رفع" ان کے لئے قابلِ ذکر خصوصیت بن سکے، کہ دیگر کوئی اسمیں ان کا ثانی وشریک نہ ہو.

نیز یاد رہے کہ اللہ تعالی اسی مذکورہ آیت میں ان کے "رفع" کے ساتھ ان کی تین دیگر خصوصیات یا انعاماتِ خاصہ کا بھی ذکر فرمارہے ہیں، اب اگر ان کا "رفع" ایسے معنی پر محمول کیا جائے جس سے وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیت نہ رہے، تو یہ قرآن کریم کی مقصدیت کے کھلے طور پر خلاف ہو گا، جسکی غرض خصائصِ عیسوی کا بیان ہے، لہذا "رفع عیسی علیہ السلام" کا وہی معنی درست ہو گا، جو محض حضرت عیسی علیہ السلام پر ہی صادق آئے، لہذا "رفع" کو درجہ کی بلندی پر حمل کرنا سیاق وسباق کے بھی خلاف ہے، اور اسے موقع و محل سے بھی کوئی مناسبت نہ رہے گی، کہ حضرت عیسی علیہ السلام جو اپنے دشمنوں کے گھیرے میں تھے، اگر ان کو اس حال میں پورے طور پر روح و جسم سمیت نہ اٹھایا جاتا، اور ان کو ان کے دشمنوں کی زد سے چھٹکارانہ دلایا جاتا، اور تکلیف سہنے کے لئے بے یارو مددگار چھوڑ دیا جاتا، اور صرف ان کے درجہ اور رتبہ کو بلند کیا جاتا، (جیسا کہ قادیانیت کا خیال ہے)، تو یہ قطعی طور پر خلافِ محل و موقع ہوتا، اور اس بات کے بھی خلاف ہوتا کہ رفعِ عیسی علیہ السلام کوئی نعمتِ خاصہ ہے، کیونکہ عام حالات میں تو جملہ اہلِ ایمان کے بھی درجات بلند ہوتے ہیں، اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی کیا خصوصیت رہی؟ حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کا ذکر باری تعالی کے اس فرمان کے بعد ہے: ﴿ وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ ٱللَّهُ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَٰكِرِينَ ﴾ {آل عمران: ۵۴}، **ترجمہ:** "اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے". - جب دشمنوں کی تدبیر ان کو ہلاک کرنے کی

تھی، اور اللہ تعالی صرف ان کے درجات بلند کر کے انہیں دشمنوں کے لئے چھوڑ دیتا، تو کس طرح یہ بہترین تدبیر کہلاتی؟ حضرت عیسی علیہ السلام کے مذکورہ حالت میں ہونے پر اللہ تعالی کا یہ فرمانا: ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ (میں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں)، صرف رفعِ حقیقی (اوپر اٹھانے) پر ہی محمول ہو گا، یہی ان کی حالت کے مناسب ہے، بصورتِ دیگر یہ نہ صرف لفظِ "رفع" کے ساتھ زیادتی ہو گی، بلکہ خود حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ بھی زیادتی ہو گی، اور کلام کے سیاق وسباق کے ساتھ بھی دہشت گردی ہو گی.

یہ بھی یاد رہے کہ یہاں پر "رفع" کو اپنے حقیقی معنی سے رفعِ درجات کی طرف پھیرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے، نہ دیگر کوئی زائد ترکیب موجود ہے، پھر جملہ دیگر شواہد بھی اس امر کے مؤید ہیں، کہ اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمنوں کی تدبیر کے مقابلہ میں اپنی تدبیر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں، اور وہ اسی طرح ظاہر ہو سکتی ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں سے مکمل چھٹکارہ دلایا جائے، لہذا اگر مرفوع حضرت عیسی علیہ السلام کی شخصیت اور ذات ہو، تو اللہ تعالی کی خبر بھی سچی ہو جاتی ہے، اور اللہ تعالی کے اس فرمان کا مقصد بھی ظاہر ہو جاتا ہے، کہ ﴿وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَـٰكِرِينَ﴾، (کہ اللہ تعالی تدبیر کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے)، لہذا اللہ کی طرف اٹھایا ہوا وہی ہے، جس کو اللہ تعالی نے قتل اور سولی سے نجات دی، اور وہی ہے جو ضمیر خطاب کا مصداق ہے، اور وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی ذات گرامی اور شخصیت ہے، نہ کہ ان کا جزء، اور نہ ہی ان کا وصف، اور جب اٹھانے والا اللہ تعالی

ہے، جیسے کہ اس نے فرمایا: "إِنِّيْ رَافِعُكَ إِلَيّ" (میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں)، تو جس کو اٹھایا گیا، وہ "کاف خطاب" کی ضمیر کا مرجع ہو گا، اور وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی اور شخصیت ہے، نہ کہ ان کا وصف.

حضرت عیسی علیہ السلام پر دیگر خصوصی نعمِ ثلاثہ:

حضرت عیسی علیہ السلام پر اللہ تعالی کے دیگر تین خصوصی انعامات کیا ہیں؟

ان میں سے پہلے کا ذکر اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں کیا ہے، ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ {آل عمران: ۵۵}. ترجمہ: "میں تم کو پورے طور پر قبض کرنے والا ہوں"، (یہ توفی عیسی ہے).

حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" کا مدلول:

حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" سے پہلے جس نعمتِ خاصہ کا ذکر ہوا وہ ان کی "توفی" ہے، جسے لفظِ ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کی ترکیبِ اضافی نے بیان کیا ہے، جس میں لفظ "متوفی" مضاف، اور "کاف ضمیر" مضاف الیہ ہے، اور لفظِ "مُتوفی" "توفّی" بروزن "تفعل" سے اسم فاعل ہے، اور "توفی" "وفاء" سے مشتق ہے، لہذا اس کی دلالت اپنے اشتقاق کے موافق ہو گی، لفظِ "متوفی" کا اشتقاق "موت" یا "نوم" سے نہیں ہے، کہ "متوفی" "موت دینے والا، یا نیند طاری کرنے والے پر دلالت کرے، چونکہ "توفی" وفاء سے ماخوذ ہے، تو اس کے یہ معنی ہوئے "کسی چیز کو پورے طور پر لینا"، اور "متوفی" "پورے طور پر لینے والا.

پھر باری تعالی کے فرمان: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ ﴾ {آل عمران: ۵۵}، **ترجمہ:** "جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسی بیشک میں تمہیں پورے طور پر قبض کرنے والا ہوں"، – میں "توفی" کا فاعل اللہ تعالی ہے، اور اس کا مفعول عیسی علیہ السلام ہیں، تو پورے طور پر لینے والا تو اللہ تعالی ہے، اور پورے طور پر جس کو لیا گیا، وہ حضرت عیسی علیہ السلام ہیں.

آیت مذکورہ میں لفظِ "متوفی" کا مدلول جاننے کے لئے مندرجہ ذیل امور کی رعایت ضروری ہے، (جن کی طرف ہم نے لفظِ "رفع" میں بھی اشارہ کیا ہے).

اور وہ امور یہ ہیں:

۱) لفظ کے وضعی مفہوم کی رعایت.
۲) آیت میں اس کے موقع کی رعایت.
۳) لفظ ﴿ مُتَوَفِّيكَ ﴾ کے سیاق وسباق کی رعایت.
۴) وہ معنی جو معتبر اسلامی مفسرین سے ثابت ہو.
۵) وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیت ہو، (دیگر اس میں شریک نہ ہوں).
٦) ایسی خصوصیت ہو جو نعمت بن سکے، اور جو قابلِ ذکر اور احسان جتلانے کے لائق ہو.

اب اگر ہم اس آیت کے سیاق وسباق میں غور کریں تو بات یوں ہے کہ یہ آیت اس امر کے ذکر کی بعد آئی ہے، کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے

دشمنوں کے ساتھ اپنی خصوصی تدبیر فرمائی، اور صاف طور پر یہ بھی بتا دیا کہ اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں بہترین تدبیر فرمانے والا ہے.

پھر اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" کا ذکر اپنی ان خاص نعمتوں میں کیا ہے، جو ان پر فرمائیں، جس پر اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر اپنا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟﴾ {آل عمران: ۵۵}، **ترجمہ:** "اے عیسی بیشک میں تمہیں پورے طور پر قبض کرنے والا ہوں، اور میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تم کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں"، - تو ظاہر بات ہے کہ باری تعالی کے فرمان: ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ میں "متوفی" کا مدلول حضرت عیسی علیہ السلام ہیں، اور "توفی" کا مطلب انہیں روح و جسم سمیت مکمل طور پر لے لینا ہے، تاکہ ان کو آسمان کی طرف اٹھالے، تیسری خصوصی نعمت اس ارشادِ ربانی میں مذکور ہے: ﴿وَمُطَهِّرُكَ﴾ (اور تجھ کو پاک کرنے والا ہوں) - اس میں "تطہیر" کا مطلب حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں کے ہاتھوں کی گندگی سے الگ رکھنا، اور انہیں ایسی جگہ پہنچا دینا، کہ دشمن وہاں تک نہ پہنچ سکیں، یہی بات مسلم مفسرین نے ذکر فرمائی ہے، اور آج تک امتِ مسلمہ کا یہی عقیدہ ہے، اور صرف اس معنی میں ہی "توفی" حضرت عیسی علیہ السلام پر اللہ تعالی کے خاص انعامات میں سے ہو سکتی ہے، "توفی" سے ان کی وفات اور "رفع" سے ان کے درجات کی بلندی مراد نہیں، (جیسا کہ قادیانیوں کا خیال ہے).

لفظِ "توفی" اور اس کے بعض لوازم کی وضاحت:

لفظِ "توفی" اپنی وضع کے اعتبار سے کسی چیز کو مکمل طور سے لینے اور وصول کرنے پر دلالت کرتا ہے، اور "توفی عیسی علیہ السلام" ان پر اللہ تعالی کی خاص نعمت ہے، لہذا اس میں مندرجہ ذیل چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے.

۱) یہ کہ لفظِ "توفی" حضرت عیسی علیہ السلام کو تسلی اور اطمینان دینے کے لئے، اور ان کو ان کے دشمنوں سے چھٹکارہ دلانے کے لئے ہو.

۲) اس میں اللہ تعالی کی تدبیر کا ان کے دشمنوں کی تدبیر پر غلبہ ہو.

۳) اسمیں ان کے ان دشمنوں کی رسوائی کا پایا جانا ہو، جنھوں نے ان کے ساتھ خفیہ تدبیر کی.

۴) اللہ تعالی کی قدرت کا ظہور ہو.

۵) "توفی" حضرت عیسی علیہ السلام کی ان خصوصیات میں سے ہو، جس کی بناء پر وہ دوسروں سے ممتاز ہوں.

یقیناً "توفی" اپنے اسلامی مفہوم میں جس طرح کہ مسلم مفسرین نے بیان کیا ہے مکمل وضاحت کے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام کے خاصہ کے طور پر ثابت ہے، جس میں ان کے لئے تسلی بھی ہے، اور ان کے دشمنوں کی رسوائی بھی ہے، اور اس میں اللہ تعالی کی تدبیر کا غالب آنا بھی ہے، اور اللہ تعالی کی قدرت کا اظہار بھی ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو مع جسم اور روح کے آسمان کی طرف اٹھالیا بغیر انہیں موت دیئے ہوئے، اور بغیر سلائے ہوئے، کیونکہ "توفی" موت یا نوم سے مشتق نہیں ہے،

کہ اس پر دلالت کرے، البتہ پورے طور پر اسے لینا اس کا وضعی معنی ہے، لہذا کسی شخص نے اپنی عمر پوری کرلی، تو اس کو پورے طور پر لینا موت دینے سے کنایہ ہو گا، اگر کسی کی "توفی" نیند کے وقت ہو، تو وہ اسے نیند دینے سے کنایہ ہو گا، اسی کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے.

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا ﴾ {زمر: ۴۲}، **ترجمہ:** "اللہ تعالی قبض کرلیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت". -یعنی موت کے وقت نفس کو مکمل طور پر لے لیتا ہے، پھر یہ ہوتا ہے کہ: ﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ ﴾ {زمر: ۴۲}، **ترجمہ:** "روک لیتا ہے ان کو جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا"-، لہذا جب اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کی جان موت کے وقت قبض کر کے روک لیگا، پھر نہ چھوڑے گا، جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا ﴾ {زمر: ۴۲}، **ترجمہ:** "اللہ تعالی قبض کرلیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت".- تو یہاں اللہ تعالی نے اس "توفی" کے ساتھ لفظِ "حین الموت" (موت کی وقت) کا ذکر کیا، تاکہ یہاں "توفی" موت دینے سے کنایہ رہے، اگر لفظِ "توفی" مطلق طور پر موت دینے کے معنی میں ہوتا، تو "حین الموت" کا ذکر قرآن کریم میں (نعوذ باللہ) لغو ہوتا، تو "حین الموت" کا قرینہ "پورے طور پر "توفی" کو "اماتہ" کے معنی کی طرف پھیر دیگا، اسیطرح "توفی" کا معنی "انامہ" یعنی نیند طاری کرنا بھی نہیں ہے، اگر ہوتا، تو قرآن کریم میں "﴿فِي مَنَامِهَا﴾ کا اضافہ (عیاذاً باللہ) لغو ہوتا ہے، تو "منام" کا قرینہ "توفی" کو "انامہ" (نیند دینا) کی طرف

پھیر دیگا، یعنی پھر "توفی" کے معنی نیند طاری کرنے ہوں گے، یعنی اس مدت میں "توفی" کنایہ ہو گی نیند دینے سے، اور جس پر یہ طاری ہو گی وہ مردہ نہیں، بلکہ سویا ہوا ہو گا، جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ {زمر: ۴۲}، ترجمہ: اور وہ قبضہ میں لیتا ہے ان کو جن کو موت نہیں آئی ان کی نیند میں.

یعنی اللہ تعالی قبض کر لیتا ہے جانوں کو سونے کے وقت، تو یہ سونے والی جانیں سوئی ہوئی ہیں، مردہ نہیں، خود قرآن کریم نے اس کے بارے میں صراحت کر دی، ﴿وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ﴾ {الزمر: ۴۲}، (جو مری نہیں)، یعنی وہ جانیں جو مری نہیں ان کو اللہ تعالی سونے کے وقت قبض کر لیتا ہے، لہذا آیت کا یہ حصہ پوری وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ "توفی" موت دینے یا نیند دینے کے علاوہ دیگر چیز ہے، جس کے معنی نہ "اماتہ" (موت دینا) ہیں، اور نہ "انامہ" (سلانا) ہیں، بلکہ اس کے معنی صرف اور صرف "پورے طور پر قبض میں کر لینا ہے"، لہذا "متوفَی" یعنی (جس کو قبض کیا گیا)، وہ نہ میت ہے، نہ نائم، بلکہ وہ صرف قبضہ میں لیا ہوا ہے، ہاں! اگر موت کے وقت مقبوض ہوا، تو میت، اور "توفی" موت سے کنایہ، اور اگر نوم کے وقت مقبوض ہوا، تو نائم، مگر نوم کا قرینہ ضروی ہو گا، اگر بغیر وقتِ موت، یا بغیر وقتِ نوم "متوفی" مقبوض ہوا، تو یہی حضرت عیسی علیہ السلام ہیں، جن کی "توفی" کے ذکر میں نہ قرینۂ موت ہے، نہ قرینۂ نوم ہے، ہاں! اس کے بعد رفع کا ذکر ہے، تو ان کی "توفی" توفیٔ رفع ہے.

یہ سراسر خود ساختہ ضابطہ ہے کہ "توفی" بابِ "تفعل" سے ہو، اور قرینۂ موت

اور نوم نہ ہو، فاعل اللہ تعالی ہو، اور مفعول ذی روح ہو، تو "توفی" کا معنی "اماتہ" موت دینا ہو گا، یہ گھڑا ہوا قادیانی ضابطہ خلافِ لغت، خلافِ شرع، خلاف قرآن وسنت، خلافِ بیانِ شارع محض قادیانی ضابطہ ہے، جس کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ لغت میں، نہ شرع میں، نہ قرآن وحدیث میں،، نہ امتِ مسلمہ میں خیر القرون سے تاحال.

قرآن کریم میں "توفی" کا مدلول:

کسی ذی روح کی "توفی" اس کی موت کے وقت اسے موت دئے جانے سے کنایہ ہونا بذاتِ خود اس امر کی دلیل ہے، کہ لفظِ "توفی" کے معنی موت دینا نہیں، کیونکہ "توفی" موت دینے سے کنایہ قرینہ اور زائد لفظ کی وجہ سے بنا ہے،، اسی لئے تو قرآن کریم میں "توفیٔ نفس" کے بعد "حین الموت" یا "امساک نفس" کی قید لگائی گئی ہے، لفظِ "توفی" کا معنی تو صرف پورے طور پر قبضہ میں لینا ہے، لہذا جب "توفیٔ نفس" وقتِ موت میں واقع ہو، یا "توفی" کے بعد نفس کے امساک (روک لینے) کا ذکر ہو، تو ایسی صورت میں شخصِ مقبوض کو اپنی عمر پوری کر لینے کی وجہ سے موت کو لازماً آنا ہوتا ہے، تو جو معنی لزوماً ثابت ہو، اسے کنائی مفہوم کہا جاتا ہے، جو لفظ کا معنی نہیں ہوتا، اسی طرح نیند کے وقت میں "توفی" کو نیند لازم ہو گی، اور جو معنی بطورِ لزوم بنے، اسے کنائی مراد کہتے ہیں، وہ لفظ کا اپنا معنی نہیں ہوتا، قرینہ کی وجہ سے لفظ کو اس طرف پھیرا جاتا ہے، جیسے لفظِ "توفی" کے ساتھ "حین الموت" اور "امساک"، یا لفظِ "توفی" کے ساتھ "حین المنام" اور "ارسال" لفظِ "توفی" ان

قرینوں کی وجہ سے "موت کے وقت" "اماتہ" موت دیے جانے سے کنایہ ہو گا، اور "نیند کے وقت" "انامہ" سلانے سے کنایہ ہو گا، اور بلا قرینہ صرف مکمل طور پر قبضہ میں لیناہی اسکا معنی ہو گا، یہی قرآنی "توفی" کا مدلول ہے.

قادیانی من گھڑت ضابطہ برائے خلط:

جب مرزانے مسیح ہونے کا دعوی کرنے کا ارادہ کیا، اور مسیح عیسی ابن مریم علیہ السلام زندہ ہیں، اور آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں، اور وہاں سے قیامت سے پہلے اتریں گے، تو مرزا کو اس صورتِ حال میں ایسا دعوی کرنا ناممکن تھا، کہ مسیح ابن مریم بھی زندہ ہوں، اور یہ بھی مدّعئ مسیحیت بن بیٹھے، لہذا اس نے اپنا ہی ضابطہ اور اصول گھڑ لیا، **اور کہا:**

> **"کہ یہ قاعدہ نحو میں مشہور ہے، کہ "توفی" جب بابِ "تفعل" سے ہو، اور اس کا فاعل اللہ تعالی ہو، اور مفعول ذی روح ہو، تو "توفی" موت کے ہی معنی میں ہو گا".**

ہم کہتے ہیں، کہ:

اولاً: یہ قاعدہ کسی بھی نحو کی کتاب میں موجود نہیں، اگر ہے تو قادیانیت دکھائے؟

ثانیاً: لغت کے اعتبار سے کوئی بھی لفظ اپنی دلالت میں کسی مخصوص فاعل کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا، کہ فعل کی اگر اللہ تعالی کی طرف نسبت ہو تو یہ معنی ہو گا، ورنہ یہ معنی ہو گا، ہر لفظ اپنے معنی پر خود بخود دلالت کرتا ہے، فاعل اس کا کوئی بھی

ہو؟ یہ ایسی کھلی حقیقت ہے کہ جسے ہر عاقل جانتا ہے، اور سمجھتا ہے، چاہے وہ اللہ تعالی پر ایمان رکھتا ہو، یا نہ رکھتا ہو، لفظ کی لغوی دلالت میں صرف وضع کا ہونا ہی کافی ہوتا ہے، جبکہ اس کے مجازی یا کنائی معنی کے لئے قرینہ کا ہونا ضروی ہے، چاہے وہ لفظِ "رفع" ہو، یا لفظِ "توفی" بلا قرینہ وہ اپنے لغوی معنی پر دلالت کرتا ہے، قرینہ کے وقت حسبِ موقع اور مقام دلالت ہو گی.

قرآن کریم اور لغت میں "توفی" کا استعمال:

لفظِ "توفی" جب بھی قرآن کریم میں یا لغتِ عربی میں استعمال ہوا ہے، ہر جگہ اس میں "استکمال" و "استیفاء" (یعنی پورے طور پر لینا) ضرور پایا گیا ہے، چاہے اس کا فاعل اللہ تعالی ہو، یا اللہ تعالی کے علاوہ کوئی اور، اور چاہے "توفی" کا مفعول ذی روح ہو، یا کوئی اور، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ {آل عمران: ١٨٥}، **ترجمہ:** "اور بلاشبہ تم قیامت کے دن پورے طور پر اجر دیے جاؤ گے"،- اور یہ امر بدیہی کہ "توفئ اجور" کا مطلب پورے طور پر اجور کو وصول کر لینا ہے، اجور کو موت دینا، یا سلانا نہیں، لغت میں عموماً کہا جاتا ہے، **"توفيت المال منه إذا استوفيت كله"**، یعنی جب کہ کسی نے پورے طور پر وصول کر لیا، تو وہ کہتا ہے: **"توفيت المال"** میں نے مال کی "توفی" کر لی، یعنی پورے طور پر وصول کر لیا.

اسی طرح کہتے ہیں: **"توفيت عدد القوم"** میں نے قوم کو پورے طور پر شمار کر لیا.

اسی طرح کسی کی عمر کے پورا ہونے کے وقت کہا جاتا ہے: "تُوُفِّيَ فُلانٌ" فلاں نے عمر پوری کرلی. یا کہا جاتا ہے: "توفى الله فلاناً" فلاں کو اللہ تعالی نے پورے طور پر قبضہ میں لے لیا، یعنی اس نے جب اپنی عمر کے دن، مہینے اور سال پورے کر لئے، تو اس حالت میں "توفی" سے کنایۃً موت دینا مراد لیا جاتا ہے، اگر صورتِ حال یہ ہے کہ عمر کو پورا کر لینے کا تصوّر نہیں، تو "توفی" ہر گز ہر گز موت دینے سے کنایہ نہ ہو گی، نہ وہاں موت کا تصور ہو گا، یہی حال حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" کا ان کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے سے پہلے کا ہے، یوں "توفی" کے موت دینے کے معنی میں نہ ہونے کی بہت سی مثالیں ہیں، جہاں "توفی" ہے، مگر موت کا تصور تک نہیں، "توفی" اپنے معنی میں "پورے طور پر قبضہ میں لینے" کے لئے ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ {انعام: ۶۰}، ترجمہ: "اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تم کو قبض کرلیتا ہے، (یعنی توفی رات کو ہو گئی)، اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے، (دن کے وقت "توفی" ختم)، پھر تم کو جگا دیتا ہے، کہ معین میعاد پوری کر دی جاوے، پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے، پھر وہ تم کو بتلا دے گا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے"۔- یعنی رات میں تم کو پورے طور قبض کرلیتا ہے، تو یہ قبضِ انامت (سلانا) سے کنایہ ہے.

اسی طرح اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ {زمر: ۴۲}، ترجمہ: "اللہ تعالی قبض کرلیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت".- یہ "توفی"

روح موت کے وقت ہے، جو "اماتہ" (موت دینے) سے کنایہ ہے، کہ نفس کا امساک اور موت کا وقت ہر دو اسکا قرینہ ہیں، لہذا لفظِ "توفی" کی "اماتۃ" پر مطلق طور پر دلالت نہیں ہوتی، بلکہ "توفی" کو اس معنی میں لینے کے لئے موت کا قرینہ ضروری ہے، اور "نیند دینے" کے معنی میں ہونے کے لئے "نوم" کا قرینہ موجود ہونا ضروری ہے، اگر "موت" یا "نیند" ہر دو میں سے کسی کا قرینہ نہ ہو، جس کی "توفی" ہو اس "متوفَی" کا "میت" (مرا ہوا)، یا "نائم" (سویا ہوا) معنی ہر گز نہ ہو گا، بلکہ "متوفَی" کو پورے طور پر قبض کر لینا ہی ہو گا، جیسے کہ "توفیٔ عیسی علیہ السلام" میں واقع ہوا ہے.

لفظِ "توفی" کی نسبت:

یہ بھی یاد رہے کہ "توفی" کی نسبت اللہ تعالی کی طرف بھی ہوتی ہے، اور غیر اللہ کی طرف بھی ہوتی ہے، جبکہ "اماتہ" موت دینا، یا "انامہ" نیند دینے کی نسبت صرف اللہ تعالی کی طرف ہوتی ہے، اگر توفی "اماتت" (موت دینا) کے معنی میں ہوتا، تو اللہ تعالی کے علاوہ دیگر کی طرف اس کی نسبت کرنا صحیح نہ ہوتا، کیونکہ "اماتہ" یعنی موت دینا، اور "انامہ" سلانا، صرف اللہ تعالی کی صفات میں سے ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی زندہ کرنے والا، اور مارنے والا ہو ہی نہیں سکتا، اسی لئے تو "احیاء"، "اماتت" اور "انامہ" کی نسبت صرف اللہ تعالی کی طرف ہوتی ہے، رہا لفظِ "توفی" تو چونکہ اس کا معنی قبضہ میں لے لینا ہوتا ہے، تو اس کی نسبت اللہ تعالی اور اس کے علاوہ کی طرف بھی ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہر دو نسبتیں موجود ہیں.

پھر "متوفَی" یعنی مقبوض کبھی روحِ انسان ہوتی ہے، جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴾ {انعام: ۶۱}، ترجمہ: "اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے، اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے، اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں، اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے"،- تو اس جگہ روح کی "توفی" قبضہ یعنی فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالی کے حکم سے ہوتا ہے.

نیز فرمانِ الہی ہے: ﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوٓا۟ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالُوا۟ ضَلُّوا۟ عَنَّا وَشَهِدُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا۟ كَٰفِرِينَ ﴾ {اعراف: ۳۷}، ترجمہ: "یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کی جان قبض کرنے آویں گے، تو کہیں گے، وہ کہاں گئے جن کی تم اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے، کہ ہم سے تو سب غائب ہو گئے، اور وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے".

اسی طرح فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا۟ فِيمَ كُنتُمْ ۖ ﴾ {نساء: ۹۷}. ترجمہ: "بیشک جب ایسے لوگوں کی فرشتے روح قبض کرتے ہیں جنھوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا، تو وہ (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے".

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ فَإِن شَهِدُوا۟ فَأَمْسِكُوهُنَّ فِى ٱلْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّىٰهُنَّ

ٱلۡمَوۡتُ أَوۡ يَجۡعَلَ ٱللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلٗا﴾ {نساء: ۱۵}. ترجمہ: "سو اگر وہ گواہی دیں، تو تم ان کو گھروں کے اندر مقید رکھو، یہاں تک کہ موت ان کو قبضہ میں لے لے، یا اللہ تعالی ان کے لئے اور کوئی راہ تجویز فرمادے". - اس جیسی آیات میں "توفی" کی اسناد اللہ تعالی کے علاوہ اس کے فرشتوں، اور خود موت کی طرف کی بھی کی گئی ہے، جو اس امر کی واضح دلیل ہے، کہ "توفی" کا معنی موت دینا نہیں، بلکہ لغت میں اس کا معنی کسی چیز کو پورے طور پر لینا ہے، اسی لئے اس کی نسبت اللہ تعالی اور اس کے علاوہ کی طرف بھی کی گئی ہے.

اس بات کا یادرکھنا نہایت ضروری ہے:

اس امر کا یادرکھنا ضروری ہے کہ لفظ جس معنی کے لیے لغت میں وضع ہوا، وہی معنئ لفظ کہلاتا ہے، اور جب کوئی لفظ اپنے وضعی معنی کے علاوہ کسی دیگر معنی پر زائد ترکیب کی وجہ سے دلالت کرے، تو یہ معنئ لفظ نہیں ہوتا، ہاں! لفظِ زائد کے سبب وہ متکلم کی مراد کہلاتا ہے، جیسے کہ "توفی" کا معنی "پورے طور پر قبضہ میں لینا" اس کا وضعی معنی ہے، اور "قرینۂ موت" یا "قرینۂ نوم" کی وجہ سے "توفی" کی "موت دینے" یا "سلانے" پر دلالت معنئ لفظ نہیں، مخصوص جگہ پر متکلم کی مراد ہوتی ہے، یہاں تک ہم نے "توفی" کے مدلولِ لغوی اور اس کے استعمال قرآنی کی وضاحت کردی، نیز قادیانی ضابطہ کی قلعی بھی کھول دی، (والحمد لله على ذلك).

ایک اور قادیانی خلط یا کھلی خیانت:

جس طرح قادیانیت نے خود ساختہ یا من گھڑت قاعدہ سے لوگوں کو خلط میں

ڈالنے کی سعی کی، اسی طرح قادیانیت سلف کی عبارت کو ناقص طور پر نقل کر کے بھی "توفی" کی باب میں لوگوں کو خلط میں ڈالتی ہے، قادیانیت کا کہنا حضرت ابنِ عباس ﷺ کا قول ہے کہ "متوفيك" کا معنی "مميتك" ہے، حالانکہ ان کا قول ایسا نہیں، کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی آسمان سے نزول سے قبل موت کے قائل تھے، حقیقت یہ کہ حضرات صحابۂ کرام میں کوئی بھی، نہ حضرت ابن عباس ﷺ، نہ دیگر کوئی صحابی حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نزول سے پہلے ان کی موت کا قائل تھا، اور وہ کیونکر ایسا کہتے؟ جبکہ اللہ تعالی کا ان کی حفاظت اور اللہ تعالی کی بہترین تدبیر کا یہ فرمان قرآن کریم موجود ہے: ﴿ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴾ {آل عمران: ۵۴}، ترجمہ: "اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے".- حضرت ابن عباس ﷺ امت میں بہترین مفسر قرآن کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت ابن عباس ﷺ باری تعالی کے فرمان: ﴿ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾ {آل عمران: ۵۵}، ترجمہ: "جب کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسی بیشک میں تم کو قبض کرنے والا ہوں"،- میں یہ کیسے فرما دیتے کہ اس کا معنی اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام مر چکے ہیں، جبکہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں "متوفی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جو کہ "توفی" سے اسم فاعل ہے، اسم فاعل زمانہ ماضی کے معنی میں آتا ہی نہیں، اس کا اشتقاق مضارع سے ہوتا ہے، خود جناب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴾ {کہف:

۲۳﴾، **ترجمہ:** "اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا"، - تو "فاعل" اسم فاعل ہے، اور "غداً" کی زیادتی کے سبب اس کے معنی متعین ہو گئے، اسی طرح "مميتك" کا بھی اسم فاعل ہے، جس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کو موت دیدی، بلکہ ان کے قول "مميتك" کا مطلب ہے، کہ میں تم کو تمہاری مدت پوری ہونے کے وقت موت دوں گا، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی صراحت ان سے منقول بھی ہے، اور یہ بھی منقول ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے، یعنی میں تمہیں اب تو اٹھانے والا ہوں، اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل کرنے کے بعد موت دینے والا ہوں، مگر قادیانیت نے لفظِ "مميتك" (موت دینے والا ہوں) کو تو نقل کر دیا، مگر اس کا وقت ذکر نہیں کیا، جس کی صراحت قائل نے کی تھی، یقیناً نقل میں یہ قادیانی خیانت "توفی" کے مفہوم میں خلط کرنے کی غرض سے ہے، کہ لوگ یوں سمجھیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی موت تو آسمان سے نزول سے پہلے ہی ہو گئی، جو سراسر دجل ہے، امت کے ساتھ زیادتی ہے، قرآن کے ساتھ، مسلمانوں کے ساتھ، اور عام انسانوں کے ساتھ.

اس کے بارے میں امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ:

> **"واو" ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تم کو اٹھانے والا ہوں، اور میں تم کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں، اور "متوفيك" یعنی میں تم کو دنیا میں دوبارہ اتارنے کے بعد موت دینے والا ہوں، اور اس قرآنی آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے".**

اور امام سیوطی رحمہ اللہ در منثور میں حضرت ضحاک کے واسطے سے حضرت ابن عباس سے باری تعالی کے فرمان ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ میں روایت کرتے ہیں:

"تم کو اٹھانے والا ہوں، اور آخری زمانے میں موت دینے والا ہوں".

ہم یہ بھی کہتے ہیں، کہ:

ترکیب "آخر الزمان" (آخری زمانہ)، اور ترکیب "بعد إنزالي إيّاك في الدنيا" (دنیا میں تم کو واپس اتارنے کے بعد) نے توکلّی طور پر قادیانی خلط کا صفایا کر دیا، اس لئے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو حق تعالی شانہ آخری زمانہ میں آسمان سے اتارنے کے بعد وفات دیگا، یہی امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے، جس سے ہر گز ہر گز قادیانی نقطۂ نظر ثابت نہیں ہوتا، کہ وہ مر چکے ہیں، یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مفہوم امام رازی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، جو قادیانیوں کے ہاں مجدد ہیں، نیز حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کا ان کے آسمان سے اترنے کے بعد واقع ہونا، اسے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے، وہ بھی قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں.

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ حق تعالی شانہ کے اس فرمان : ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ﴾ {زخرف: ٦١}، **ترجمہ:** "اور وہ (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام) قیامت کی نشانی ہیں، تو تم اس (کی صحت) میں شک نہ کرو، اور تم میری پیروی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے"، - **میں فرماتے ہیں، کہ:**

"حضرت عیسی علیہ السلام کی موت ان کے آسمان سے اترنے کے بعد قربِ قیامت واقع ہو گی".

یہی باری تعالی کے اس فرمان اور قرآن کریم کے اس خبر کی موافق بھی ہے: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {نساء: ۱۵۹}، **ترجمہ:** "اور اہلِ کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو اپنی موت سے پہلے پہلے ان (حضرت عیسی علیہ السلام) پر ایمان نہ لے آئے، اور (حضرت عیسی علیہ السلام) قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے".

نیز حضرت سعید بن جبیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے کہتے ہیں، جسے کہ امام طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر بھی کیا ہے، ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {نساء: ۱۵۹}.

وہ فرماتے ہیں کہ:

> **"قبل موته" کا مطلب یہ ہے کہ "قبل موت عيسى عليه السلام" (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کی موت سے پہلے) اہلِ کتاب کا دائرۂ ایمان میں داخل ہو جانا ہے، یہی تو امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے".**

نسبتِ موت اور حضرت عیسی علیہ السلام:

یاد رہے کہ قرآن کریم میں لفظِ موت کی حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف نسبت صرف اسی آیت میں ذکر کی گئی ہے: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {نساء: ۱۵۹}، اور وہ اہلِ کتاب کے ایمان کے ساتھ مشروط ہے، جب تک یہ شرط پوری نہ ہو گی، حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات نہ ہو گی، ہمارے اس بیان سے ﴿ مُتَوَفِّيكَ ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس کے

قول "مميتك" کی حقیقت کی وضاحت سے قادیانی وجہ استدلال کافور ہوگئی، کہ یہ موت کے ماضی میں واقع کی خبر نہیں، بلکہ مستقبل میں آسمان سے نزول کے بعد کی خبر ہے، نیز جب وہ مذکورہ شرط متحقق ہوگی، تب ان موت واقع ہوگی، یہی امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے.

ضرور یاد رکھیں:

یہاں پر یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ قرآن کریم میں اور نہ ہی کسی حدیث وآثار میں حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں موت کا لفظ ماضی کے صیغہ کے ساتھ وارد ہوا، کہ قرآن کریم نے یہ بتایا ہو کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی کو وفات دے دی، یا سنت نے یوں خبر دی ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ہوگئی، ہاں! لفظِ "توفی" اللہ تعالی کی طرف منسوب ہو کر اس آیتِ کریمہ میں آیا ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ شَهِيدٌ﴾ {مائدہ: ۱۱۷}، ترجمہ: "پھر جب آپ نے مجھ کو قبض کر لیا تو آپ ہی ان پر مطلع رہے، اور آپ ہر چیز کی پوری طرح خبر رکھتے ہیں"، اور یہ وہی "توفی" ہے، جو حضرت عیسی علیہ السلام پر اللہ تعالی کے خاص انعامات میں سے ہے، جسے بطور نعمتِ خاصہ اللہ تعالی نے بھی انہیں یاد دلایا، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی اس کا اعتراف ہے، تو انھوں نے فرمایا ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾، اگر "توفی" بجائے نعمت کے وقوعِ موت ہوتا، تو آپ یوں فرماتے "أمتّني" (جب تو نے مجھے موت دیدی)، کیونکہ موت دینا کوئی خصوصیت عیسی علیہ السلام نہیں ہے، بلکہ ایک عمومی امر ہے، پھر کیونکر اس کو حضرت عیسی علیہ السلام پر

اللہ تعالیٰ بطورِ احسان کے جتلائیں؟ یا بطور خاص نعمت کے قرآن میں بیان کریں؟ کیونکہ ہر ذی روح کے لئے اس کی مدتِ عمر پوری ہونے کے وقت موت واقع ہونی ہے، رہا "توفی عیسی" جو حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہیں، اس کا مدلول وہی ہے جو امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے، کہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں روح و جسم سمیت اپنی طرف اٹھالیا، اور وہ تا حال زندہ ہیں، رہا موت دینا یا سلانا تو یہ ہر دو امر نہ خصوصیاتِ عیسی ہیں، نہ اس لائق ہیں کہ جن کے ذریعہ حضرت عیسی علیہ السلام کو بطورِ احسان جتلایا جائے.

ہاں! یہ ہے خصوصیت:

"توفیٔ ربانی" برائے حضرت عیسی علیہ السلام اپنے اسلامی مفہوم کے مطابق (اور وہ اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسی علیہ السلام کو مع روح اور جسم کے قبض کر لینا، اور ان کو اپنی طرف اٹھالینا ہے)، جیسا کہ اس کو قرآن کریم نے ذکر کیا ہے، اور وہی مسلم مفسرین نے کہا ہے، اور دورِ اوّل سے آج تک امتِ مسلمہ کا یہی عقیدہ رہا ہے، یہ یقیناً حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے، اور یہ امر قابلِ ذکر بھی ہے، اور اس لائق بھی کہ اس کو بطورِ احسان حضرت عیسی علیہ السلام کو حق تعالیٰ شانہ جتلائیں.

خلاصۂ کلام:

اللہ تعالیٰ کا مدتِ عمر کے خاتمہ پر جانوں کو قبض کرنا، انہیں روک لینا، اسے موت لازم ہے، یہی "توفی" موت سے کنایہ ہے، جو حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے نہیں ہے.

لیکن اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں میں گھیرے کے وقت اور ان کی عمر پوری ہونے سے پہلے پورے طور پر اپنے قبضہ میں روح و جسم کے ساتھ لے لینا، یہ ان پر اللہ تعالی کی نعمتِ خاصہ ہے، اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی شخصیت اور ذات کو پورے طور پر قبض کر لینا، اور ان کو آسمان پر اٹھا لینا، یہی خاصۂ عیسی اور انعام باری تعالی ہے، جسے تسلیم کر لینا اصل ایمان بھی، اور لغتِ عرب سے واقف ذی عقل وشعور انسان کا کام ہے.

ہماری مخلصانہ گذارش:

ہم ملتِ قادیانیت کے پیروکاروں سے گذارش کرتے ہیں، کہ وہ نصِ قرآن میں واقع لفظِ "توفی" کی لغوی رعایت کرتے ہوئے (اس میں) غور کریں، آیت "توفی" کے سیاق وسباق میں بھی غور وفکر سے کام لیں، اور اسلامی معتبر مفسرین حضرات نے جو اپنی تفسیروں میں لکھا ہے، اس پر اعتماد اور بھروسہ کریں، اور اسی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو لکھا ہے اس پر بھی غور کر لیں.

وہ "آئینۂ کمالات اسلام" مندرج در "روحانی خزائن" میں وہ کہتا ہے:

> **"ہائے افسوس لوگوں پر کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ مسیح علیہ السلام تمام علوم کے ساتھ اتریں گے، اور زمین سے نہ لیں گے، ان کو ہو گیا ہے کہ سمجھتے نہیں ہیں".**

یاد رکھیں کہ:

اترنا تو اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے رفع یعنی اوپر اٹھایا جانا ہو، اور بحالتِ حیات ہو.

پھر قادیانیوں کو اس امر میں بھی غور کرنا ہوگا، کہ مرزا نے کس بنیاد پر اپنے سابقہ عقیدہ کو بدلا؟ **اس طور پر کہ وہ کہتا ہے:**

"مجھ کو میرے رب نے بتلایا کہ نزول (اترنا) روحانی ہوگا، جسمانی نہیں".

ہم کہتے ہیں، کہ:

اس دعوے کی کیا حیثیت ہے؟ جبکہ یہ خبر اس خبر کے خلاف ہے، جو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں نبیٔ خاتم ﷺ کو دی، اور نبیٔ خاتم ﷺ نے اپنی احادیث میں اپنی امت کو دی؟

ان پر یہ بھی لازم ہے:

اسی طرح ان پر یہ بھی لازم ہے، کہ اس بات میں بھی غور کریں کہ "رفع روحی" ان امور میں سے نہیں، جو خاصۂ عیسی بنے، اور جن کے ذریعہ اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام پر احسان جتلائے، بلکہ "رفعِ روحی" تو اہلِ ایمان اور اہلِ علم سبھی کو عام ہے، تمام اہلِ ایمان اور علماء کرام کے اللہ تعالی کے ہاں نصِ قرآنی کے مطابق درجات بلند کئے گئے ہیں، جیسے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ﴾ {مجادلہ: ۱۱}. **ترجمہ:** "اللہ تعالی تم میں سے ایمان والوں کے، اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے درجے بلند کریگا".

جب یہ امر پورے طور پر واضح ہے کہ اسلامی مفسرین کی تفسیریں اور "توفی" و"رفع" سبھی امور کو حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے نعمت ماننا ہے، اور قرآن

وسنت اور اجماعِ امت اس کی تائید کرتے ہیں، تو پھر حق وہی ہے، جو امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے، تو آپ بھی اسے قبول کرلیں، "والحق أحق أن يتبع" حق ہی پیروی کے لائق ہوتا ہے. (**فالحمد لله والمنة**).

اللہ تعالی کی طرف سے درود وسلام ہوں نبئ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر. یقیناً حق تعالی شانہ حق وسچ کو ہی غالب فرمائیں گے.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(ساتواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"﴿ وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ میں قادیانی تاویل، اور اس کا بطلان، نیز ﴿ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ میں لفظِ "لکن" کس وہم کے دفع لیے ہے؟ مشبّہ کون ہے؟ اور مشبہ بہ کون؟"

ساتویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) واضح قطعی اور صریح نص میں تاویل اہلِ الحاد کا کام.

۲) قادیانیت کا "صلب" اور "مصلوب" کو عقل و نقل کے خلاف پر حمل کرنا.

۳) قادیانیت کے اس وہم کی تعیین میں انحراف جس کے دفع کے لئے باری تعالی کا فرمان: ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ وارد ہوا.

۴) "صلب" اور "مصلوب" میں قادیانی تاویل پر رد.

۵) "﴿لَهُمْ﴾" کے متعلق وجوہِ ثلاثہ کا بیان، "لکن" جس وہم کو دفع کرنے کے لیے آیا اسکی تعیین.

۶) قادیانی اشتباہ اور وضاحت.

۷) مشبہ کی تعیین میں مسلم مفسرین کی تحقیق.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿ وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا ٱلۡمَسِيحَ عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكّٖ مِّنۡهُۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينَۢا ١٥٧ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمٗا ١٥٨ ﴾ {النساء: ١٥٧– ١٥٨}.

وقال النبي ﷺ: "لينزلنّ فيكم عيسى ابن مريم".

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

اللہ تعالی کا فرمان ہے، **ترجمہ:** "اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا، جو کہ اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ انھوں نے نہ ان کو قتل کیا، اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کے لئے اس میں مشابہت کر دی گئی، اور جو حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ غلط خیالی میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اور یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ انہیں تو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں". {نساء: ۱۵۷-۱۵۸}.

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **"تمہارے درمیان حضرت عیسی ابن مریم ضرور آئیں گے"**.

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: **"خیر خواہی ہے"**.

اسی سلسلہ کا یہ ساتواں محاضرہ ہے، جس کا عنوان ہے، "اللہ تعالی کے فرمان: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ میں قادیانی تاویل کا بطلان، نیز ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ میں لفظِ "لکن" کس وہم کے دفع کے لئے ہے، مشبّہ کون ہے؟ مشبہ بہ کون؟".

اہم تمہید:

یہ امر مجمع علیہ اور یقینی ہے کہ کسی نصِ قطعی اور واضح الدلالۃ نص کے مدلول میں تأویل کرنا کھلا انحراف بھی ہے، اور قابلِ تعجّب امر بھی، کیونکہ اس میں تاویل کرنا تو اللہ تعالی کی آیات میں اہل الحاد کا طریقہ ہے، قرآن کریم کی صریح نصوص کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے معین مراد سے ہٹ کر دیگر پر حمل کرنا، پھر جس پر امتِ مسلمہ کا اجماع بھی ہو، اسمیں معیّن اور اجماعی مراد سے انحراف یہ کسی اہلِ ایمان فرد یا جماعت کا کام نہیں ہو سکتا.

یہ انتہائی قابلِ تعجّب امر ہے کہ قادیانیت نے کس طرح باری تعالی کے فرمان: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ میں مذکور حضرت مسیح علیہ السلام کے صلب کی نفی کا انکار کر دیا، اور یہ اصرار کیا کہ انہیں سولی دی گئی، جبکہ قرآن کریم نے اس کی صراحت سے نفی کی ہے؟

اولاً: ہم قادیانیت کی اس باب میں طریقۂ تاویل کا بیان کریں گے، پھر اسی طرح قادیانیت نے مذکورہ کلام میں پیدا ہونے والے اس وہم کی تعیین میں بھی اسلامی مفسرین کی تصریحات سے انحراف کیاہے، جس کے دفع کرنے کے لئے لفظِ "**لکن**" وارد ہوا، اسکا بیان ہو گا، یادرہے کہ قادیانیت نے دونوں کام لغت، شرع، عقل اور نقل کے خلاف کیے ہیں، جسکی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں:

اولاً: باری تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ **{نساء: ۱۵۷}**، انھوں نے اس کو (یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کو) سولی نہیں دی، اس بارے میں قادیانی تأویل کیا ہے؟ اسکا ملاحظہ ہو.

مولوی مبارک علی سیالکوٹی جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے استاذ کا بیٹا ہے، اپنی کتاب "جواب صحیح" ص/ ۱۴ پر لکھتاہے.

> **"صلب کے معنی صلیب (سولی) پر موت کا واقع ہوناہے، لہذا اللہ تعالی کے قول: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ {نساء:۱۵۷} کے معنی ہیں "یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر نہیں مارا".**

چنانچہ ص/ ۱۴ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

> **واضح رہے کہ اصل لغت میں "مصلوب" ایسے شخص کو کہتے ہیں، جسکی موت سولی پر واقع ہو جائے، دیکھو "قاموس" اور "اقرب الموارد" وغیرہ، اور جس شخص کی موت "صلیب" پر واقع نہ ہو، اس کو لغت کے اعتبار سے "مصلوب" کہنا ناجائز ہے".**

مولوی مبارک اسی کتاب کے صفحہ / ۲۴ پر کہتا ہے:

"کیونکہ عرفِ لغوی میں "مصلوب" اسے کہتے ہیں، جس کی موت "صلیب" پر واقع ہو جائے، اور جس کی موت واقع نہ ہو، اسے "مصلوب" نہیں کہتے".

لہذا باری تعالی کے فرمان: ﴿ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ کے پورے معنی یہ ہوئے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی موت نہ قتل سے ہوئی، اور نہ سولی دئے جانے سے، یعنی حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام یہود کے ہاتھوں نہ قتل ہوئے، اور نہ ان کی موت سولی پر واقع ہوئی، مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا تو گیا، مگر ان کی موت سولی پر نہیں ہوئی، یہ ہے فرمانِ ربّانی: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ میں قادیانی تأویل".

وہ امر جس پر سب کا اتفاق ہے:

وہ یہ ہے کہ لفظِ "لکن" استدراک کے لئے آتا ہے، یعنی اس وہم کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے، جو کلامِ سابق سے پیدا ہو رہا ہو.

قادیانی انحراف:

"مولوی مبارک علی" حق تعالی کے فرمان: ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ کے متعلق کہتا ہے، کہ:

"﴿ وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ کی نفی سے مطلق سولی چڑھانے کی نفی سمجھی جاتی تھی، مگر چونکہ فعل سولی پر چڑھانا درست تھا، اور سولی پر مر جانا غلط، اس لئے

﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ سے اس وہم کو دور کیا، اور ظاہر کر دیا، کہ "نفئ صلب" سے مراد "نتیجۂ صلب" (موت) ہے، یعنی سولی پر مرے نہیں".

چنانچہ مولوی مبارک علی ص/١٦ میں یوں لکھتا ہے:

"پس اس قاعدے کی رُو سے ثابت ہوا کہ آیۃ زیرِ بحث کے جملہ منفیہ میں ایک وہم ہے، جو جملہ ثانیہ مثبتہ سے بواسطہ حرف استدراک متضمن معنی استثناء کیا گیا ہے، اور وہ وہم یہ ہے کہ نفئ قتل بعلتِ صلب سے نفئ وقوع صورت صلب موہوم ہوتی ہے، جو متناقض اور مغائر نتیجۂ صلب وموت کے ہے، پس اللہ تعالی نے اس کو حرفِ استدراک متضمن معنی استثناء سے یوں ظاہر کیا، کہ قتل اور صلب کا نتیجہ واقع نہیں ہوا، اور صورتِ صلب پیش آگئی".

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی کے قول: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ میں "صلب" (سولی) کی نفی سے حضرت عیسی علیہ السلام کے مطلقاً سولی تک پہنچنے کی نفی سمجھی جا سکتی تھی، جو کہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی پر تو لٹکایا گیا تھا، لیکن سولی پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی، لہذا جب ان کا سولی پر چڑھنے کا وقوع صحیح ہے، اور سولی پر ان کی موت کا واقع ہونا باطل ہے، اور باری تعالی کے فرمان: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ سے ان کے سولی تک پہنچنے کی نفی سے یہ وہم ہو سکتا تھا، کہ شاید وہ سولی پر چڑھائے بھی نہ گئے ہوں، تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالی کے قول: ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ کے بعد لفظِ "**لکن**" وارد ہوا، تاکہ اس سے حضرت عیسی علیہ السلام کے مطلق طور پر سولی تک پہنچنے کی نفی نہ سمجھی جائے، لہذا اللہ تعالی کے ارشادِ گرامی: ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ

لَهُمْ ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ انہیں سولی دیا جانا تو واقع ہوا، مگر اس پر ان کی موت واقع نہ ہوئی.

نیز قادیانی مولوی نے اس بات کی یوں وضاحت کی، کہ سولی کی نفی کا مقصد نتیجۂ صلب کی نفی ہے، یعنی ان کی موت کے سولی پر واقع ہونے کی نفی ہے، جو کہ مطلق "صلب" کی نفی نہیں، اب آیت کے مکمل معنی یہ ہوئے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی موت نہ قتل سی ہوئی، اور نہ ہی سولی سے، لیکن ان کو اشتباہ میں ڈال دیا گیا، یا ان کی تشبیہ بنا دی گئی، مشبہ حضرت عیسی علیہ السلام ہیں، اور مشبہ بہ یہود کا وہ مصلوب ہے جس کا انہیں گمان ہوا، یا وہ مقتول و مصلوب ہے، جو تصلیب کی علّت کی بناپر "معهود فى الذهن" ہے.

ہم کہتے ہیں:

قرآن کریم حضرت عیسی علیہ السلام کے قصہ میں اولاً دو منفی جملے لایا ہے.

پہلا منفی جملہ ﴿ وَمَا قَتَلُوهُ ﴾ ہے، اور دوسرا منفی جملہ ﴿ وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ ہے، پھر اس نے مثبت جملہ ﴿ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ ذکر کیا ہے.

مولوی مبارک علی نے اسی کتاب کے ص/۱۶ پر یہ کہتے ہوئے صراحت کی ہے، کہ:

> **"اس قاعدے کے مطابق یہ بات ثابت ہو گئی کہ پہلے منفی جملے میں وہم ہے، اور اس وہم کو "لکن" حرفِ استدراک کے ذریعہ دور کیا گیا، جو کہ استثناء کے معنی کو شامل ہے".**

نیز مولوی مبارک علی نے یہ کہتے ہوئے اس وہم کی تعیین کر دی، کہ:

" وہ وہم یہ ہے کہ جو علّتِ صلب کی وجہ سے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کی نفی کی گئی، تو اس سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ صورتِ صلب بھی واقع نہ ہوئی ہو، اور یہ امر تو نتیجہِ صلب یعنی موت کے مغائر ہے، تو اللہ تعالی نے اپنے قول: ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ سے اس وہم کو واضح کر دیا، کہ صورتِ صلب تو واقع ہوئی، مگر اس کا نتیجہ یعنی موت واقع نہیں ہوئی".

نیز قادیانی مولوی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ:

" جس کو ان کے لئے تشبیہ بنایا گیا، وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہیں، اور مشبہ بہ یہود کا وہ مصلوب ہے جس کا ان کو گمان تھا، یا وہ مقتول اور مصلوب ہے، جو علتِ تصلیب کی بنا پر معہود فی الذہن تھا".

قادیانیت کی اس تأویل اور تعیینِ وہم سے غرض:

"صلب" میں مذکورہ تاویل سے قادیانیت کی غرض یہ ہے کہ وہ اس امر کو ثابت کریں کہ حضرت عیسی علیہ السلام پر ان کے دشمن مسلّط ہو گئے تھے، اور وہ انہیں سولی تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تھے، نیز انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی بے حرمتی کی، ان کو گالی گلوچ دی، ان کے طمانچہ مارے، اور سولی پر لٹکانے کے بعد انھوں نے ان کو زخمی حالت میں اتار لیا، گویا کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی ان کے دشمنوں کی پکڑ سے حفاظت نہیں کی، نہ یہود کو اللہ تعالی ان سے دور رکھ سکے، بلکہ انھوں نے ان کو سولی پر لٹکا دیا، پھر اتار لیا، اس طرح حضرت عیسی علیہ

السلام نے تمام قسم کی تکلیفیں برداشت کیں، مگر سولی پر مرے نہیں، بلکہ زخمی ہو کر گر پڑے، پھر اپنا علاج کیا، اور کشمیر بھاگ نکلے، اور وہیں ان کی موت ہوئی، یہ قادیانی مصنوعی کہانی کا خلاصہ ہے، جس سے ان کی غرض حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کے وقوع تک اس قصہ کا خاتمہ کرنا ہے.

ہم کہتے ہیں، کہ:

قادیانیت کی یہ کہانی قرآنی صریح نصوص کا کھلا انکار ہے، اور اللہ تعالی کی تدبیر کے ساتھ استہزاء ہے، نیز یہ قادیانی کہانی نقل متواتر کے صریحًا خلاف ہے، جیسا کہ ہم اس آیت کی تفسیر میں مسلم مفسرین کے اقوال کے تحت ذکر کرکے آئے ہیں.

تو جو شخص قرآن کریم کی صراحت، اور اسلامی مفسرین کی تفسیرات، پھر قادیانیت کے اعتقاد کے مابین موازنہ کرے، اس کے سامنے پوری وضاحت کے ساتھ یہ بات آجاتی ہے، کہ امتِ مسلمہ کا عقیدہ اور اسلامی مفسرین ومجددین کی تفسیر تو مکمل طور پر نصِ قرآن اور نقل متواتر کے موافق ہے، مگر جن امور کا قادیانیت نے ذکر کیا ہے، وہ مکمل طور پر نصوصِ قرآنی اور تفسیراتِ مفسرین کے مخالف ومعارض ہیں.

"صلب" کی تاویل، اور تعیینِ وہم میں قادیانیت کا موقف اور اسکا رد:

ہم کہتے ہیں:

اس امر میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کہ حرفِ "لکن" کلامِ سابق سے پیدا ہونے

والے وہم کو دور کرنے کے لئے ہی ہوتا ہے، مگر وہ امر جس کا قادیانی مولوی کو وہم ہوا ہے، وہ اسی کا من گھڑت وہم ہے، کیونکہ "صلب" لغت میں کسی کے سولی تک پہنچنے ہی کا نام ہے، یہی اہلِ لغت نے کہا ہے، اسی لئے جملہ مسلم مفسرین نے اللہ تعالی کے قول ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ کی یہی تفسیر کی ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا سولی پر پہنچنا واقع ہی نہیں ہوا، یعنی یہودی اس بات پر قادر ہی نہ ہوئے، کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی تک لیجاتے، جیسا کہ ہم نے اس آیت کی تفسیر میں معتبر مفسرین کے اقوال ذکر کئے ہیں، پھر ان میں زیادہ تر حضرات، جیسے کہ ابن کثیر، کشاف، نسفی اور سیوطی تو قادیانیوں کے ہاں مجدّدین میں شمار ہوتے ہیں.

قادیانی تاویل کے بطلان کی وجوہات:

قادیانیت کا یہ تاویل کرنا کہ "صلب" سولی پر موت کے واقع ہونے کا نام ہے، یہ تین وجوہ سے باطل ہے.

پہلی وجہ:

لغت میں "صُلِبَ فلانٌ" اس وقت کہا جاتا ہے، جب کوئی سولی تک پہنچ جائے، یہاں سولی پر موت کا واقع ہونا لازم نہیں ہوتا، نیز کسی بھی لغت کی کتاب میں یہ بات نہیں ملتی کہ "صلب" کے معنی سولی پر موت واقع ہونے کے ہیں، اور قادیانی مولوی کا اس بات کی اسناد "قاموس" اور "اقرب الموارد" کی طرف کرنا، یہ اس کا ان دونوں حضرات پر بہتان ہے، در حقیقت یہ قادیانی اختراع اور منگھڑت کہانی ہے.

کیا لغت عاجز ہے؟ یا قادیانی سمجھ ناقص ہے؟

یہاں پر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر "صلب" کے معنی سولی پر موت کا واقع ہونا ہے، اور "مصلوب" اس شخص کے لئے وضع ہے جو سولی کے ذریعہ مقتول ہو؟ تو پھر وہ کونسا لفظ ہوگا، جو اس شخص کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کو "سولی" تک لیجایا گیا، لیکن اس کی موت واقع نہ ہو؟ ہم یہ سوال بھی کریں کہ اگر "مصلوب" کا اطلاق اس شخص پر صحیح نہیں ہے، جس کی موت سولی پر واقع نہ ہوئی ہو، تو پھر وہ کونسا لفظ ہے جو لغت میں اس کے لئے وضع کیا گیا ہے، جو سولی پر لٹکایا گیا، مگر مرا نہیں؟ کیا اہلِ لغت اس کے لئے لفظ کی وضع کو بھول گیے؟ یا اس کے لئے لغت میں کوئی لفظ وضع ہی نہیں کیا گیا؟ یا متکلمِ قرآن اپنے بیان میں اس کا ذکر کرنے سے (نعوذ باللہ) عاجز رہا؟ ہر گز ایسا نہیں، بلکہ درست اور حق بات یہ ہے کہ "صلب" کے معنی سولی تک پہنچنا، اور "مصلوب" وہ شخص ہے جو سولی تک پہنچایا گیا ہو، ہر دو میں موت کا واقع ہونا لازم نہیں ہوتا.

قادیانی نقطۂ نظر کے ابطال کی دوسری وجہ:

اس امر کا جاننا بھی ضروری ہے کہ جو الفاظ افعال پر دلالت کرنے کے لئے وضع ہوں، وہ ان کی صورتِ بدائیہ (اوّلی حالت) پر ہی دلالت کرتے ہیں، جن میں افعال کے نتائج داخل نہیں ہوتے، بلکہ کسی فعل کے نتیجہ پر ترکیب زائد دلالت کرتی ہے، جیسے "اکل" و "شرب" کا معنی کھانا اور پینا ہی ہے، کھانے کے نتیجہ میں سیر ہو جانا یا

پینے کے نتیجہ میں سیر اب ہو جانا، جو اکل وشرب کے نتائج ہیں، یا کھانے پینے کے نتیجہ میں مریض ہو جانا، یا اسکے نتیجہ میں وفات کا ہو جانا، اس کے لئے مزید ترکیب کی ضرورت ہوتی ہے.

تیسری وجہ:

جب لفظِ "صلب" لغت میں سولی تک پہنچنے کے لیے وضع کیا گیا ہے، تو "صلب" کی نفی سے اس کے نتیجے میں موت کی نفی کا وہم کیسے کیا جا سکتا ہے،؟ پھر کوئی فعل کس طرح بغیر ترکیبِ زائد کے نتیجۂ فعل پر کیسے دلالت کر سکتا ہے؟ کہ "صلب" سے صلیب پر موت کا واقع ہونا مراد ہو، پھر "نفیٔ صلب" سے "صلیب" پر موت کی نفی مراد لی جائے؟ اور یہ وہم نکالا جائے، کہ کوئی اس سے مطلقاً صلب پر پہنچنے کی نفی نہ سمجھ لے، کہ اس کے ردّ کے لئے لفظِ "**لکن**" وارد ہو؟

ہم کہتے ہیں:

اس میں تو کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حرفِ "لکن" یقینی طور پر کلامِ سابق سے پیدا شدہ وہم دور کرنے کے لئے آتا ہے، مگر اس وہم کو دور کرنے کے لئے نہیں، جو قادیانیت کے زعماء کو بغیر کسی دلیل کے ہو گیا، ہاں! یہ "لکن" اس وہم کے ردّ کے لئے ہوتا ہے، جو وہم لغت، عقل اور نقل کے مطابق ہو، اور وہ قرآن کریم میں تأمل سے خود واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا قول: ﴿ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ ﴾ تین وجوہ

کا احتمال رکھتا ہے، جن کو ہم قرآن کریم کے بیان میں "ضروری تأمل" کے موقف کے بیان کے بعد ذکر کریں گے.

قرآن کریم کے بیان میں ضروری تأمل کا ایک موقف:

اہلِ علم کو اس بارے میں غور وفکر کرنا لازم ہے، کہ اللہ تعالی کے قول: ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (لیکن ان کے لئے شبیہ بنا دی گئی)، تین وجوہ میں سے ایک صورت سے متعلق ہے، (جن کا ہم ابھی ذکر کرتے ہیں)، اور ہم پختہ طور پر یہ بات کہتے ہیں، کہ جملہ مسلم مفسرین کا اجماع ہے کہ وہ ان صورتوں میں سے صرف پہلی صورت کے ساتھ ہی متعلق ہے، جس کے بعد معنی یوں ہوں گے، کہ انھوں نے نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کیا، اور نہ انھوں نے ان کو سولی دی، لیکن یہود کے لئے ان کی تشبیہ بنا دی گئی، یعنی یہود نے حضرت عیسی علیہ السلام کی تشبیہ دیکھی، اور اس شبیہ کو حضرت عیسی علیہ السلام ہی گمان کیا، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ {نساء: ۱۵۷}، ترجمہ: "اور جو لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ غلط خیالی میں ہیں، ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں سوائے تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اور یقیناً بات ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا"۔ لہذا یہود میں سے جنھوں نے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کا دعوی کیا، اور عیسائیوں میں سے جنھوں نے ان کے مصلوب (جس کو سولی دی گئی) ہونے کا قول کیا، سب کے سب

شک وشبہ میں ہی ہیں. ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ {نساء: ۱۵۷}، (یعنی انھوں نے ان کو یقین کے طور پر قتل نہیں کیا، بلکہ یہ تمام لوگ شک وو ہم میں رہے، اور جو واقعہ حقیقت میں پیش آیا اس کو قرآن کریم نے اپنے ان الفاظ میں ذکر کیا، ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ {نساء: ۱۵۷}. ترجمہ: "بلکہ انہیں تو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں".- یعنی جو بات واقع ہوئی وہ اللہ تعالی کا ان کو اپنی طرف اٹھالینا ہے، اور اٹھانے والی وہ ذاتِ اقدس ہے کہ جس کی کسی قضاء کے آگے کوئی آڑے نہیں آسکتا، اس کی ذات بڑی عزیز اور حکمت والی ہے، پھر جب وہ نہ قتل ہوئے، نہ سولی پر چڑھائے گئے، تو پھر کون چڑھایا گیا؟ کس کا قتل ہوا؟ یہی وہ بات ہے، جس سے اللہ تعالی کا قول: ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ﴾ (لیکن ان کے لئے شبیہ بنادی گئی) متعلق ہے.

اللہ تعالی کے قول: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ کے متعلق میں وجوہِ ثلاثہ کا بیان:

پہلی وجہ: ہر دو کی نفی مفعول پر منحصر ہو:

وجہِ اوّل: کا بیان یہ ہے کہ "قتل" اور "صلب" کی نفی مفعول پر منحصر ہو، تو اس وقت معنی ہوں گے کہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ قتل کیا، اور نہ انھوں نے ان کو سولی دی، ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ﴾ (لیکن ان کے لئے شبیہ بنادی گئی) اور یہی درست وجہ ہے، اور اسی سے اللہ تعالی کا قول ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ﴾ متعلق ہے.

دوسری وجہ: ہر دو کی نفی فاعل پر منحصر ہو:

وجۂ ثانی: کا بیان یہ ہے کہ "قتل" اور "صلب" کی نفی فاعل پر منحصر ہو، تو معنی ہوں گے، کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے نہ قتل کیا، نہ ان کو سولی دی، (اس کے خلاف ہوا)، کہ یہود کے علاوہ کسی دیگر نے ایسا کیا، یہ بات بدیہی طور پر باطل ہے، اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں، اس لئے کہ اس صورت میں فعل کی اسناد اس کے فاعل کی طرف نہیں کی گئی، اور اس لئے بھی کہ اس صورت میں یہود کا ذکر "باسمِ ظاہر" چاہیئے تھا، اور عبارت یوں ہوتی: "ما قتله وما صلبه اليهود" یا ضمیر مرفوع منفصل لانی چاہیئے تھی، اور عبارت یوں ہوتی: "ما قتله، وما صلبه هؤلاء، أو هم".

تیسری وجہ: ہر دو نفی فعل پر منحصر ہو:

وجۂ ثالث: کا بیان یہ ہے کہ نفیٔ قتل اور "صلب" دونوں فعل پر منحصر ہو، تو معنی یوں ہوں گے، کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ کسی نے قتل کیا، نہ کسی نے سولی دی، (تو اس کے خلاف ہوا)، کہ وہ کسی اور دیگر طریقہ سے مر گئے، تو اس صورت میں فعل کی نفی یہود کی طرف اشارہ کرکے ہرگز نہ کی جاتی، بلکہ عام طور پر کہا جاتا کہ اس کو کسی نے نہیں مارا، وہ تو اپنی موت مرے، اس وجہ کا بطلان بھی ظاہر ہے، کیونکہ اس صورت میں لفظِ "أحد" بمعنی "کوئی" آنا چاہیئے تھا، اور سبب معین نہ ہونے کے لئے نکرہ عامہ کے طور پر اسکا ذکر کرنا ضروری تھا، اور عبارت یوں ہوتی:

"ما قتله، وما صلبه أحد"، اس صورت میں یہود کی طرف نسبتِ خاصہ سے ہر گز ہر گز عام کی نفی نہیں ہو سکتی.

حق وحقیقت:

درست صورت اور حق بات صرف پہلی وجہ ہی ہے، کہ "**قتل**" اور "**صلب**" کی نفی مفعول پر منحصر ہو، اور معنی یہ ہوں، کہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ قتل کیا، اور نہ انھوں نے انہیں سولی دی، اور اللہ تعالی کا قول: ﴿**وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ**﴾ اسی سے متعلق ہے، کہ در حقیقت ان لوگوں کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام کی شبیہ بنا دی گئی، یہی حق وصواب ہے جو تمام کے تمام اسلامی مفسرین کا قول ہے.

قصہ کا خلاصہ:

اس حادثہ کا خلاصہ اللہ تعالی کی خبر کے مطابق یہی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو نہ سولی دی گئی، نہ وہ یہود کے ہاتھوں قتل ہوئے، بلکہ یہود کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام کی شبیہ بنا دی گئی، اور یہی جملہ مسلم مفسرین نے کہا ہے، کہ اعداء عیسی نے کسی اور آدمی کو سولی پر چڑھا دیا، اور وہ شخص وہی تھا، جس پر اللہ تعالی نے اپنی بہترین تدبیر کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت عیسی علیہ السلام کی شباہت ڈال دی تھی، پھر جب اللہ تعالی نے اپنے کلام: ﴿**وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ**﴾ میں حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں خبر دی، کہ یہود کے ہاتھوں حضرت عیسی علیہ السلام نہ قتل ہوئے، اور نہ سولی پر چڑھے، تو اس سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ "**قتل**" و "**صَلب**"

تو محسوس ہونے والے اور مشاہد میں آنے والے امور ہیں، کوئی وہمی اور خیالی چیز نہیں، تو ضرور وہاں پر کوئی شخص تھا، جس کو سولی دی گئی، اور جس کو قتل کیا گیا، اب اگر وہ مقتول و مصلوب حضرت عیسی علیہ السلام نہیں، تو پھر وہ کون تھا؟ یہی ہے وہ وہم جس کا دفع کیا جانا ضروری تھا، اسی وہم کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالی کا یہ قول: ﴿وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ (لیکن ان کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام کی شبیہ بنا دی گئی) وارد ہوا ہے، اور یوں باری تعالی نے حقیقتِ امر کو واضح کر دیا، کہ جس شخص کو قتل کیا گیا، وہ حضرت عیسی علیہ السلام نہیں، بلکہ دوسرا شخص تھا، جس پر اللہ تعالی نے یہود کے ساتھ تدبیر سے کام لیتے ہوئے حضرت عیسی علیہ السلام کی شباہت ڈال دی، یعنی اس شخص کو حضرت عیسی علیہ السلام جیسی صورت دیدی، اور یہود نے اسے حضرت عیسی علیہ السلام سمجھ کر قتل کر دیا.

لفظِ﴿ شُبِّهَ ﴾ کا مسند (جس کی طرف اس کی اسناد ہے) کون ہے؟

کبھی کوئی کم علم اور کوتاہ فکر شخص سوال کر سکتا ہے، کہ وہ کون شخص ہے جس کی طرف فعل﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد کی گئی ہے؟

کیونکہ امتِ مسلمہ کے اعتقاد کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام مشبّہ نہیں ہیں، وہ مشبّہ بہ ہیں، اور آیت میں تو صرف مشبّہ کا ذکر ہے، پھر مشبّہ بہ کون ہیں؟ اگر ﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ کسی دیگر شخص کی طرف کی جائے، کہ وہی مقتول و مصلوب ہو، تو کلامِ سابق تو میں اس کا کوئی ذکر ہے ہی نہیں؟ پھر یہ کیسے صحیح ہو گا کہ غیر مذکور کی طرف کسی فعل کی اسناد ہو؟ یعنی﴿ شُبِّهَ ﴾ فعل

کی کسی غیر مذکور کی طرف اسناد کی جائے،؟

اس سوال کا جواب جملہ مسلم مفسرین کے مطابق جیسے کہ امام رازی نے اس کی صراحت بھی کی ہے، یوں ہے کہ ﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد "مقتول" کی ضمیر کی طرف کی جائے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا قول ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ اس بات پر صراحتًا دلالت کر رہاہے، کہ فعلِ "قتل" حضرت عیسی علیہ السلام کے علاوہ دیگر شخص پر واقع ہوا، تو وہ "غیر" گویا اس طریقہ سے ذکر ہو گیا، لہذا ﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد اس کی طرف درست ہو گی.

نیز اس مقتول کا ذکر اللہ تعالی کے اس قول سے بھی سمجھ میں آرہاہے، جسے اللہ تعالی نے یہود کی طرف نسبت کرتے ہوئے قرآن کریم میں یوں نقل فرمایاہے: ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ {نساء: ۱۵۷}، ترجمہ: "بے شک ہم نے مسیح ابن مریم کو جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا"، (کہ وہاں پر مقتول ہے).

نیز قاضی بیضاوی نے بھی اس کی صراحت کی ہے، اور انھوں نے ﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد میں مندرجہ ذیل تفصیل کہی ہے، وہ فرماتے ہیں.

اولاً: ﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد مقتول کی ضمیر کی طرف ہو، کیونکہ ﴿إِنَّا قَتَلْنَا﴾ (ہم نے قتل کر دیا)، اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ وہاں کوئی مقتول ہے.

ثانیاً: ﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد کے بارے میں دوسری بات یہ ہے، کہ ﴿ شُبِّهَ ﴾ کی اسناد جار مجرور کی طرف ہو، گویا یوں کہا گیاہے، "لكن شبه لهم بين عيسي عليه

السلام وبين المقتول"، **ترجمہ:** "لیکن ان کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام اور مقتول کے درمیان مشابہت کر دی گئی".

تو مطلب یہ ہو کہ یہود کو سولی دینے میں حضرت عیسی علیہ السلام اور مقتول کے درمیان مشابہت ہو گئی، اس طریقہ سے کہ وہ مقتول انہیں حضرت مسیح علیہ السلام نظر آیا، اور یہ صرف ان کی نگاہوں کے لیے تھا، امر واقع میں ایسانہ تھا.

﴿شُبِّهَ﴾ کا صلہ "**لام**" واقع ہوا، (یعنی صرف ان یہود کے لیے اس مقتول کو حضرت عیسی علیہ السلام کی مشابہت دے دی گئی).

﴿شُبِّهَ﴾ صلہ اگر "علی" ہو؟

نیز یادرہے کہ جب اشتباہ اور تشابہ کا صلہ "**علی**" واقع ہو، تو اس کے معنی التباس کے ہوتے ہیں، جیسے اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿إِنَّ ٱلْبَقَرَ تَشَٰبَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّآ إِن شَآءَ ٱللَّهُ لَمُهْتَدُونَ﴾ {بقرة: ۷۰}، **ترجمہ:** "کیونکہ اس بیل میں ہم کو (قدرے) اشتباہ ہے، اور ہم ضرور انشاء اللہ ٹھیک سمجھ جاویں گے".

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَتَشَٰبَهَ ٱلْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَهُوَ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّٰرُ﴾ {رعد: ۱۶}، **ترجمہ:** "سو ان کو پیدا کرنا ان پر مشتبہ ہو گیا ہو، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور وہ اکیلا ہے، غالب ہے".

نیز اللہ تعالی کا قول ہے: ﴿وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ﴾ {انعام: ۹}، **ترجمہ:** "اور ہمارے اس فعل سے ان پر وہی اشتباہ ہوتا ہے جو وہ اب کر رہے ہیں".

نیز لغتِ عرب میں کہا جاتا ہے "شبَه عليه الأمر تشبيهًا" أي لُبس عليه، یعنی اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا.

بہر حال آیت "شبَه لهم" میں "لام" صلہ واقع ہوا ہے، "**علی**" نہی، اور معنی ہیں کہ یہود کو حضرت عیسی علیہ السلام اور مقتول کے درمیان مشابہت واقع ہو گئی.

قادیانی خلط:

ہمارے مذکورہ بیان سے قادیانیت کے خلط پر بایں طور پر ردّ کافی ہے، کہ صاحبِ "جواب صواب" مولوی مبارک علی ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں، "أي شُبّه عليهم الأمر، یعنی معاملہ ان پر مشتبہ ہو گیا، ہم کہتے ہیں کہ یہ قادیانی تصریح سراسر غلط ہے، اور باعثِ خلط بھی ہے، (کیونکہ صلہ "**لام**" ہے، نہ کہ "**علی**" ہے.

تشبیہ اور اشتباہ میں فرق:

یاد رہے کہ جب اشتباہ یا تشابہ کا صلہ "علی" ہو، تو اس کے معنی التباس کے ہوتے ہیں، لیکن یہاں پر لفظِ ﴿شُبِّهَ﴾ ہے، پھر اس کا صلہ بھی "**لام**" ہے، "علی" نہیں، اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ حق وہی ہے جو ہم نے کہا، یعنی یہود کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام اور مقتول کے درمیان شباہت کر دی گئی، یہی اللہ تعالی کا ان کے ساتھ مکر تھا، جو قادیانی مولوی مبارک علی کہتا ہے، کہ معاملہ ان مشتبہ ہو گیا، یہ بوجوہِ مذکورہ سراسر غلط ہے.

"لام" کے صلہ ہونے کی ایک اور وجہ:

یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ "لام" کے ایک معنی "ضرر" کے بھی آتے ہیں، جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَيَكِيدُواْ لَكَ كَيۡدًاۖ﴾ {يوسف: ۵}، "أي يدبروا لضرك"، (ترجمہ: یعنی وہ تیرے ضرر کی تدبیر کریں گے)، بعینہ اس کی نظیر ﴿شُبِّهَ لَهُمۡۚ﴾ ہے، کہ اس میں بھی صلہ "لام" ضرر کے لئے ہے، اور سبب اس کا یہ ہے کہ یہود کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ ٱللَّهُۖ وَٱللَّهُ خَيۡرُ ٱلۡمَٰكِرِينَ﴾ {آل عمران: ۵۴}، ترجمہ: "اور انھوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالی خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہترین ہے".- یہود کی تدبیر تو یہ تھی کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دیکر قتل کر دیں، اور اللہ تعالی کی تدبیر یہ رہی کہ اس نے ان ہی میں سے ایک شخص پر حضرت عیسی علیہ السلام کی صورت ڈال دی، اور اس کو ان کے ہی ہاتھوں سولی سے قتل کرا دیا، تو ان کا ضرر انہیں پر پڑا، جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَحِيقُ ٱلۡمَكۡرُ ٱلسَّيِّئُ إِلَّا بِأَهۡلِهِۦۚ﴾ {فاطر: ۴۳}. ترجمہ: "اور بری تدبیر تو بری تدبیر والوں پر ہی پڑتی ہے".

یاد رکھیں کہ:

﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد "مقتول" کی طرف ہو، یا اس کی اسناد "جار مجرور" کی طرف کچھ فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد مقتول کی طرف کرنے، یا جار مجرور کی طرف سے نتیجہ مختلف نہیں ہوتا، اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام یہود کے

ہاتھوں نہ قتل کئے گئے، اور نہ ہی انہیں سولی دی گئی، مگر جو سولی سے قتل ہوا، وہ وہی شخص ہے جسکی یہود کی نگاہوں میں حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ مشابہت کر دی گئی تھی، یہاں تک ﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد میں ہر دو قول پر ہم نے بات کر دی، مذکورہ ہر دو وجوہ میں قادیانیت کا کھلا ردّ ہے.

﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد میں تیسرا قول:

﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد میں بیضاوی رحمہ اللہ نے ایک اور قول بھی ذکر کیا ہے، مگر اس کی اپنی تصریح اس قول کے ضعف پر دال ہے، وہ کہتے ہیں، **"على قول من قال"** تا ہم اس میں بھی قتلِ مسیح علیہ السلام کی نفی، اور ان کی سولی کی نفی کی صراحت ہے، نیز اس میں ان کو آسمان کی طرف مع جسم کے اٹھائے جانے کی نفی نہیں ہے، تو قادیانیت کے لئے یہ قول بھی نافع نہ ہو گا.

﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد میں تیسرے قول کی وضاحت:

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"أو في الأمر" أي شُبِّه في الأمر".

ترجمہ: "یا معاملہ میں مشابہت واقع ہوئی، یا کر دی گئی".

مگر یہ اس شخص کے قول کے مطابق ہے، جس نے کہا کہ انہیں کسی نے بھی قتل نہیں کیا، لیکن ان کے قتل کی خبر اڑا دی گئی، اور وہ لوگوں میں مشہور ہو گئی، یعنی اس طرح ان کو اس معاملہ میں مشابہت واقع ہو گئی، اور وہاں کوئی شخص بھی قتل نہیں ہوا.

مندرجہ ذیل امور قابلِ تأمل ہیں:

- ہمارے ذکر کردہ قول اوّل کے مطابق جو کہ بیضاوی اور رازی کا قول ہے، ﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد مقتول کی ضمیر کی طرف ہے، پھر معنی یوں ہوں گے کہ مقتول کو یہود کے لئے مشابہت کر دی گئی، کہ ان کی نگاہ میں وہ انہیں مسیح ابن مریم نظر آیا، اور یہی قول صحیح ہے، جو عربی زبان کے قواعد کے مطابق بھی ہے، جیسا کہ اس کا بیان مفصل طریقہ سے آرہاہے.
- دوسرے قول کے مطابق کہ جب ﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد "لهم" جار مجرور کی طرف ہو، پھر معنی یوں ہوں گے، ان کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام اور مقتول کے مابین مشابہت واقع ہوگئی.
- تیسرے قول"أو في الأمر" کا عطف" ﴿شُبِّهَ﴾ پر ہو، اور ﴿شُبِّهَ﴾ کا تعلق "أو في الأمر"جار مجرور سے ہو تو معنی یہ ہوں گے، اس معاملہ میں "مشابہت واقع ہوگئی، یعنی قتل کے معاملہ میں، کہ وہاں قتل تھا ہی نہیں، اسی کی بیضاوی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے.

الحاصل ان تینوں وجوہ میں سے کسی کے مطابق بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی موت ثابت نہیں ہوتی، اور نہ قادیانیت کی غرض پوری ہوسکی.

قادیانی خیانت:

اب ہم قادیانی مولوی کی خیانت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کہ بیضاوی رحمہ اللہ نے تو کہا: "أو في الأمر" (یا معاملہ میں مشابہت ہوگئی)، اور قادیانی مولوی نے نقل

میں خیانت کرتے ہوئے کہا "إلى الأمر" (معاملہ تک مشابہت ہوگئی)، اس نے یہ نہیں کہا: "في الأمر"، جیسا کہ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا: دراصل اسکی اس خیانت سے غرض اپنے مقصد کو ثابت کرنے کی تھی، کہ شاید اس طرح قادیانیت کو کچھ فائدہ ہو سکے، مگر بجائے ان کی مطلب برآری کے، ان کی خیانت ظاہر ہوگئی.

خلاصۂ کلام:

ہم کہتے ہیں، کہ ﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد "مقتول" کی طرف ہو، یا "جار مجرور" کی طرف، وہ اس بات پر دلالت کرنے کے لئے ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا، اور نہ ہی ان کو سولی دی گئی، بلکہ وہ تو آسمان پر زندہ اٹھائے لئے گئے، جیسا کہ یہ بات قرآن کریم نے اس کے بعد صراحت سے فرمائی ہے: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ {نساء:۱۵۸}. "بلکہ انہیں تو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا"، یہی امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے.

ہاں! ﴿شُبِّهَ﴾ کی اسناد مقتول کی ضمیر کی طرف ہونا زیادہ قوی اور دونوں قول میں سے زیادہ راجح ہے. اور یہی قواعدِ لغت کے زیادہ موافق بھی ہے.

مشہور نحوی "ابن ہشام رحمہ اللہ لفظِ "لكن" کے بارے میں کہتے ہیں، کہ:

"لكن" غیر عاطفہ ہے، اور "واو" عاطفہ ہے، جملۂ معطوفہ کا کچھ حصہ حذف ہوتا ہے، اور اس کا اس جملہ پر عطف ہوتا ہے جس میں پوری صراحت ہوتی ہے، جیسے: "ما قام زيدٌ ولكن عمرو" (نہیں کھڑا ہوا زید لیکن عمرو)، اسکی تقدیر عبارت ہے، "لكن قام عمرو" (لیکن عمرو کھڑا ہوا)، اسی طرح

ارشادِ ربانی: ﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ﴾ {احزاب: ۴۰}، **اسکی تقدیر ہے،** "ولكن كان رسول الله" ہے.

لہذا ہم کہتے ہیں، کہ:

اللہ تعالی کے قول: ﴿وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾ میں تقدیر کلام یوں ہوئی، ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ﴾، (یعنی نہ یہود نے انہیں (حضرت عیسی علیہ السلام) کو قتل کیا، اور نہ انھوں نے ان کو (حضرت عیسی علیہ السلام کو) سولی دی، لیکن انھوں نے جسے قتل کیا، اور سولی دی، وہ وہی تھا جسے ان کے لئے مشابہت دے دی گئی، (اور تقدیر کلام یوں ہو گا: "لكنهم قتلوا، وصلبوا من شُبِّه لهم" یعنی انھوں نے جسے قتل کیا، اور سولی دی، وہ وہی تھا، جسے ان کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام کی مشابہت دے دی گئی.

صاحب کشاف رحمہ اللہ (یہ بھی قادیانیوں کے نزدیک مجدد ہیں) کہتے ہیں:

> **"لیکن ان کے لئے مشابہت دے دی گئی اس شخص کو جسے انھوں نے قتل کیا".**

اور مدارک میں ہے:

> **"لیکن انھوں نے قتل کیا، اور سولی دی اس شخص کو جس پر حضرت عیسی علیہ السلام کی شباہت ڈال دی گئی".**

اس کی نظیر یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا﴾ {احزاب: ۴۰}، ترجمہ: "محمد ﷺ

تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں، سب نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جانتا ہے"، اسکی تقدیر ہے، "**ولكن كان رسول الله**" ہے، اور لیکن وہ رسول اللہ ہیں.

اسی طرح اس کی نظیر یہ ہے، "**ما قام زيدٌ ولكن عمرو**" اور معنی ہیں: "**ولكن قام عمرو**" اور لیکن عمرو کھڑا ہوا.

اسی طرح یہاں ہے، ﴿**وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ**﴾. "**أي قتلوا وصلبوا من شُبّه لهم**"، انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو نہ قتل کیا، اور سولی دی، لیکن اسے قتل کیا اور سولی دی، جسے ان کی شباہت دی گئی، اور اسکی قرآن کریم میں ایک اور مثال یوں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿**مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَـٰكِن كُونُوا۟ رَبَّـٰنِيِّـۧنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَـٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ**﴾ {**آل عمران: ۷۹**}، **ترجمہ:** "کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالی اس کو کتاب، فہم اور نبوت عطا فرمائیں، پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم خدا تعالی کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، لیکن (کہے گا کہ) تم لوگ اللہ والے بن جاؤ اس وجہ سے کہ تم کتاب پڑھاتے ہو، اور کتاب پڑھتے ہو"، اس میں تقدیر عبارت یہ ہے: "**ولكن "يقول" كونوا ربانيين**" "**اور لیکن وہ کہے گا تم اللہ والے ہو جاؤ**"، یہی تفصیل تفسیر جلالین، جامع البیان، بیضاوی، مدارک، خازن، کشاف، ابن کثیر اور دیگر حضرات نے ذکر کی ہے.

یہاں تک "صلب" میں قادیانی تاویل کے ردّ کا بیان مکمل ہو گیا، نیز اس وہم کی تعیین بھی ہو گئی، جو قرآن کی مراد تھی، نیز قادیانیت کی طرف سے گھڑے ہوئے

"وہم" کی بھی تردید ہو گئی، جیسے دفع کرنے کے لئے آیتِ مذکورہ میں حرفِ "لکن" وارد ہوا ہے۔ (فالحمد لله على ذلك).

ابناء ملتِ قادیانیت کو ہماری مخلصانہ دعوت:

"صلب" کی قادیانی تاویل اور "وہم" کے قادیانی زعم پر اس مفصل گفتگو کے بعد ہم ابناء ملتِ قادیانیت سے صرف اتنا کہیں گے، کہ حق وصواب صرف وہی ہے جس کی صراحت قرآنی نصوص نے کر دی، اور جس کی تفسیر پر جملہ مسلم مفسرین کا اجماع ہو چکا، ان حضرات میں سے اکثر تو قادیانیت میں معروف مجددین ہیں، کتنا ہی اچھا ہو کہ یہ ان ہی کی تفسیر کو قبول کر لیں، اسی میں سعادتِ دارین ہے۔

درود وسلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(آٹھواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی"، اور "رفع" پر قادیانی وہم، اور اس کا ازالہ"

آٹھویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) مسلم مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ توفی عیسی علیہ السلام کا مفہوم حضرت عیسی علیہ السلام کو جسم وروح سمیت بتمامہ قبضہ میں لینا ہے، اور ان کے رفع سے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالینا ہے۔ رہی ان کی وفات کا وقوع تو وہ ان کے آسمان سے اترنے کے بعد واقع ہو گی۔

۲) آیت قرآنی ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ [آل عمران: ۵۵] میں لفظ "متوفيك" کو "مميتك" پر حمل کرنے والوں کا قول یہ بھی آسمان سے اتارے جانے کے بعد کی قید کے ساتھ مقید ہے، جو حیات عیسی علیہ السلام کے معارض نہیں ہے۔

۳) لفظِ "توفی" کے مدلول کے ذریعہ عوام کو وہم میں ڈالنے کی خاطر قادیانیت نے سلف کی نص کو ناقص طور پر نقل کیاہے، اصل نص "مميتك بعد إنزالي إيّاك من السماء" ہے، جس کی قید ذکر نہ کرکے صرف "مميتك" کے کلمہ میں تشکیک پیدا کرنے کی قادیانی سعی ہے.

۴) "متوفيك" کی تفسیر میں جمہور علماء کا قول "قابضك تماما" یعنی آپ کو پورے طور پر لینے والا ہی ہے، اور "متوفیک" کی تفسیر میں بعض علماء کا قول ہے "مميتك بعد إنزالي إياك من السماء" یعنی آسمان سے

اتارنے کے بعد آپ کو موت دینے والا ہے، تو "متوفیك" کی ان دونوں تفسیروں سے حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات ثابت ہوتی ہے، وفات نہیں۔

۵) قادیانیت نے دوسرے قول کو ناقص نقل کرکے "توفی" اور رفع کے مفہوم کو خلط کرنے کی سعی۔ اور لغت و نقل کی مخالفت کی ہے۔

۶) قادیانیت کا اپنے خلط کو درست ثابت کرنے کی سعی بذاتِ خود ایک میں دوسرا خلط ہے۔

۷) قادیانی ملت کے پیروکاروں سے ہماری مخلصانہ گذارش ہے کہ قرآن کریم کے بیان کو سامنے رکھتے ہوئے، "توفی" اور "رفع" کے مدلول میں غور وفکر کریں، اور اسی کے ساتھ ان دونوں لفظوں کے متعلق قادیانی وہم اور ہماری طرف سے اس کے جواب میں بھی غور کریں۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

قال الله عزّ وجلّ: ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ [آل عمران: ٥٥].

وقال جل وعلا: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ {النساء: ١٥٨}.

وقال النبي ﷺ : "لينزلنّ فيكم عيسى ابن مريم".

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ "اے عیسیٰ میں تم کو پورے طور لینے والا ہوں"۔(آل عمران:۵۵)۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ "بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ زبردست، حکمت والے ہیں"۔(نساء: ۱۵۸)۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے: "الدين النصيحة" دین خیر خواہی کا نام ہے۔

"دین بھلائی ہے" اس سلسلہ کا یہ **"آٹھواں محاضرہ"** ہے، جس کا عنوان ہے:
"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع" اور ان کی "توفی" کے بارے میں قادیانی وہم اور اس کا ابطال وازالہ"۔

یاد رہے کہ قادیانیت نے باری تعالی کے فرمان ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کی تفسیر میں علماء کے پیش کردہ دو قول میں سے ایک کو نقل کرنے میں خیانت کر کے عوام کو وہم میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اہلِ تفسیر کے ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کی تفسیر میں تو دو قول ہیں، مگر حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر ان میں اجماع ہے، اختلاف نہیں۔ ہر دو قول حیاتِ عیسی کو ثابت کرتے ہیں، وفات کو نہیں۔

ہمارے اس محاضرہ کی غرض یہ ہے کہ ہم اللہ تعالی کے فرمان ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کی تفسیر میں واقع دو قول کی وضاحت کر دیں، یہ اختلاف ضرور ہے، مگر ہر قول سے حیاتِ عیسی علیہ السلام کی نفی نہیں ہوتی۔ مگر قادیانیت نے اپنی مطلب بر آری کے لئے کیا کیا؟ ہم اس کا بھی بیان کریں گے، نیز اس بات کو واضح کر دیں کہ لفظِ "**رفع**" کے استعمال میں اصل لغوی ضابطہ کیا ہے؟ اور قادیانیت نے کیا خلط کیا ہے؟

لہذا اللہ جل شانہ کی توفیق پر اعتماد کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں کہ "توفئ عیسی علیہ السلام" کے باب میں وارد "متوفيك" میں دو قول وارد ہوئے ہیں۔

اولاً: جمہور مفسرین کی تفسیر تو یہی ہے "قابضك تمامًا، ورافعك إليّ"، تمہیں پورے طور پر قبضہ میں لینے والا، اور "رفع" کرنے والا ہوں۔

ثانیاً: بعض نے لفظِ "متوفيك" کو "مميتك" پر حمل کرنے کا قول کیا ہے، مگر انھوں نے اسے حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے اترنے اور ان کی عمر پوری ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے۔ انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے

اترنے سے پہلے "متوفيك" کو "مميتك" (یعنی موت دینے والا) کے معنی پر حمل نہیں کیا ہے۔

مگر قادیانیت نے حیاتِ عیسی علیہ السلام میں شک پیدا کرنے اور عوام کو خلط میں مبتلا کرنے کے لئے باری تعالی کے فرمان: "متوفيك" کی تفسیر میں واقع دو علمی قول میں ایک میں خلط کرتے ہوئے سلف پر بہتان کے طور پر یہ بات کہی کہ امت کے پچھلے لوگوں میں ایسے بھی گذرے ہیں، جو حضرت عیسی علیہ السلام کی موت واقع ہو جانے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اور "متوفيك" کو "مميتك" پر حمل کرتے، یقیناً یہ قادیانیت کی طرف سے تفسیری رائے کو نقل کرنے میں کھلی خیانت ہے۔

یاد رہے کہ جملہ مفسرین صحابۂ کرام اور ان کے بعد کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ لفظِ "توفی" قرآن کریم میں اپنی تین انواع میں استعمال ہوا ہے، انھوں نے اس کے ہر موقع اور ہر جائے ورود کے لئے اسکے مدلول کے تعیّن کے لئے وہاں اس کے قرائن اور مرجحات کا بھی ذکر کیا ہے، "توفی" کی یہ انواع مندرجہ ذیل ہیں:

۱- "توفی" اپنے وضعی معنی میں ہو، اور اس کا یہ مطلب ہے کہ "توفی" کا فاعل "متوفیٰ" کو پورے طور پر لے لے، اس کا کچھ باقی نہ رہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جب "توفی" غیر ذی روح کے لئے ہو۔ یا ذی روح کے لئے استعمال ہوا، اور موت یا نیند کا قرینہ بھی نہ ہو، یعنی "متوفیٰ" کی نہ نیند کا وقت ہو، نہ اجل کا وقت ہو۔

۲- لفظِ "توفی" "متوفیٰ" کی موت سے کنایہ ہو، اور یہ اس وقت، جب "متوفٰی" ذی روح ہو، اور اس کی عمر پوری ہو چکی ہو، اور "متوفِی" اللہ تعالی یا اس کے حکم سے فرشتے ہوں۔

۳- لفظِ "توفی" "متوفیٰ" کے "**اِنامہ**" (سلا دینا) سے کنایہ ہو، اور یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں، جبکہ "متوفیٰ" ذی روح ہو، اور "توفی" اس کی عمر پوری ہونے سے پہلے ہو، اور وقت اسکے سونے کا ہو، اور "متوفِی" اللہ تعالی ہو۔

اہل تفسیر کے درمیان اختلاف کس امر میں ہے؟

آیت "﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾" میں لفظِ "مُتَوَفِّيكَ" کو محمول کرنے میں اہلِ تفسیر کے دو قول ہیں:

اور ان دونوں میں سے کسی ایک قول سے بھی قادیانیت کی غرض پوری نہیں ہوتی۔ اس کی غرض تو یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی کسی نہ کسی طریقہ سے ان کے آسمان سے اترنے سے پہلے موت ثابت کی جائے، جو ان قائلین میں سے کسی کا قول نہیں۔

لہٰذا ہم نے حق کو ظاہر کرنے، اور قادیانیت کے خلط کو واضح کرنے کے لئے ان دونوں قول کو دیانت داری سے پیش کرتے ہیں، تا کہ قادیانی خلط کی وضاحت اور امتِ مسلمہ کے عقیدے کی حمایت ہو سکے، اور قادیانی وہم کا خوب ازالہ ہو، جس میں عوام کو مبتلا کرنے کے لئے قادیانیت نے ناکام سعی کی ہے۔

"مُتَوَفِّيكَ" کی تفسیر میں قولِ اول:

جمہور کا قول یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا فرمان: "مُتَوَفِّيكَ" (آل عمران:۵۵) کے معنی ہیں: "قابضك تماما"۔ یعنی آپ کو پورے طور پر قبضہ میں لینے والا ہوں۔ اس کی تفصیل ہمارے مقالے "تفسيرات آية التّوفي" میں موجود ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو روح اور جسم سمیت پورے طور پر لے لیا، اور ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ انہیں وہاں پہنچا دیا، جہاں ان کے دشمنوں کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی۔ مفسرین اسے "توفیٔ رفع" کہتے ہیں۔ کہ "توفی" کے ساتھ "رفع" اور "تطہیر" کا بھی ذکر ہے، اس قول میں کہیں حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے ہی نہیں، حتیٰ کے نصِ قرآنی یا اہلِ تفسیر کی زبانوں پر حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کا لفظ بھی وارد نہیں ہوا، اس تفسیر کے مطابق قادیانیت کو امتِ مسلمہ کے حیاتِ عیسی علیہ السلام کے عقیدے میں مسلم عوام وخواص اور عام انسانیت کو خلط میں ڈالنے کے لئے کوئی راستہ نہ مل سکا۔

بلکہ قادیانیت نے اس قول کو رد کرنے کے لئے بے انتہا کوششیں کیں۔ جنہیں ہم نے اپنے اس مقالے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یکسر ختم کر دیا ہے۔

"متوفیک" کی تفسیر میں دوسرا قول:

یہ قول حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب اور بعض سلف سے منقول ہے۔ ہم نے اپنے مقالے "تفسيرات آية التّوفي" میں اس قول کے اصحاب کی طرف نشاندہی کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "متوفیک" کا معنی ہے

"مميتك"۔ یہ معنی ایک ترکیب زائد کے ساتھ مقیّد ہے۔ وہ ہے "بعد إنزالي إيّاك من السماء" میں تجھے آسمان سے اتارنے کے بعد موت دینے والا ہوں، اس وقت نہیں، ہاں! اس وقت اٹھانے والا ہوں۔ اس طرح آیت "یا عیسی إِني متوفیک" کے معنی یہ ہوں گے، یعنی "مميتك بعد إنزالي إيّاك من السماء" یعنی میں تجھ کو موت دینے والا ہوں تجھ کو آسمان سے اتارنے کے بعد۔ کہ ان یہود کو تجھے موت دینے کی طاقت نہیں۔ بلکہ میں ہی تجھے وفات دوں گا۔ رہا وقتِ حال تو اس وقت میں تجھ کو اپنی طرف اٹھا رہا ہوں۔ اس قول کے اعتبار سے بھی قادیانیت کے لئے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اس قول کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے بعد ان کی موت کی خبر دینا ہے۔ فی الحال ان کی موت کی نفی ہے، اور آسمان کی طرف ان کو زندہ اٹھانے کو ثابت کرنا ہے، جو کہ صریح نص قرآنی سے ثابت ہے۔

"متوفيك" کی دوسری تفسیر بعض سلف کی طرف سے منقول ہے جو یہ بھی کہتے ہیں کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے، اور "وفات" جسے بعد میں واقع ہونا ہے، اس کا ذکر پہلے ہوا، اور "رفع" جس کا وقوع پہلے ہوا، اس کا ذکر بعد میں ہوا۔ اس تقدیم و تاخیر کی حکمت کی طرف بھی ہم نے اشارہ کیا ہے۔

قادیانی کاروائی:

قادیانیت نے اصل تفسیر کے دوسرے قول میں سے لفظِ "ممیتک" کو تو لے لیا، مگر اسکی قید "بعد إنزاليّ إيّاك من السّماء" کو ترک کر دیا، اور "متوفيك" کو

"ممیتك" کے معنی میں خیانت، جھوٹ اور بہتان کے طور پر بغیر قید کے نقل کر دیا، اور اس نقلِ ناقص سے قادیانیت کا مقصد محض حیاتِ عیسی علیہ السلام کے اس عقیدے میں تشکیک و تشویش کی سعی ہے۔ جو عقیدہ شرعی دلائل سے ثابت شدہ ہے۔ قادیانیت کا یہ عمل دجل وخیانت ان کے لئے سوائے دنیوی اور اخروی خسارے کے کچھ کام نہ آیا۔ کیونکہ امتِ مسلمہ میں الحمد للہ ایسے لوگ موجود ہیں جو دین کے مسلمات، اور اصول وضوابط کی حفاظت، اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں ملحدین کے شبہات کو دفع کرتے رہے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔ اسلام کے مسلمات کے بارے میں مبطلین کا ابطال اور دین میں غلو کرنے والوں کی تحریف کو دفع کرنا ان کا شیوا رہا ہے۔ اور تا قیامت رہے گا۔

یہاں تک باری تعالیٰ کے فرمان "متوفيك" کی تفسیر میں اہلِ علم کے درمیان دو رائے کو نقل کرنے میں قادیانیت کی خیانت اور جو وہم اس نے ڈالنا چاہا، اس بارے میں ہم نے وضاحت کر دی ہے۔ ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ "متوفیک" کی تفسیر میں ہر دو قول حیاتِ عیسی علیہ السلام کے منافی نہیں، نہ ان کے آسمان سے اترنے سے پہلے کسی بھی قول سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے، اسلامی مسلمات "رفعِ عیسی علیہ السلام"، "توفیٔ عیسی علیہ السلام" اور "حیاتِ عیسی علیہ السلام" وغیرہ کے کی حفاظت، اور ان کی مزید وضاحت کے لئے ہم قرآنی مفاہیم کے بارے میں افادۂ عامہ کے لئے چند اصولی امور بیان کرتے ہیں۔

اصولی ضوابط متعلقہ مسلّماتِ امت:

قرآنی الفاظ میں سے "توفیٔ عیسی علیہ السلام" یا دیگر مفاہیم کی شرعی حقیقت تک پہنچنے اور حق وصواب کو پانے کے لئے مندرجہ ذیل ضوابط کو یاد رکھیں:

اولاً: یہ امر سب کے ہاں مسلّم ہے، کہ قرآن کریم میں بہت سے ایسے الفاظ آئے ہیں، جن کے متعدد معانی ہوتے ہیں۔ ایک لفظ ایک جگہ ایک معنی پر، اور دوسری جگہ دوسرے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

ثانیاً: یہ بات بھی مسلّمات میں سے ہے کہ لفظ کی دلالت کبھی تو اسکی وضع کے اعتبار سے ہوتی ہے، اور کبھی مجاز یا کنایہ کے طور پر اسے استعمال کرنے سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اہلِ علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کلمات کی وجوہِ دلالت کے درمیان تمیز کا خوب خیال رکھیں۔

ثالثاً: اہلِ علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کلمات کی وجوہِ دلالت کے درمیان خلط نہ ہونے دیں۔

✫ جب ایک لفظ اپنے معنی پر وضعی طور سے دلالت کرے، اور دوسرے معنی پر مجازی یا کنائی طور پر تو معنیٔ لفظ صرف اس کا وضعی مدلول ہی ہوتا ہے، نہ کہ مجازی یا کنائی طور پر اسکی مراد معنیٔ لفظ ہوگا۔ کیونکہ مجازی اور کنائی مدلولات تو قرائن وقیود اور زائد ترکیب کی وجہ سے اسکے وضعی معنی سے پھیرتے ہیں۔ لفظ وضعی طور پر ان پر دلالت نہیں کرتا۔

✰ یاد رہے کہ کسی کلمہ کے مدلول میں جہتِ دلالت میں تمیز نہ کرنا کھلی جہالت ہے، یا پھر الحاد ہے، جو یا تو تلبیس کی غرض سے خیانت کے طور پر ہوتا ہے، یا اس کا سبب قائل کی صریح جہالت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہی امر شرعی مفاہیم میں خلط کا سبب ہوتا ہے۔ نیز یہ قرآن کریم کے بیان میں تحریف کا سبب بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد کا دروازہ کھولتا ہے۔

✰ نیز جب لفظ ایک سے زائد معنی کے لئے وضع ہو، یعنی وہ مشترک ہو تو اس امر کی رعایت بھی ضروری ہوتی ہے، کہ اسے بیک وقت تمام معانی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ وہ کسی مرجح کی بنیاد پر صرف ایک معنی کے لئے ہی متعین ہو جائیگا۔

✰ اس امر کو بھی یاد رکھیں کہ اگر لفظ ایک معنی پر وضعی طور پر دلالت کرتا ہے، اور دوسرا اسکا مجازی مدلول ہو، تو ہر گز یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ ان دونوں میں مشترک ہے، ایسا کہنا باعثِ خلط ہوتا ہے۔

یہ وہ ضروری امور ہیں، جنکی رعایت ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جو قرآن کریم پڑھے، پھر اس کا گذر ایسے کلمات سے ہوتا ہے، جن کی دلالتیں وضعی یا کنائی یا مجازی اعتبار سے متعدد ہوں۔ یا وہ کلمات ابتداء سے ہی متعدد معانی کے لئے وضع ہوئے۔

مثال کے لئے ہم آپ کے سامنے ان پانچ کلمات کا ذکر کر رہے ہیں:

۱- "أصحاب النار" یہ ترکیب قرآن کریم میں کئی جگہ اہل جہنم، یعنی کفار اور فاسقوں کے لئے آئی ہے، جیسے باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَآ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾ [بقرة:۳۹]. "اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی ہیں دوزخ والے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (بقرہ:۳۹)۔

جبکہ یہی کلمہ "أصحاب النار" سورہ "مدثر" میں فرشتوں کے لئے آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا جَعَلۡنَآ أَصۡحَٰبَ ٱلنَّارِ إِلَّا مَلَٰٓئِكَةٗ﴾ [مدثر:۳۱]۔ "اور ہم نے اصحاب نار فرشتوں کو ہی بنایا ہے"۔

یعنی اصحابِ نار قرآن کریم میں اس جگہ (سورہ "مدثر") ان فرشتوں کے لئے استعمال ہوا ہے، جن کو دوزخ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، وہ (نعوذ باللہ) کافر اور فاجر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یوں فرمایا ہے: ﴿عَلَيۡهَا مَلَٰٓئِكَةٌ غِلَاظٞ شِدَادٞ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ ﴾ [تحريم:۶]۔ "جس پر تند خو (اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں، جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے، کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے، اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے، اس کو بجالاتے ہیں"۔

۲- "بعلٌ" یہ لفظ سورہ "بقرہ" اور "نساء" میں "زوج" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنۡ أَرَادُوٓاْ إِصۡلَٰحٗاۚ ﴾ [بقرة:۲۲۸]۔ "اور ان عورتوں کے شوہر ان کے پھر لوٹا لینے کا

حق رکھتے ہیں عدت کے اندر، بشرطیکہ اصلاح کا قصد رکھتے ہوں"۔ اور اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنِ ٱمۡرَأَةٌ خَافَتۡ مِنۢ بَعۡلِهَا نُشُوزًا أَوۡ إِعۡرَاضًا ﴾ [نساء:۱۲۸]۔ "اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بد دماغی یا بے پروائی کا اندیشہ ہو"۔

لیکن اس لفظ "بعلٌ" کو سورہ "صافات" میں بت کے لئے استعمال کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ أَتَدۡعُونَ بَعۡلًا وَتَذَرُونَ أَحۡسَنَ ٱلۡخَٰلِقِينَ ﴾ [صفات:۱۲۵]۔ "کیا تم "بعلٌ" کو پوجتے ہو، اور اس کو چھوڑ بیٹھے ہو، جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے"۔

۳- "**عاد، یعود، عودًا**" قرآن کریم میں تکرار فعل کے لئے وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنۡ عَادَ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾ [بقرۃ:۲۷۵]۔ "اور جو شخص پھر عود کرے، تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

لیکن دوسری جگہ یہ "**عاد**" ندامت اور توبہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ "مجادلہ" میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَٱلَّذِينَ يُظَٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمۡ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُواْ فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٖ مِّن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۚ ﴾ [مجادلہ: ۳]۔ "اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی باتوں سے لوٹنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے، قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں"۔

لفظِ "ریب" قرآن کریم کسی جگہ شک کے معنی میں آیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ [بقرۃ:۲]۔ "اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے"۔

اور یہی لفظ "ریب" دوسری جگہ حوادثِ زمان کے معنی میں آیا ہے۔ سورہ "**طور**" میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ ٱلْمَنُونِ ﴾ [طور:۳۰]۔ "کیا یہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں، اور ہم ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

۴- لفظِ "بروج" قرآن کریم میں کواکب کے معنی میں آیا ہے، لیکن یہی لفظِ "بروج" سورہ "نساء" میں مضبوط اور مستحکم قلعوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا۟ يُدْرِككُّمُ ٱلْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِى بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [نساء:۷۸]۔ "تم چاہے کہیں بھی ہو، وہاں ہی تم کو موت آئیگی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو"۔

لفظِ "توفی":

ٹھیک اسی طرح لفظِ "توفی" لغت کے اعتبار سے مکمل طور پر قبض کرنے کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

لیکن یہ لفظ "موت" کا قرینہ موجود ہونے کے وقت کنایہ کے طور پر "اِماتہ" (موت دینا) پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا ﴾ [زمر:۴۲]۔ "اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان موت کے وقت"۔

اور "نوم" کا قرینہ پائے جانے کے وقت کنایہ کے طور پر "اِنامہ" (سلادینا) پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا﴾ [زمر:۴۲]۔ "اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے میں"۔

لہٰذا کسی بھی کلمہ کے مدلول کی تعیین کے لئے اس کے مقام ورود کی رعایت ضروری ہے، تاکہ مدلولِ صحیح تک رسائی ہو جائے۔ اسی طرح جہتِ دلالت بھی، کہ وضع مجاز یا کنایہ کی حیثیت کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ مگر جو شخص موقع یا قرائن کا لحاظ نہ رکھ پایا، یا وجوہِ دلالت کی رعایت سے بے خبر رہا، تو ایسے شخص کے لئے قرآن کریم کے الفاظ کے مدلول میں حق وصواب تک پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم کے وہ الفاظ جو ایک معنی سے زیادہ پر دلالت کرتے ہیں۔ ان میں ان کے درست مدلول تک پہنچنے کے لئے مذکورہ ضوابط کو جاننا اور ان کی رعایت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

توفیٔ عیسی علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم کا خوبصورت اسلوبِ بیان:

توفیٔ عیسی علیہ السلام کو قادیانیوں کے سوا کسی بھی اسلامی مفسر نے ان کی آسمان سے اترنے سے پہلے ان کی وفات پر حمل نہیں کیا ہے، قادیانیت نے خیر القرون سے لیکر اب تک امت کے درمیان ثابت شدہ شرعی مفاہیم میں خلط کرنے کی سعی کی۔ سلف وخلف میں اہلِ تفسیر نے اس بات پر اجماع کیا ہے، کہ "توفی" کا اطلاق قرآن میں تین انواع پر ہوا ہے، اور ان میں سے ایک معنی کا تعیّن حسبِ موقع وحسبِ قرینہ ہوتا ہے۔

۱- "توفی" یعنی قابض کا مقبوض کو ایسے طور پر لے لینا کہ کچھ بھی باقی نہ رہے۔ وہ ذی روح نہیں، تو بس وگرنہ اگر وہ ذی روح ہے تو "توفی" کے ساتھ مزید کیا ذکر ہوا، اسے ساتھ ملا کر "توفی" کا معنی متعین ہو گا۔

۲- "اِماتہ" پر کنایہ کے طریقہ سے۔

۳- اور "اِنامہ" پر بھی کنایہ کے طور پر۔

اور باری تعالیٰ کے فرمان ذی روح حضرت عیسی علیہ السلام سے خطاب "**متوفيك**" میں اس کی نوع کے متعین ہونے میں دو قول ہیں۔ مگر ہر دو قول سے ثابت حیاتِ عیسی علیہ السلام پر اتفاق واجماع ہے۔ اور ان دو قول کا بیان یوں ہے۔

جمہور نے اس کو "استیفاء" اور قبض تام پر حمل کیا ہے، جس سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کا روح وجسم سمیت "رفع" ہے۔ یہ قرآنی "توفی" کا اسکی "نوعِ رفع" پر حمل ہے۔ کہ "متوفِّی" ذی روح ہے۔ بعض علماء نے اس کو "**مميتك**" یعنی اس کی "نوعِ اِماتہ" پر محمول کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ انھوں نے "**إنزال الله إياه من السماء**" کی قید بھی لگائی ہے۔ یعنی انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد اثبات کیا، جو بذاتِ خود اس وقت ان کی موت کی نفی ہے۔

لہٰذا مفسرین کے درمیان واقع ہونے والے تفسیری اختلاف میں "**نزول من السماء**" سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت پر، یا حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی نفی پر کوئی دلالت نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام:

اسلامی مفسرین کے درمیان واقع مذکورہ دو رائے یا اختلاف اس امر میں قطعًا نہیں کہ آسمان سے نزول سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ہو چکی، جس کی طرف قادیانیت گئی ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ان کے آسمان سے اترنے سے پہلے ہو چکی۔ اسی لئے ہم مزید وضاحت کے طور پر کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "متو فيك" حضرت ابنِ عباسؓ کی تفسیر کے بموجب ان کے آسمان سے اترنے کے بعد "إماتة" اور "مميتك" کے معنی میں ہے۔ جو حضرت عیسی علیہ السلام کی واقع ہو چکنے والی موت پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ اسکی نفی کرتا ہے، کیونکہ انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اس آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے، اور معنی اس طرح ہیں۔ یعنی "رافعك الآن"۔ "میں تم کو اب اٹھانے والا ہوں"۔ "**ومتوفيك أي مميتك بعد إنزالِي إيّاك من السماء**"۔ "اور آسمان سے اتارنے کے بعد تم کو موت دوں گا"۔ گویا ان کے نزدیک واقع ہونے والا امر حضرت عیسی علیہ السلام کا "رفع" ہے، اور تاحال نزول سے نہ واقع ہونے والا امر ان کی وفات ہے۔ تو اس تفسیر کے مطابق بھی آسمان سے اترنے سے پہلے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کا نہ ثبوت ہے، اور نہ اسکا ذکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "متو فيك" کو اگر "نوم" کے معنی میں متعین کر دیا جائے۔ یعنی تجھ کو سلانے والا ہوں، اور حالتِ نوم میں تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ تو اس سے تقدیم اور تاخیر لازم نہیں آتی۔ اور نہ آسمان سے اترنے سے پہلے

حضرت عیسی علیہ السلام کی موت ثابت ہوئی۔ اس بات کو "خازن"، "ابن کثیر" اور "معالم" وغیرہ نے ذکر فرمایا ہے۔

اولین اور راجح وجہ یہ ہے کہ "متوفيك" اپنے اصل معنی یعنی پورے طور پر قبضہ میں لینے کے معنی میں رہے۔ اور اس کے ساتھ "رفع" اور "تطہیر" ہو۔ جیسے کہ قرآنی تصریح ہے، یہی جمہور نے کہا ہے، تو اس میں نہ موت کا، اور نہ نوم کا ذکر ہے۔ لہٰذا اس طریقہ سے "متوفيك" میں وجوہِ ثلاثہ میں سے کسی ایک وجہ سے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی آسمان سے نازل ہونے سے پہلے موت ثابت نہیں ہوتی۔ یہاں تک قرآنی "توفی" کا افصاح و تفصیل اور "توفیٔ قادیانی" کے وہم کا بیان اور اس کا ازالہ ہوا۔ اب ہم لفظِ "رفع" کی بات کرتے ہیں۔

رفعِ عیسی علیہ السلام اور قرآن کریم کا حسین اندازِ بیاں:

یاد رہے کہ توفیٔ عیسی علیہ السلام میں مذکور دونوں قول پر مسلم مفسرین نے حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع کو حقیقی رفع پر حمل کیا ہے، ان کے "رفعِ روحی" یا عزت کی موت پر حمل نہیں کیا، مگر قادیانیت نے حضرت عیسی علیہ السلام کی شان میں وارد "رافعك" اور "رفعه الله" کو ان کی عزت کے ساتھ موت پر حمل کیا ہے۔ جبکہ "رفع" ایک کلمہ ہے، جسے مفہوم مرکب پر حمل کرنا، کہ پہلا مفہوم موت۔ اور دوسرا مفہوم عزت ہو۔ لغت، عقل اور نقل کے معارض ہے۔

لغت کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ ایک لفظ یعنی "رفع" موت اور شرف دو معنوں پر دلالت کرے، کہیں عربی محاوروں میں بھی لفظ "رفع" ان

دونوں معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ ایک لفظ عربی لغت کیا انسانوں کی تمام لغات میں صرف ایک ہی معنی میں دلالت کرتا ہے۔

یاد رہے کہ کسی ایک لفظ کو دو معنی پر حمل کرنا غیر علمی تصرف ہے، جو لغت اور قرآن کریم کے الفاظ میں غیر لغوی اور غیر شرعی تصرف ہے، درحقیقت اس طرح کی کاروائی شریعت کے ثابت شدہ مفاہیم میں قادیانیت کے بانی کی دسیسہ کاری ہے، جو غیر شرعی اہداف کو ثابت کرنے کیلئے لغت میں ہیر پھیر کر کے قادیانیت کرتی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مرزا صاحب کے ایک شاگرد نے اپنے نبی کے فعل کے جواز کو ثابت کرنے کی یوں سعی کی ہے۔وہ کہتا ہے:

> **"اگر کسی جگہ میں رفع کے معنی عزت کی موت لکھ دیئے (یہاں یہ معلوم رہنا چاہیئے کہ ان کے شاگرد کی یہ بات درحقیقت مرزا غلام احمد کی جانب سے رفعِ عیسی علیہ السلام کو ان کی عزت کے ساتھ موت پر حمل کرنے کو جائز قرار دینے کی مذموم سعی ہے)، تو یہ "توفی" بمعنی "وفات"، اور "رفع إلى الله" بمعنی عزت کے درمیان جمع کرنا ہے"۔**

اس حیلہ کا ردّ:

ہم اس حیلے کے ردّ میں کہتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہ حیلہ ایک باطل امر کو جواز کا درجہ دینے کی سعی ہے۔ قادیانی نبی کے شاگرد کی جانب سے یہ توجیہ بھی بدیہی البطلان ہے۔

کیونکہ "توفی" ایک ایسا لفظ ہے، جس کا مستقل مفہوم ہے، اور "**رفع إلى الله**"

یہ ایک دیگر ترکیب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھایا جانا۔ جس کا ایک **مستقل** مفہوم ہے۔ تو ایسی ترکیبوں کو جمع کرنا کیونکر جائز ہو گا، جب وہ قرآن کریم میں دو مختلف جگہوں پر وارد ہوئی ہیں۔ البتہ یہ قادیانی معجونِ مرکب ضرور ہے، جو لفظِ "رفع" کا لغت اور وضع کے اعتبار سے ہر گز ہر گز مدلول نہیں ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے "توفیٔ عیسی علیہ السلام" کے مفہوم کو بیان کرنے کے لئے مستقل مقالہ، اور "**رفع عیسی**" کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے دوسرا **مستقل** مقالہ تیار کیا ہے۔ "**توفی**" اور "**رفعِ عیسی علیہ السلام**" کے مدلول میں حق اور صحیح تک پہنچنے کے لئے ان دونوں مقالوں کا مراجعہ نہایت مفید رہیگا۔

اب ہم لفظِ "رفع" کے بارے میں قادیانی خلط کی طرف اللہ تعالیٰ کی توفیق پر اعتماد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "رفع" جو "وضع" اور "خفض" کی ضد ہے، اور مرفوع (جس کو اٹھایا گیا ہے) جب بھی کوئی جوہر ہو، تو وہاں ضروری ہے کہ اسفل سے اعلیٰ کی طرف اسکا انتقال ہو۔ لہٰذا حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" میں حق یہی ہے، کہ آپ کو جسم وروح سمیت اٹھائے جانے ہی سے "رفعِ عیسی علیہ السلام" متحقق ہوا ہے۔

رہا "توفی" اور "رفعِ عیسی علیہ السلام" کے دو مفہوموں کے درمیان جمع کرکے "رفع" کو عزت کی موت پر قادیانیت کا حمل کرنا، تو **اولاً:** یہ قرآن کریم میں قادیانی تحریف کی بدترین مثال ہے۔ **ثانیاً:** یہ لغوی دلالت میں انحراف کی بھی واضح دلیل

ہے۔ بلکہ یہ لفظِ "رفع" کی ساتھ لغوی دہشت گردی ہے، جس کی لغاتِ بنی آدم کے ساتھ تعامل میں نظیر نہیں ملتی۔ کہ دو مستقل کلمے ایک کلمہ میں مندمج (مل) نہیں ہو سکتے، کہ کلمۂ مندمجہ ایک ساتھ دو معنی پر دلالت کرے۔ کیونکہ "رفع" مستقل ایک لفظ ہے، اور اس کے معنی متعین ہیں۔ یعنی اسفل سے اعلیٰ کی طرف منتقل ہونا، اور "توفی" مستقل دوسرا لفظ ہے جس کے دوسرے معنی ہیں، "توفی" اور "رفع" کو ملا کر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ {نساء:۱۵۸}۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف اٹھالیا) کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عزت کے ساتھ ان کی وفات پر حمل کرنا، یہ لغتِ قرآنی میں ناجائز تصرف ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد شمار کیا جاتا ہے۔ اور یہی شرعی مفاہیم میں خلط اور انسانیت کے ساتھ دجل ہے۔

پھر اپنے اس خلط کے لئے قادیانیوں کا حیلۂ جواز اپنی ذات کے اعتبار سے ایک مستقل دوسرا خلط ہے، تاکہ خلطِ مرکب یعنی قادیانی معجون مرکب بن جائے۔ اور عوام کو پریشان کرے۔

ایک اور قادیانی حیلہ:

قادیانی "رفعِ عیسیٰ علیہ السلام" کو عزت کے ساتھ مرنے پر محمول کرنے میں اپنی تاویل کو جواز کا جامہ پہنانے کے لئے کہتے ہیں کہ لفظِ "رفع" کا صلہ جب "**إلى**" واقع ہو تو یہ عزت دینے سے کنایہ ہوتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے: "**رفعته إلى السلطان**"۔ (میں نے اس کو سلطان کے یہاں مقام دلایا)۔

ازالۂ حیلہ قادیانی:

ہم کہتے ہیں کہ قادیانیت کا یہ قیاس "قیاس مع الفارق" ہے۔ جو اپنی تاویل کو جائز کرنے کے لئے قادیانیت کی چند وجوہات کی بنیاد پر یک مردود توجیہ ہے۔ **یہ وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:**

پہلی وجہ: مقیس (جس کو قیاس کیا جارہاہے) باری تعالیٰ کا فرمان: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِ﴾ {نساء:۱۵۸}۔ اس کا قادیانی مدلول حضرت عیسی علیہ السلام کا عزت کے ساتھ مرنا ہے، اور مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جارہاہے) عرب کا قول: "**رفعته إلى السلطان**"۔ بمعنیٰ "بلندئ درجہ" ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہاں پر مقیس اور مقیس علیہ ہر دو میں نہ تو لفظاً اور نہ ہی معنًی موت کا تصور ہے۔ لہٰذا "رفعِ عیسی علیہ السلام" کو موت سے خالی محاورے پر قادیانیوں کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مقیس علیہ میں موت اور عزت کا موجود ہوناضروری ہے، جیسا کہ قادیانیوں نے مقیس میں ان دونوں کا تصور کیاہے، لہٰذا قادیانیوں کی یہ توجیہ باطل ومردود ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ عرب کا قول: "**رفعته إلى السلطان**"۔ بمعنیٰ "بلندئ درجہ ومقام" میں بادشاہ تک مرفوع شخص (جس کو عزت دی گئی) اس کا قربِ جسدی بھی ملحوظِ خاطر ہوتاہے۔ جسکی ممانعت نہیں ہوتی کہ جو بادشاہ کے نزدیک مکرم ومعزز ہو مرفوع کا بادشاہ تک قربِ جسدی کے رفع کے منافی ٹھہرے۔ بلکہ

اسکو قربِ جسدی تو دیگر سے زیادہ ہوتا ہے، مگر قادیانیت کے ہاں تو حضرت عیسی علیہ السلام کے باب میں مرفوع کا جسد سے قرب ممنوع ہے۔ لہٰذا اس عربی محاورے پر "رفعِ جسدی" کی نفی کا قادیانی قیاس درست نہیں۔ کیونکہ اس میں "مرفوع إلیه" (جس کی طرف اٹھا گیا) مرفوع کے قربِ جسدی کے منافی نہیں ہے۔

تیسری وجہ: جس کسی کو سلطان تک پہنچایا جائے، تو ضروری نہیں ہے کہ یہ اسکی عزت کے لئے ہو۔ ہاں اگر عزت کا حقدار ہے، تو یہ "رفع" عزت کے لئے ہو گا، جبکہ کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے، کہ وہ خفت وذلت کا حقدار ہو۔ لہٰذا قادیانیوں کا "رفعِ عیسی علیہ السلام" کو ایسے کلام پر محمول کرنا جس میں عزت اور ذلت ہر دو کا احتمال ہو، قیاس باطل ہے۔

چوتھی وجہ: عرب کا قول: "رفعته إلى السلطان"۔ میں جب متکلم نے رفع سے مرفوع کی عزت مراد لی، یہ اس بات کے ساتھ مشروط ہے، کہ "رفع" کا صلہ "إلى" آئے، جو معروف لغوی ضابطہ ہے۔ اس کو بعض اہلِ علم نے صراحت سے ذکر بھی کیا ہے، لیکن اس سے یہ ہرگز مراد نہیں ہوتا۔ کہ:

☆ جس جگہ بھی "رفع" کا صلہ "إلى" ہو تو وہ عزت پر ہی دلالت کرے گا۔

☆ کہ وہاں عزت کے علاوہ کسی اور معنیٰ کا قصد نہیں ہو سکے گا۔

☆ کہ وہاں پر "مرفوع إلیه" سے مرفوع کا قربِ جسدی بالضرور ممنوع ہو۔

قادیانیت کے بانی نے باری تعالیٰ کے فرمان: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ {نساء:۱۵۸}۔ کو عرب کے قول "رفعته إلى السلطان" پر اس لئے قیاس کیا ہے، تا کہ قاری کو اس

وہم میں ڈال دے کہ "رفع" کا صلہ جب بھی "إلی" ہو تو وہ صرف عزت و تکریم پر ہی دلالت کرتا ہے۔ نیز "مرفوع إليه" سے "مرفوع" کا قربِ جسدی ممنوع ہوتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ قادیانیت کی لغوی خیانت ہے، جو شرعی مفاہیم میں تلبیس اور انسانیت کے ساتھ دجل کی خاطر اس نے کی ہے۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں صریح الحاد ہے۔

کیونکہ آج تک علماء لغت میں سے کسی ایک نے بھی اس کی صراحت نہیں کی، کہ لفظِ "رفع" کا صلہ جب بھی "إلی" ہو تو وہ صرف اور صرف عزت و تکریم پر ہی دلالت کرے گا، اور وہاں پر "مرفوع إليه" سے "مرفوع" کا قربِ جسدی یا اس کا "رفعِ جسدی" ممنوع ہوگا، اس لئے کہ "رفع إلى السلطان" میں عزت سے کنایہ کے طور پر معنی کنائی کے ساتھ معنی وضعی بھی جمع ہو گئے ہیں۔ یعنی بادشاہ تک قربِ جسدی اور اس کے ہاں رتبے میں رفعت ہونا دونوں جمع ہو گئے ہیں۔ پہلا معنی وضعی ہے۔ اور دوسرا معنی کنائی ہے۔ اور ان کے درمیان کوئی تناقض نہیں، وضعی اور کنائی ہر دو معنی جمع ہو سکتے ہیں، بر خلاف معنی حقیقی اور معنی مجازی کے۔ کہ وہ جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا قادیانیوں کا رفعِ عیسی علیہ السلام کو "رفع إلى السلطان" پر قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ قادیانیت تو حضرت عیسی علیہ السلام کے آیت "بل رفعه اللّٰه إليه" میں "رفع" کو عرب کے قول: "رفعته إلى السلطان" پر قیاس صرف اس لئے کیا، کہ وہ رفعِ روحانی کے ساتھ رفعِ جسدی کے امتناع کو ثابت کرے، جو وہ نہ کر سکی۔

پانچویں وجہ: قادیانیوں کا اللہ تعالیٰ کے قول: "﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ {نساء:١٥٨} کو عرب کے قول: "رفعته إلى السلطان" پر قیاس کرنا اس لئے بھی جائز نہیں۔ کیونکہ جس کے خلاف شکایت ہو، اور اس کو بادشاہ تک پہنچایا جائے تو ایسا شخص معزز نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کی تو اہانت مقصود ہوتی ہے۔ لہٰذا قادیانیت کا ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ {نساء:١٥٨} وارد "رفع" کو اس عربی محاورے پر قیاس کرنا باطل ہے۔

چھٹی وجہ: قادیانیت رفع کے مدلول میں خلط اس واضح وجہ سے بھی ظاہر ہے، کہ لغت میں لفظِ "رفع" "إلى" کے صلہ کے ساتھ موجود ہے، اور وہ صرف رفعِ جسدی پر دلالت کرتا ہے۔ وہاں پر عزت کا تصور ہے، نہ موت کا، اور نہ ہی دونوں کے درمیان جمع ہونے کا۔

بلکہ لفظِ "رفع" جب "إلى" کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے صرف "رفعِ جسدی" ہی مراد ہوتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں میں ہے۔

١) کہا جاتا ہے: "رفعت الزرع إلى البيدر" اس کے معنی ہیں "فصل کو کاٹنے کے بعد اس کو گودام کی طرف اٹھا کر لے جانا" اور یہاں عزت یا موت کا تصور نہیں، جبکہ لفظِ "رفع" "إلى" صلہ کے ساتھ مذکور ہے۔

٢) حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اس شیطان کے بارے میں ہے، جو صدقات کے غلہ سے ہر رات چوری کر لیا کرتا تھا۔ آپؐ نے اسے کہا "لأرفعنّك إلى رسول الله ﷺ"، "میں تجھے کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لیجاؤں گا"۔ تاکہ آپ ﷺ سے تیری شکایت کروں"۔ تو اس میں مرفوع کے خلاف شکایت ہونے کی وجہ سے اس کی تکریم نہیں، بلکہ

اس کے خلاف دعویٰ قائم کرنے کے لئے اس کو حاکم تک لے جانا ہے، اور یہاں اسے مع جسم کے حاضر کرنا مراد و مقصود ہے۔ پھر اس میں مرفوع کی اہانت اور اس کے خلاف شکایت ہے، نہ کہ اس کی عزت و تکریم ہے۔ جبکہ لفظِ "رفع" اس حدیث والی مثالِ مذکور میں بھی "إلی" کے ساتھ مذکور ہے۔

۳-۴) نیز حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: **"رفعت رأسِيْ إلى السماء"**۔ "میں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا"۔ اور نبی کریم ﷺ کے صحابی کا قول ہے۔ **"رفع رأسه إلى السماء"**۔ "آپ نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا"۔(بخاری: باب فضل سورة الكهف، ونزول السكينة)۔

ان دونوں جگہوں میں لفظ "رفع" "إلی" کے ساتھ آیا ہے، اور یہاں پر بلندیٔ درجہ کے ارادے کے بغیر ہے، صرف "رفعِ جسدی" ہی پر دلالت کر رہا ہے۔

۵) بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ میں حضرت سیدہ زینت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کے بارے میں ہے کہ نواسۂ رسول ﷺ کے جسد کو حضور ﷺ تک لایا گیا، اور یہاں لفظِ "رفع" "إلی" کے ساتھ مذکور ہے، اور اس نے یہاں بچے کے "رفعِ جسدی" پر دلالت کی ہے، لہٰذا قادیانیت کے اس زعم پر کھلا ردّ ہو گیا، کہ جب "رفع" کا صلہ "إلی" ہو تو وہ "رفعِ درجات" پر ہی دلالت کرتا ہے، یہ تو مرفوع کے محض رفعِ جسدی کی واضح مثال ہے، یہاں موت کا ارادہ نہیں۔ بلکہ موت کا وقت ہے، اور عزت و تکریم

کا کیا ارادہ ہو، کہ مرفوع معزز و مشرف ہے۔ ان جملہ مذکورہ نصوص نے رفعِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قادیانی تاویل عزت کی موت کو کئی وجوہ سے کو باطل کر دیا ہے، (فالحمد لله على ذلك)۔

۶) اسی طرح قرآن کریم میں ہے: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ [فاطر:۱۰]۔

صاحب "**فتح البیان**" نے اسکی تفسیریوں کی ہے:(يرفع الله تعالى إليه)۔"کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف اٹھالیتا ہے" نہ کہ کچھ اور۔

اور لفظ "صعود" کے معنی اوپر کی طرف حرکت کرنا ہے، اس کے معنی عروج کے بھی ہیں۔ یا فرشتوں کا ان صحیفوں کو اوپر لے جانا ہے، جن کو وہ لکھتے ہیں۔ تو "صعود" سے مراد عروج حقیقی ہے، یہاں پر نہ موت کا تصور ہو، نہ عزت کا، اور نہ ایک ساتھ دونوں کے جمع ہونے کا۔

یاد رہے کہ:

قرآن کریم اور احادیث میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن میں لفظِ "رفع" کا صلہ "إلى" ہے اور وہاں وہ "إلى" کے مدخول کی طرف شئ مذکور کے اٹھائے جانے پر دلالت کر رہا ہے، نہ وہاں موت مراد ہے، نہ عزت۔ چاہے مرفوع جوہر ہو یا عرض۔ بابِ رفع میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ "رفع" کو اس کے وضعی معنی یعنی مرفوع کو بلندی کی طرف منتقل کرنے کے ہیں۔ اور "خفض" اس کی ضد ہے۔ لہٰذا جب "رفع" کا مفعول ایسی چیز ہو جس کا جسم وجثہ ہے، تو وہاں "رفع" سے مراد اس کا اسفل سے اعلیٰ

کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اور جب مرفوع عرض یا معنی ہو، تو اس کو حسبِ مقام محمول کیا جائیگا۔ جیسے "رفعته إلى الحاكم"۔ یہاں حاکم کی طرف مرفوع کوئی شخص ہے، تو یہاں اس کیحاکم کے قربِ جسدی سے کوئی چیز مانع نہیں۔ اور اگر مفعول امر معنوی ہو۔ جیسے مقدمات میں ہوتا ہے، تو اس کا مطلب اسکا حاکم کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔ جیسے یہ قول "رفعت هذه القضية إلى السلطان"۔ "میں نے یہ مقدمہ سلطان کے پاس پیش کردیا"۔

قادیانی وہم کی بیخ کنی:

"**مصباح منیر**" میں اس کے مؤلف نے جو صراحت کی ہے، وہ قادیانی وہم کو اس کی جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب "رفع" کا استعمال اجسام میں ہو تو اس کے معنی "حرکت" اور "انتقالِ حقیقی" کے ہوتے ہیں۔ اور جب اس کا استعمال معانی میں ہو تو پھر مقام کے مطابق ہوں گے۔ "الحمد للہ" کہ "توفی" اور "رفعِ عیسی علیہ السلام" کے مفاہیم کی شرح اور قادیانی وہم کو دفع کرنے کے لئے کافی کچھ پیش کردیا ہے۔

ابنائے قادیانیت سے ہماری مخلصانہ گذارش:

ہم ابنائے قادیانیت سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ "توفی" اور "رفع" کے ان مفاہیم میں تأمل کریں۔ جن کا ہم نے کتاب وسنت اور لغت کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔ اور ان میں بے بنیاد تأویلیں نہ سنیں۔ نیز ہماری ان سے گذارش ہے ان دو وہموں میں بھیتأمل کریں جن کی طرف ہم نے نشاندہی کی ہے، قادیانیت نے یہ

دونوں وہم "توفی" کے مفہوم میں نقلِ ناقص کے ذریعہ، اور "رفع" کے مفہوم میں لغت کے غلط استعمال کے ذریعہ محض اپنے غلط نظریات کی ترویج اور سادہ عوام کو خلط میں ڈالنے کے لئے پیش کیا ہے۔ اس باب میں وہ حق وصواب کو اختیار کریں۔

جب "توفیٔ عیسی علیہ السلام" اور ان کے "رفع" کے بارے میں حق واضح ہو گیا۔ اور قادیانی وہم کا بطلان بھی سامنے آگیا، تو اہلِ عقل کا واجب ہے کہ راہِ ہدایت کو اختیار کرتے ہوئے ان لوگوں سے برات کا اظہار کریں، جنھوں نے مذکورہ اوہام گھڑے اور پیش کیے۔ کیونکہ حق ہی پیروی کے قابل ہے۔ اسی کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اہلِ ایمان کو حق پر قائم رکھے۔ اور ان کے دینی مسلمات کی تشکیک وتحریف سے حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

درود وسلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(نواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"شہاداتِ قرآن

بر

حیاتِ عیسی علیہ السلام"

نویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) جملہ مسلم مفسرین کا حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی میں اس امر پر اجماع ہے کہ وہ ان کے آسمان سے نزول قبل "إماتۃ" موت دینے کے معنی میں نہیں ہے، ہاں آسمان سے نزول کے بعد ہے۔

۲) جمہور علماء "متوفيك" قبضِ تام بمعنی "رفعِ سماوی" کے قائل ہیں، اور "متوفيك" قبضِ تام سے ان کا آسمانی رفع مراد لیتے ہیں۔ وہ "متوفيك" اور "رافعك" میں تقدیم وتاخیر کے بھی قائل نہیں۔

۳) بعض کا قول "متوفيك" بمعنی "مميتك بعد إنزالي إيّاک من السماء" نزول آسمان کے بعد وفات ہے۔ یہی حضرات "متوفيك" و"رافعك" میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا "رفع" پہلے ہوا، اور وفات بعد میں ہو گی۔

۴) "متوفيك" اگر "مميتك في آخر الزمان بعد إنزالي إياك من السماء"۔ "تمہیں آسمان سے اتارنے کے بعد موت دینے والا ہوں" کے معنی میں ہو، تو یہ بھی حیاتِ عیسی علیہ السلام کی دلیل ہے، جو وفاتِ عیسی کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

۵) قادیانیت کا "توفی" کے مفہوم میں "ناقص نقل" سے خلط، اور اسکا غیر مقبول جواز ہے۔

۶) قادیانیت کو دعوتِ فکر وتامل۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}

قال الله عزّ وجلّ: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {النساء: ١٥٩}.

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے: "الدين النصيحة": دین خیر خواہی کا نام ہے۔

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**نواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے: "**شہاداتِ قرآن بر حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام**"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآنی شہادات کی ترتیب ملاحظہ ہو:

۱) ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ **{نساء:۱۵۹}**۔ **ترجمہ:** "اہلِ کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے"۔

۲) انہیں کے بارے میں یہ قرآنی صراحت ہے: ﴿ وَيُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِى ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴾ [آل عمران:۴۶]۔ ترجمہ: "اور وہ لوگوں سے کلام کرتا ہے ماں کی گود میں، اور ادھیڑ عمر میں"۔

۳) حضرت عیسی علیہ السلام کے نامِ نامی ذکر کرنے کے بعد قرآن کہتا ہے ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ [زخرف: ۶۱]۔ ترجمہ: "اور یقیناً وہ قیامت کی پختہ علامت ہیں، تم ہرگز اسمیں شک نہ کرو۔ اور میری اتباع کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے"۔

۴) اللہ تعالیٰ کا یہود کے زعم کے ردّ اور حیاتِ عیسی کے بارے میں فرمان ہے: ﴿ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ ﴾ [نساء:۱۵۷]۔ ترجمہ: "اور ان کا قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کیا ہے جو اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ نہ انھوں نے انہیں قتل کیا، نہ انھوں نے انہیں سولی پر لٹکایا۔ بلکہ ان کے لئے اس میں مشابہت کر دی گئی"۔ بلکہ حیاتِ عیسی علیہ السلام کو حق تعالیٰ شانہ امرِ یقینی بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ ﴾ [نساء: ۱۵۷-۱۵۸]۔ ترجمہ: "انھوں نے انہیں نہ قتل کیا، اور نہ سولی پر لٹکایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، حکمت والا ہے"۔

۵) حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے یہود کی گرفت سے حفاظت کی شہادت میں حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ [مائدہ:

۱۱۰]۔ **ترجمہ:** "اور جب میں نے بنی اسرائیل کو آپ سے روکے رکھا، جب آپ ان کے پاس کھلی نشانیاں لیکر آئے، تو ان میں کافروں نے کہا یہ تو محض کھلا جادو ہے"۔

۶) حضرت عیسی علیہ السلام پر خصوصی نعمت "توفی" و "رفع" اور "تطہیر" کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۖ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴾ [آل عمران:۵۵]۔ **ترجمہ:** "جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسی میں تمہیں پورے پورے طور پر لینے والا ہوں، اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تجھے ان لوگوں سے جو کافر ہیں پاک کرنے والا ہوں۔ اور تیرے متبعین کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں، پھر تمہارا میری طرف لوٹنا ہوگا۔ اور میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے"۔

۷) نیز بزبانِ عیسی علیہ السلام قرآن میں وارد ہے: ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ **ترجمہ:** "اور جب تو نے مجھے قبضہ میں لے لیا، تو تو ہی ان پر نگران رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے"۔

۸) ارشادِ ربانی ہے: ﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴾ [صف: ۹]۔ **ترجمہ:** "وہ ذات

ہے کہ جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، چاہے مشرک اسے ناپسند کریں"۔

۹) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا﴾ [اسراء:۸]۔ ترجمہ: "قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے، اور تم لوٹو گے تو ہم بھی لوٹ جائیں گے۔ اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے"۔

۱۰) باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ﴾ [مائدہ: ۱۱۰]۔ ترجمہ: "اور میں نے تجھے کتاب وحکمت اور توریت وانجیل کی تعلیم دی"۔

امتِ مسلمہ اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام:

مسلم امت کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے باب میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ تاحال ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ تا آنکہ وہ آسمان سے اتر کر اس دنیا میں اپنی عمر پوری نہ کرلیں۔ پھر ان کی مقررہ اجل پر ان وفات آئیگی۔

قرآن کریم جو شرعی مسائل کے لئے اولین مرجع ہے۔ اور پورے کا پورا متواتر طور پر منقول ہے۔ اور اسکی تمام آیات دلیلِ قطعی ہیں۔ وہ پوری وضاحت سے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو بیان کرتا ہے۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ بھی اس باب میں حدّ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس محاضرہ کے میں ہم حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر قرآنی آیات سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

پہلی قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {نساء:۱۵۹}۔ ترجمہ: "اہلِ کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے"۔

وجہ استدلال:

یہ آیت اس باب میں صریح ہے، اور پوری وضاحت سے اس امر کو بتارہی ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات تاحال واقع نہیں ہوئی۔ جیسے کہ اس امر کو بھی بتا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل ایسے وقت کا آنا ضروری ہے کہ جملہ اہلِ کتاب دائرۂ ایمان میں داخل ہو جائیں۔

اس آیت کا مضمون نہایت آسان ہے، جسے سمجھنے کے لئے دقیق علم یا گہرے مطالعہ کی حاجت نہیں، نہ کثیر علم و معرفت کی ضرورت ہے۔

یہ بدیہی امر ہے کہ چونکہ جمیع اہلِ کتاب تاحال دائرۂ ایمان میں داخل نہیں ہوئے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے واقع ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اہلِ کتاب کے بلا ایمان مرنے کا مشاہدہ، مسلمان، غیر مسلم قادیانی، غیر قادیانی اور خود اہلِ کتاب تمام یہود و نصاریٰ کر رہے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی اس نصِ قرآنی کے مطابق کھلی دلیل ہے۔

قادیانی زعم، اور اسکا ایمانی جواب:

اگر کوئی قادیانی یہ کہے کہ اہلِ کتاب لوگ تو مرتے وقت دائرۂ ایمان میں داخل ہو کر ہی مرتے ہیں؟ تو ہم کہتے ہیں کہ اس حالت میں ماننا شرعاً ایمان نہیں کہلاتا۔ جب کہ متکلم کلام واعلان کی استطاعت نہ رکھے، نہ ہی ایسا ماننا معتبر ہوتا ہے۔

لہٰذا قرآن حکیم کی مذکورہ آیت کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام تا حال حیات ہیں۔ جب وہ قربِ قیامت نازل ہوں گے۔ اور وہ تمام خدمات سرانجام دے چکیں گے۔ جنکی تفاصیل نبی خاتم ﷺ نے اپنی احادیثِ مبارک میں بیان کی ہیں۔ اور اس عالم کے احوال شرّ سے خیر میں تبدیل ہو جائیں گے۔ پھر ان کی اجل آنے پر ان کی وفات ہو گی۔

دوسری قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِي ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴾ [آل عمران:۴۶]۔ **ترجمہ:** "اور وہ لوگوں سے کلام کرتا ہے ماں کی گود میں، اور ادھیڑ عمر میں"۔

وجہ استدلال:

اس آیت میں باری تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں جن حقائق کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے **اولاً:** ان کا ماں کی گود میں لوگوں سے ہم کلام ہونا ہے۔ اور یہ امر واقع ہو چکا ہے۔ قرآن کریم نے بتایا ہے۔ کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام پر جب حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کے بعد لوگوں

نے طعن کیا، تو آپ نے بحکمِ ربّانی حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔ لوگوں کو یہ امر عجیب لگا، اور وہ یوں کہنے لگے۔ جسے قرآن کریم نقل کیا ہے۔ ﴿قَالُوا۟ كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِى ٱلْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ [مریم:۲۹]؟ **ترجمہ:** "انھوں نے کہا ہم اس بچے سے ماں کی گود میں کیسے بات کریں"؟

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوں گویا ہوئے:﴿ قَالَ إِنِّى عَبْدُ ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِىَ ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلَنِى نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِى مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَٰنِى بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ [مریم: ۳۰-۳۱]۔ **ترجمہ:** "انھوں نے فرمایا: "میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی۔ اور مجھے جہاں بھی ہوں مبارک قرار دیا، اور مجھے نماز اور زکوۃ کی تا دمِ حیات وصیت فرمائی"۔ یوں حضرت عیسی علیہ السلام سے معجزانہ طور پر بچپن میں کلام کرنا واقع ہو چکا ہے۔

ثانیاً: ان کی دوسری خصوصیت "ادھیڑ عمر میں گفتگو کرنا" ہے۔ اس عمر میں جس میں دیگر کا ہم کلام ہونا نہ ہو۔ بلکہ ان کا کلام کرنا خرقِ عادت ہو۔ حضرت عیسی علیہ کا بحالتِ رفع اور توفی گفتگو فرمانا ان کی خصوصیت ثابت نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی بزعمِ قادیانیت ایک سو بیس برس کی عمر میں ان کی وفات کے وقت ہم کلام ہونا کوئی خصوصیت ثابت ہوتا ہے۔ ہاں! اپنی پیدائش سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں برس بعد اس دنیا میں آسمان سے دوبارہ نزول کے بعد گفتگو کرنا یقیناً ایک خرقِ عادت امر ہے۔ جو عام لوگوں کے بر خلاف ایک معجزانہ اور خرقِ عادت ہمکلام ہونا ہے۔

اگر بزعمِ قادیانیت ان کی وفات ہو چکی تو ان کی دوسری خصوصیت کا اظہار کب ہوا؟

اگر اس سے مراد ان کا ادھیڑ عمر یا ایک سو بیس برس کی عمر میں گفتگو کرنا ہے تو بہت سے لوگوں نے اس سے زیادہ عمر پائی اور آخری دم تک گفتگو کرتے رہے۔

لہٰذا اس آیت کریمہ کو قادیانیت کا مذکورہ تاویل پر حمل کرنا مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: یہ حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیت نہیں بن سکتی۔

ثانیاً: اس عمر میں گفتگو کرنا کوئی خرقِ عادت امر بھی نہیں ہے۔

ثالثاً: اسے معجزہ یا خرقِ عادت کہنا لغو حکم ہے، اور باری تعالیٰ کا کلام اس سے منزہ ہے۔

اس لئے حق صرف وہی ہے، جو مسلم امت کا اجماعی عقیدہ ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام جب قربِ قیامت آسمان سے اس دنیا میں نازل ہوں گے۔ اور ان کی ولادت پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس گذر چکے ہوں گے، تو وہ معجزانہ طور پر اس عمر میں گفتگو فرمائیں گے۔ یہی ان کی حیات پر قرآن کریم کی دوسری دلیل ہے۔

تیسری قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ [زخرف: ۶۱]۔ ترجمہ: "اور یقیناً وہ قیامت کی پختہ علامت ہیں، تم ہرگز اسمیں شک نہ کرو۔ اور میری اتباع کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے"۔

وجہ استدلال:

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے مؤکد طور پر حضرت عیسی بن مریم علیہا السلام

کو علامتِ قیامت قرار دیا ہے۔ اور اگر ان کی وفات ہو چکی ہو، تو کس طرح آسمان سے نزول کے بعد علامتِ قیامت ہو سکتے ہیں؟ یہی ان کی حیات کی دلیل ہے۔ کیونکہ مذکورہ آیت سے قبل قرآن کریم نے ان کا نامِ نامی یوں ذکر فرمایا ہے۔ ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّونَ﴾ [زخرف:۵۷]۔ **ترجمہ**: "اور جب ابن مریم کی مثال ذکر کی گئی تو آپ کی قوم اس سے تمسخر کرنے لگی"۔ حتمًا یہ آیت حضرت عیسی علیہ السام کی حیات کے بیان کرنے کے لئے ہے۔

چوتھی قرآنی دلیل:

باری تعالیٰ نے یہود کے زعمِ باطل کے ردّ میں جسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر غضبِ الٰہی کا باعث قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا ٱلۡمَسِيحَ عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ﴾ [نساء:۱۵۷]۔ **ترجمہ**: "اور ان کا قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کیا ہے جو اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ نہ انھوں نے انہیں قتل کیا، نہ انھوں نے انہیں سولی پر لٹکایا۔ بلکہ ان کے لئے اس میں مشابہت کر دی گئی"۔

وجہ استدلال:

یاد رہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت سے قبل بھی، اور اس آیت میں بھی یہود پر اللہ تعالیٰ کے غضب کے اسباب کو شمار فرمایا ہے۔ اور ان میں سے ایک سبب ان کا یہ قول ہے کہ "ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے"۔ جس پر اللہ تعالیٰ انتہائی ناراض ہوئے۔ اور حضرت مسیح بن مریم جو اللہ کے رسول ہیں، ان کے بارے میں ان کے قتل کے دعویٰ کرنے والوں کو اس لئے موردِ غضب الٰہی ٹھہرایا

گیا، کہ یہ کیونکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وفات کی نسبت کر رہے ہیں، جنہیں زندہ رکھنے کا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ فرما چکے ہیں۔ کیونکہ ان کی حیات کا ثبوت عزیز حکیم، رب تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے۔ ان کی حیات باری تعالیٰ کی تدبیر کے غالب ہونے کی دلیل ہے، یہ امر قرآن حکیم میں باری تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے ان کے اعداء کے ہاتھوں قتل ہونے یا سولی پر لٹکائے جانے کی نفی کے سراسر خلاف ہے۔ جب حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ تصریح فرمادی۔

﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ ------ انھوں نے انہیں قتل نہیں کیا۔

﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾ ------ انھوں نے انہیں صولی پر نہیں لٹکایا۔

﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ ------ اللہ تعالیٰ نے ان کا 'رفع' فرمالیا ہے۔

تو حق تعالیٰ شانہ کی ان محکم تصریحات کے بعد کسی کا ان کے قتل کی اپنی طرف نسبت کرنا۔ یا ان کی وفات کا قول کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہے۔ جو اس کے غضب کا مُوجب ہے۔ کیونکہ قرآن کا بیان: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾۔ "انھوں نے انہیں قتل نہیں کیا"۔ ﴿وَمَا صَلَبُوهُ﴾۔ "انھوں نے انہیں سُولی پر نہیں لٹکایا"۔ ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾۔ "اللہ تعالیٰ نے ان کا 'رفع' فرمالیا ہے"۔ باری تعالیٰ کے ان ارشادِ گرامی کے نزول کے بعد تو حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کھلے طور پر ثابت ہو چکی۔

اب اگر کوئی تاویل سے ان کی وفات ثابت کرنے کی سعی کرے، تو یہ عمل قرآنی تصریحات اور امتِ مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا چاہئے۔ نہ ہی کسی کو ان کے "رفع" کو "رفعِ جسمانی" کے علاوہ

دیگر پر حمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ جس سے قتل وصلب کی نفی کی گئی ہے اسی کے لئے "بل" کے بعد "رفع" کا اثبات ہوا ہے۔

پھر "رفعِ جسمانی" ہی قتل وصلب کے منافی ہے، جو ہوا۔ رہا "رفعِ روحانی" تو یہ قتل وشہادت باوفات کے ہرگز منافی نہیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی شخصیت سے ہی قتل وصلب کی نفی ہوئی، انہیں کے لئے "رفع" کا اثبات ہوا۔ مرفوع وہی ذاتِ گرامی ہوئی جو مقتول و مصلوب نہ ہوئی تھی۔ روحانی رفع اس کے منافی نہیں ہوتا۔ مقتول اگر "فِي سَبِيْلِ الله" ہے، تو اس کا قتل ہونا تو رفعِ درجات کا قوی ترین ذریعہ ہوتا ہے۔

لہٰذا رفعِ عیسی کو ان کے رفعِ روحانی پر حمل کرنا، نہ صرف لغت اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ بلکہ یہ قرآن کریم کے حُسنِ بیان اور اعلیٰ درجہ کی بلاغت کے بھی منافی ہے۔ یہ عقل ومنطق کے بھی معارض ہے۔ اور موردِ کلام اور عظیم حادثہ میں حق تعالیٰ شانہ کی بہترین تدبیر کے بھی۔ کیونکہ جب پیغمبر کے دشمن ان کے قتل وصلب کے درپے ہوں، اور وہ اس کا ارادہ کرلیں، اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ انہیں بچانے اور حفاظت کرنے کا ہو۔ اور وہ عزیز حکیم بھی ہو۔ وہ خیر الماکرین بھی ہو۔ تو نقل وعقل کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام محفوظ رہیں۔ وہ حیات رہیں۔ اور ان کے دشمن اپنے ارادوں اور تدبیروں میں خائب وخاسر ہوں۔ ان کی ان تک پہنچ ہی نہ ہوسکے۔ ان سب امور کا تقاضہ ہے حضرت عیسی علیہ السلام ان کا "رفع" "رفعِ جسدی" ہو۔

حقیقتِ رفع:

لغت میں بھی لفظِ "رفع" کا حقیقی معنی جیسے کہ "**المصباح المنیر**" میں ہے :

"فالرفع في الأجسام حقيقة في الحركة والانتقال، وفي المعاني على ما يقتضيه المقام"۔

ترجمہ: "اجسام کا رفع حقیقی طور پر ان کے حرکت کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے ہی ہوتا ہے۔ البتہ معانی کا رفع حسبِ مقام ہوتا ہے"۔

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ میں لفظِ "رفع" کا صلہ "إلی" وارد ہوا ہے، اور جب "رفع" کا صلہ "إلی" آئے تو اس سے مراد مرفوع شئ کو "إلی" کے مدخول کی طرف لے جانا ہوتا ہے۔ "مجمع البحار" میں بھی یہ تصریح موجود ہے۔

لہٰذا رفع عیسی علیہ السلام سے مراد انہیں جسم سمیت آسمان کی طرف لے جانا ہے۔ نیز "رافعك" کی ترکیب بھی یہی بتلارہی ہے کہ "رافع" کا لفظ جو "کاف" ضمیر خطاب کی طرف مضاف ہے، تو وہی منادیٰ حضرت عیسی علیہ السلام مرفوع ہیں۔ مرفوع ان کی روحِ مجردہ نہیں، نہ ہی مرفوع جسمِ مجرد بلا روح ہے۔ اشخاص واجسام ارواح سمیت ہی مرفوع ہوتے ہیں۔

لہٰذا مرفوع جب شخصیت عیسی علیہ السلام ہیں، جیسے کہ "رافعك" کی تصریح قرآنی بتارہی ہے۔ تو یہ آیتِ قرآنی حضرت عیسی علیہ السلام کے جسم وروح سمیت رفع کی تصریح ہوئی جو ان کی حیات کی دلیل ہے۔

پانچویں قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ [مائدہ: ۱۱۰]۔ **ترجمہ:** "اور جب میں نے بنی اسرائیل کو آپ سے روکے رکھا، جب آپ ان کے پاس کھلی نشانیاں لیکر آئے، تو ان میں کافروں نے کہا ی تو محض کھلا جادو ہے"۔

وجہ استدلال:

حق تعالیٰ شانہ نے قرآن حکیم میں حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنی خصوصی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے اس آیت میں اس امر کا ذکر فرمایا ہے، کہ اس نے بنی اسرائیل کو آپ سے روکے رکھا۔ انہیں اس بات کی استطاعت نہ ہو سکی کہ آپ تک پہنچ سکیں۔ چہ جائیکہ کہ بقولِ قادیانیت حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمن انہیں طرح طرح کی ایذا پہنچاتے، انہیں سولی پر لٹکاتے، پھر غشی کی حالت میں موت واقع ہوئے بغیر انہیں سُولی سے زخمی اتار دیتے۔ یا بزعمِ یہود ان کی سولی پر وفات ہو جاتی۔

یہ تمام اقوالِ فاسدہ اس آیت کے مضمون کے صریحاً خلاف ہیں۔ یہ آیت مبارک ان پر ردّ ربانی ہے۔ ایک طرف تو یہ اقوال ہیں، اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی (کہ اس نے بنی اسرائیل کو آپ سے روکے رکھا)، دونوں باہم معارض ہیں، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق و سچ ہے، اور یہ مخلوق کے تمام اقوال قائل کوئی بھی ہو سراسر غلط اور باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حضرت عیسی علیہ السلام پر یہ نعمتِ خاصہ ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کو آپ سے روکے رکھا، اس کے بر خلاف قادیانیت نے تو یہاں تک جرأت کی کہ یہ کہا کہ انہیں طمانچے مارے گئے۔ گالیاں

دی گئیں۔ کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ انہیں سولی پر لٹکایا گیا۔ پھر صلیب پر ان کے ہاتھوں اور پیروں میں میخیں لگائی گئیں۔ قادیانیت کے یہ جملہ اقوال اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے کھلم کھلا خلاف ہیں۔

قرآنی اسلوب دربیان رفع عیسی علیہ السلام:

حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کو قرآن حکیم نے انتہائی بلیغ اسلوب میں بیان کیا ہے۔ جس سے ان تمام امور کی نفی اور تغلیط ہوتی ہے۔ قرآن حکیم نے لفظِ "کف" اختیار فرمایا جس کا صلہ "عن" لایا گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ خود قادرِ مطلق نے بنی اسرائیل کو حضرت عیسی علیہ السلام سے دور رکھا۔ اور انہیں حضرت عیسی علیہ السلام کے قریب تک نہ آنے دیا۔

اسکی ایک اور نظیر قرآن سے جس سے اسکا مزید مفہوم واضح ہو گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ ٱلسُّوٓءَ وَٱلْفَحْشَآءَ﴾ [یوسف:۲۴]۔ **ترجمہ:** "اس طرح ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام سے برائی اور بے حیائی کو دُور رکھا"۔ ایک تو ہے برائی سے "یوسف علیہ السلام" کو دور رکھنا، اور ایک برائی کو یوسف علیہ السلام سے دور رکھنا۔ کہ وہ ان کے قریب تک نہ بھٹک سکتی تھی۔ یہ نہیں فرمایا کہ حضرت یوسف کو برائی سے دُور رکھا۔ کیونکہ اس سے یہ وہم ہو سکتا تھا، کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قلب میں کچھ واقع ہوا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے دور کر دیا۔ مگر جب یوں فرمادیا کہ برائی اور بے حیائی کو ان کے قریب نہ آنے دیا۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے دُور

رکھا، تو انداز بیان ان کے مقامِ عالی کے لئے زیادہ شایانِ شان ہے۔ اور ان کے اپنے مقام عظمت پر ثبات کی قوی دلیل ہے، کہ برائی اور بے حیائی کو انبیاء کے قرب سے روک دیا جاتا ہے۔ یہ مقامِ عظمت انبیاء ہے۔ بعینہ اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام اپنے اعداء کی ہر طرح کی اذیت سے محفوظ و مأمون رہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ وپناہ میں تھے۔ ان کے دشمنوں کو حق تعالیٰ نے ہمت واستطاعت ہی نہ دی کہ وہ ان تک پہنچ سکیں۔ پھر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بتمامہ قبضہ میں لیا، اور ان کا آسمان پر رفع فرما دیا۔ یوں یہ "آیتِ کف" حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر قوی دلیل، اور اس باب میں منحرفین اور منکرینِ حیات عیسی علیہ السلام کے ردّ پر قوی قرآنی دلیل ہے۔

چھٹی قرآنی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ ۖ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴾ [آل عمران:۵۵]۔ ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسی میں تمہیں پورے پورے طور پر لینے والا ہوں، اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تجھے ان لوگوں سے جو کافر ہیں پاک کرنے والا ہوں۔ اور تیرے متبعین کو منکرین پر قیامت تک فوقیت دینے والا ہوں، پھر تمہارا میری طرف لوٹنا ہوگا۔ اور میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے"۔

وجہ استدلال:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار وعدوں کا ذکر فرمایا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ان خصوصی انعامات میں سے ہیں، جو اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے۔

اولاً: پہلا انعام ان کی "توفی" فرمانا ہے۔ اور وہ انہیں کامل طور پر قبضہ میں لے لینا ہے۔ انہیں ان کے دشمنوں کے مکر سے خلاصی دینا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے قتل وصلب کے منصوبے کو ناکام بنانا ہے۔ یہی اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی "توفی" ہے۔ رہا ان کے آسمان سے نزول کے بعد کی عمر کے پورا ہو جانے پر ان کی اجل کے وقت ان کی "توفی" تو یہ ان کی وفات ہے، جسکا قرینہ ان کی اجل ہے۔ اور یہ بھی تاحال ان کی حیات کی دلیل ہے۔ اور اس عظیم واقعۂ توفی کے وقت ان کی تسلّی کا باعث ہے۔ اور ان کے دشمنوں سے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلاصی کی علامت ہے۔ کہ وہ ان کے قتل کرنے یا انہیں سولی دینے پر قادر نہ ہوئے۔ اور اس میں اس امر کا بیان ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں پورا ہوا، اور وہ اس وقت ان کی "توفی" و "رفع" ہے۔ ان کی "توفی" اجل کے وقت ان کے "اماتہ" وفات دینے کی صورت میں ہو گی۔ ہم نے اس امر کی تفصیل اپنے مقالہ بعنوان "توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام" میں ذکر کی ہے۔ رہا اس وقت تو جمہور کی تفسیر کے مطابق ان کے روح وجسم سمیت قبضہ میں لے لینا، اور آسمان پر ان کو اٹھالینا ہے۔ اور دوسری تفسیر کے مطابق مستقبل میں آسمان سے نزول کے بعد

اجل کے وقت پر روح کو قبضہ میں لیکر ان کی روح کو روک لینے کے معنی میں ہے، اور وہ وفات سے کنایہ ہے۔ پھر دونوں تفسیروں کے مطابق یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات، اور ان کے رفعِ جسدی پر صریح دلیل ہے۔

ساتویں قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ **ترجمہ:** "اور جب تو نے مجھے قبضہ میں لے لیا، تو تو ہی ان پر نگران رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے"۔

وجہ استدلال:

اس آیت میں حضرت عیسی علیہ السلام کے اس جواب کا بیان ہے، جو وہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اس سوال پر روزِ قیامت دیں گے۔ ﴿ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ﴾ [مائدہ: ۱۱۶]۔ ترجمہ: "کہ اے عیسی کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سِوا دو معبود بنالینا"۔

تو وہ فرمائیں گے: ﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ **ترجمہ:** "میں نے انہیں وہی کچھ کہا جسکا تو نے مجھے حکم دیا، کہ تم اللہ تعالیٰ کی جو میرا اور تمہارا رب ہے عبادت کرنا۔ اور میں ان پر اس وقت تک گواہ رہا، جب تک ان میں موجود رہا۔ اور جب تو نے مجھے قبضہ میں لے لیا، تو تو ہی ان پر نگران رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے"۔

ہم کہتے ہیں:

اولاً: اس آیت کی تفسیر میں مسلم مفسرین نے "توفی" کے عیسی علیہ السلام کو اپنے قبضہ میں لینے، اور انہیں آسمان پر اٹھانے کے معنی کئے ہیں۔ ان کی وفات کے معنی نہیں کیے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ "روح المعانی" میں فرماتے ہیں:

"فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " أي قبضتني بالرفع إلى السماء، كما يقال توفيت المال إذا قبضته"۔

"ارشادِ باری تعالیٰ "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " سے مراد ہے جب تونے مجھے آسمانی رفع سے بتمامہ قبضہ میں لے لیا، جیسے کہ کہا جاتا ہے: "توفيت المال" میں نے مال بتمامہ قبضہ میں لے لیا"۔

"فتح البیان" میں ہے:

"إنّما المعنى "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " إلى السَّمَاء، وأخذتَنِي وافيًا بالرّفع"۔

"معنی یہ ہے کہ جب تونے مجھے آسمان کی طرف اٹھالیا، اور میرے "رفع" سے مجھے پورے طور پر لے لیا"۔

"تفسیر کبیر " میں امام رازیؒ فرماتے ہیں"

"فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " المراد به وفاة الرفع إلى السماء"۔

"فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي " سے مراد آسمان کی طرف رفع سے پورے طور پر قبضہ میں لے لینا ہے"۔

جملہ مفسرین نے اس "توفیٔ عیسی علیہ السلام" کی یہی تفسیر کی ہے۔ جو "توفی"

واقع ہو چکی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسی علیہ السلام کو روح و جسم سمیت اپنے قبضہ میں لے لینا اور انہیں آسمان پر اٹھالینا ہے۔

ثانیاً: اس آیت میں کلمہ "توفی" حضرت عیسی علیہ السلام کے قوم میں موجود ہونے کے بالمقابل آیا ہے، یعنی جن دو امر کو بطور مقابل ذکر کیا گیا ہے، ایک تو حضرت عیسی علیہ السلام کا قوم میں موجود ہونا ہے، جس کی دلیل ﴿مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ﴾ [مائدہ: ۱۱۷] ہے۔ اور دوسرا امر ان کا قوم میں موجود نہ ہونا ہے، جسکی دلیل باری تعالیٰ کا "رفع" سے ان کی "توفی" فرمانا ہے، جو ان کی حیات کی دلیل ہے۔

ثالثاً: حضرت عیسی علیہ السلام کے اقرار اور بقولِ قرآن ان کی قوم گمراہی اور شرک میں ان کی "توفی" کے بعد مبتلا ہوئی۔ اگر اس "توفی" سے ان کی وفات مراد ہو، اور قومِ عیسی کے بگاڑ اور عدم بگاڑ میں حدّ فاصل وفاتِ عیسی کو بنایا جائے، تو یہ سراسر غلط نقطۂ نظر اور خلافِ واقعہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ کا نہ حضرت عیسی علیہ السلام سے سوال درست ہوا۔ نہ حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتِ خاصہ ثابت ہوتی۔ کیونکہ وفات شدہ قوم کے بارے سوال کیوں؟ اور "توفی" اگر ان کی وفات ہے، تو یہ حضرت عیسی علیہ السلام پر انعام نہیں۔ جبکہ سوال بھی درست ہے، اور "توفی" بھی نعمتِ خاصہ ہے۔ لہٰذا "توفی" سے مراد ان کا "رفع" ہی ہے۔ اس طرح یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی دلیل ہے۔

رابعاً: "توفی" سے مراد اس وقت وفات نہیں ہو سکتی یہ ہی قوم عیسی کے بگاڑ اور عدمِ بگاڑ میں حدّ فاصل ہو سکتی ہے۔ **کیونکہ خود مرزا غلام احمد قادیانی "چشمۂ معرفت" مندرج در "روحانی خزائن" ص:۲۲۶/۲۳ میں رقمطراز ہے۔**

"انجیل پر ابھی تیس برس نہیں گذرے تھے کہ بجائے خدا کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی، یعنی حضرت عیسی علیہ السلام خدا بنائے گئے"۔

نیز مرزا غلام احمد "تحفۂ گولڑویہ" ۱۳۷، مندرج در "روحانی خزائن"ص: ۳۱۱/۱۷، میں یوں رقمطراز ہے:

"کہ واقعہ صلیب اس وقت پیش آیا تھا، جبکہ ان کی عمر صرف ۳۳ برس اور چھ(۶) مہینے تھی"۔

اور یہ بات قطعی ہے کہ واقعہ صلیب سے پہلے انجیل کا نزول ہوا تھا۔ **اور یہ بات مرزا صاحب کے قول سے ثابت ہے کہ:**

"حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی"۔

مرزا صاحب کے مذکورہ حوالوں کا ماحصل یہ ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کی عمر تریسٹھ (۶۳) برس کی ہوئی، تو ان کی قوم گمراہ ہو چکی تھی، گویا وہ قوم کی گمراہی کے ستاون (۵۷) برس بعد تک زندہ رہے۔ پھر فوت ہوئے۔ اور وہ زندہ ہی تھے، کہ قوم گمراہ ہو چکی تھی۔ لہٰذا قادیانیت کے اپنے بیان کی روشنی ہی میں اس کا یہ قول غلط ثابت ہوا، کہ قوم کی گمراہی وفاتِ عیسی علیہ السلام کے بعد ہوئی۔ اور یہ کہ قوم کی گمراہی اور عدمِ گمراہی میں حدّ فاصل وفات عیسی ہے۔ جو "توفی" کا معنی ہے۔

نیز اگر "توفی" سے مراد موت لیں، تو اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسی علیہ السلام سے (معاذ اللہ) سوال خلاف عقل ہے، وہ تو جواباً فرما سکتے ہیں۔ کہ مجھے مارنے کے بعد والے واقعات کا مجھ سے سوال کیوں؟ یہ بالکل حق اور درست ہے کہ قوم کی گمراہی

"توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام" کے بعد ہوئی۔ اور "توفی" سے مراد ان کا "رفع" ہی ہے، اس صورت میں باری تعالیٰ کا سوال بھی بجا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب بھی بجا، کہ میں جب تک قوم میں رہا، میں ان پر گواہ رہا۔ اور جب تونے میری "توفی" فرمائی جو "رفع" ہے۔ تو تونے جب میرا "رفع" فرمالیا تھا، میں قوم میں نہ تھا۔ تو توہی ان پر نگران تھا۔ یہی مسلم مفسرین کی ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ کی تفسیر ہے۔ جس کا بحوالہ بیان گذر چکا ہے۔ یوں یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات کی دلیل ہے۔

آٹھویں قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ﴾ [صف: ۹]۔ **ترجمہ:** "وہ ذات ہے کہ جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، چاہے مشرک اسے ناپسند کریں"۔

وجہ استدلال:

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کا ذکر فرمایا ہے، اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ یہ وعدۂ ربانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پورا ہوگا۔ جب وہ آسمان سے زمین پر اتریں گے۔ جیسا کہ ہم ان احادیثِ نبویہ کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ جن میں اس کا بیان ہے۔ اور خو مرزا قادیانی بھی اس کا معترف ہے۔

وہ "براہینِ احمدیہ" مندرج در "روحانی خزائن" ص: ۵۹۳/ ا کے حاشیہ میں

رقمطراز ہے:

"﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلۡهُدَىٰ وَدِينِ ٱلۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوۡ كَرِهَ ٱلۡمُشۡرِكُونَ ﴾[صف: ۹]۳۲۔ یہ آیت جسمانی اور سیاستِ ملکی کے طور پر حضرت مسیحؑ کے حق میں پیشگوئی ہے۔ اور جس غلبۂ کاملہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبۂ مسیحؑ کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرتِ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے تو ان کے ہاتھ سے دینِ اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا"۔

نیز وہ "براہینِ احمدیہ" مندرج در "روحانی خزائن" کے ص:۶۰۱/۱ کے حاشیہ میں کہتا ہے:

"تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدائے تعالیٰ مُجرمین کے لئے شدّت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا۔ اور حضرتِ مسیحؑ علیہ السلام نہایت جلالیّت کے ساتھ دُنیا پر اُتریں گے، اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کر دیں گے، اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا۔ اور جلالِ الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلّی قہری سے نیست ونابود کر دے گا۔ اور یہ زمانہ اس زمانہ کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے"۔

نویں قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَسَىٰ رَبُّكُمۡ أَن يَرۡحَمَكُمۡۚ وَإِنۡ عُدتُّمۡ عُدۡنَاۚ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكَٰفِرِينَ حَصِيرًا ﴾ [اسراء:۸]۔ ترجمہ: "قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے، اور تم لوٹو گے تو ہم بھی لوٹ جائیں گے۔ اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا

ہے"۔

وجہ استدلال:

اگرچہ ہماری رائے میں اس آیت کا حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قضیہ سے تعلق نہیں ہے۔ مگر یہ ابنائے مِلّت قادیانیت کے لئے باعثِ تأمل ضرور ہے۔ کیونکہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت سے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال کیا ہے۔ جو اسکی طرف سے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا اعتراف ہے۔ اس استدلال واعتراف کی وجہ سے ہم نے اسکا ذکر کر دیا ہے، تاکہ قادیانیت پر حجت رہے۔

جسکا بانی اسی آیت کی بارے میں "براہینِ احمدیہ" مندرج در "روحانی خزائن" ص:۶۰۱۔۶۰۲/ا، کے حاشیہ میں یوں رقمطراز ہے۔

> **"یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے۔یعنی اگر طریقِ رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور حقِ محض جو دلائل واضحہ اور آیاتِ بیّنہ سے کھُل گیاہے۔ اس سے سرکش رہیں گے۔تو وہ زمانہ بھی آنے والاہے کہ جب خدائے تعالیٰ مُجرمین کے لئے شدّت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا۔ اور حضرتِ مسیح علیہ السلام نہایت جلالیّت کے ساتھ دُنیا پر اُتریں گے، اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کر دیں گے، اور کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا۔ اور جلالِ الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلّی قہری سے نیست ونابود کر دے گا۔ اور یہ زمانہ اس زمانہ کیلئے بطور ارہاص کے واقع ہوا ہے"۔**

لہٰذا ہم ابنائے ملت قادیانیت کو اس آیت کی تفسیر میں اپنے بانی کی تحریر میں دعوتِ فکر و تأمل دیتے ہیں۔ کہ ایک طرف تو وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور نزول کو ثابت کرنے پر مصرّ نظر آتا ہے۔ دوسری جانب خود اسکے دعویٰ مسیحیت اور وفات مسیح کے قول کے لئے کیا عذر ہو گا؟

دسویں قرآنی دلیل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذْ عَلَّمْتُكَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ ۖ﴾ [مائدہ: ۱۱۰]۔ **ترجمہ:** "اور میں نے تجھے کتاب و حکمت اور توریت وانجیل کی تعلیم دی"۔

وجہ استدلال:

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسی علیہ السلام کو ان پر اپنی خصوصی نعمتوں میں ایک نعمت کو یاد دلانے کا ذکر ہے۔ اور وہ اللہ جلّ شانہ کا حضرت عیسی علیہ السلام کو توریت وانجیل کے علاوہ کتاب یعنی قرآن کریم اور حکمت یعنی سنت نبویہ کا تعلیم دینا ہے۔ یقیناً یہ خصوصیت حضرت عیسی علیہ السلام ہی کی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں ان کی پہلی آمد پر توریت وانجیل کا علم سکھایا کر بھیجا۔ اور دوسری آمد پر قرآن وسنت کی تعلیم سکھلا کر بھیجیں گے۔ اور ہر دو آمدوں پر جو علوم ربّ تعالیٰ انہیں سکھلا کر بھیجیں گے روز قیامت اِس نعمت کا ذکر فرمائیں گے۔ اس آیت میں ذکر کتاب وحکمت توریت وانجیل سے مقدم ہوا ہے۔ کیونکہ اپنی آمد ثانی پر وہ انہیں کی خدمت کا کام سرانجام دیں گے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ:

حضرت عیسی علیہ السلام کا امتِ مسلمہ کے مستقبل سے گہرا رشتہ ہے، وہ اولی العزم نبی ہیں۔ اور خیر امت کے افراد کے ایک فرد بھی۔ انبیاء میں یہ صرف خاصۂ عیسی علیہ السلام ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے مذکورہ آیتِ قرآنی سے قادیانی شبہ کا پیشگی ازالہ فرما دیا۔ ربِ عیسی علیہ السلام نے خود اپنے کلام میں خبر دے دی کہ جس خالق نے حضرت عیسی علیہ السلام کو خرقِ عادت کے طور پر پیدا فرمایا۔

خرقِ عادت کے طور پر ان کی "توفی" فرمائی۔

// // // کا رفع فرمایا۔

// // // انہیں زندہ باقی رکھا۔

// // // وہ ان کا نزول فرمائیگا۔

وہی ہے جو انہیں کتاب وسنت اور خاتم الشرائع کی تعلیم دینے والا ہے۔ کیونکہ ان کی آمد ثانی نبی خاتم کے دورِ نبوت میں ہوگی۔ وہ اسی کی لائی ہوئی شریعت کے غلبہ کے لئے کوشاں ہوں گے۔ یہاں تک وہ تمام ادیان پر غلبہ پالے۔ یوں یہ آیت حیاتِ عیسی علیہ السلام پر دلیل ثابت ہوگئی۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کی کتاب وسنت کی حق تعالیٰ شانہ سے تعلیم پانا نص قطعی سے ثابت ہوا۔

اگر کوئی نادان یہ کہے کہ قرآن اور حدیثِ نبوی کی تصریح اس آیت میں نہیں ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم جب بھی کتاب وحکمت کا اکھٹے ذکر کرے، تو اس سے مراد خاتم الکتب قرآن کریم اور سنت نبی خاتم احادیثِ مبارکہ ہی ہوا کرتی ہے۔

قرآن کریم کا بیان اس ارشاد باری تعالیٰ میں شاہد ظاہر ہے۔﴿ هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَـٰلٍ مُّبِينٍ ﴾ [جمعہ: ۲]۔ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے امیوں میں انہیں میں سے رسول بھیجا، جو انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور اس سے قبل وہ کھلی گمراہی میں تھے"۔

یہاں تک قرآن کریم کی ان شہادات کی طرف اشارہ کر دیا۔ جو حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر واضح طور پر کھلی ادلّہ ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے اہلِ اسلام کو حق پر استقامت اور ابنائے ملّت قادیانیت سبیل ہدیٰ سے روشناس فرما دے وہی ہادی ہے۔

درود وسلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(دسواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"احادیث خیر الأنام (صلی اللہ علیہ وسلم)

بر

حیاتِ عیسی علیہ السلام"

دسوے محاضرے کا خلاصہ:

۱) حجیت حدیث شریف از آیات قرآن کریم۔

۲) احادیث خیر الانام در حیاتِ عیسی علیہ السلام تک تواترِ معنوی۔

۳) احادیث نزولِ عیسی علیہ السلام پر قادیانی شبہات اور ان کے ردود۔

۴) مضمون حدیث کی قرآنی تطبیق۔

۵) حیاتِ مسیح پر منتخب احادیث کا مجموعہ۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}

قال الله عزّ وجلّ: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ﴾ {النساء: ١٥٩}.

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

ترجمہ: "اہلِ کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے "۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے: "**الدين النصيحة**": دین خیر خواہی کا نام ہے۔

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**دسواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے: "**احادیث خیر الأنام (صلی اللہ علیہ وسلم) بر حیاتِ عیسی علیہ السلام**"۔

اہم تمہید:

آغازِ کلام ہم قرآن کریم کی ان بہت سی آیات سے کرتے ہیں۔ جو اس بات پر حجّت ہیں، کہ جو امرِ شریعت حضرت نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہو، وہ شرعاً حجت ہے۔ ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں۔

اولاً: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ ٱللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِۦ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّهُۥ عَلِىٌّ حَكِيمٌ﴾ [شوریٰ:۵۱]۔

ترجمہ: "کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ سے ہم کلام ہو سکے۔ مگر وحی کے ذریعہ سے، یا پردہ کے پیچھے سے، یا وہ رسول کو بھیجے، جو اسکے حکم سے وحی کرے، جو وہ چاہے، وہ بلند، حکمت والا ہے"۔

اس آیت میں نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق تعالیٰ شانہ سے ہم کلام ہونے کے اسالیب کا بیان ہے، اور وہ ہیں:-

وحی کے ذریعہ ہم کلام ہونا۔

پردہ کے پیچھے سے ہم کلام ہونا۔

یا رسولِ ربّانی کے واسطے سے گفتگو فرمانا۔

لہٰذا اللہ کے نبی جب بھی دینی امور میں بات فرمائیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو گی۔ ان کی بات کا مرجع شارعِ حکیم جلّ جلالہ ہی ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو مذکورہ طریقوں میں سے کسی طریقہ سے خبر دی۔

ثانیاً: حضرت نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمانِ ربانی ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ ۝٤﴾ [نجم:۳-۴]۔ **ترجمہ:** "ان کا نطق اپنی خواہش سے نہیں ہوتا، وہ تو محض وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے"۔ لہٰذا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دینی امور میں جب بھی کچھ فرمائیں تو وہ خالص وحی

ربانی ہی ہو گی۔ اور ان کا فرمانا در اصل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو گا۔

ثالثًا: باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾ [حشر:۷]۔ **ترجمہ:** "اور جو کچھ تمہیں رسول دیں تو تم اسے لے لو، اور وہ جس امر سے منع کریں اس سے باز رہو، اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت پکڑ والا ہے"۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے پوری امت کو حکم دیا کہ جو کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عطا کریں اسے مضبوطی سے تھام لیں۔ اسی طرح ہمیں حکم ملا کہ ہر وہ امر جس سے وہ رکنے کے کا حکم دیں اس سے ہم باز رہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر اور نہی میں آپ کی مخالفت کرنے پر عذاب شدید کی اس پر وعید بھی فرمائی ہے۔

رابعًا: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے منصب ورسالت اور وظیفۂ نبوت کو بیان کرتے ہوئے یوں وضاحت فرمائی:۔﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [نحل:۴۴]۔ **ترجمہ:** "اور ہم نے آپ کی طرف ذکر اتارا تاکہ آپ لوگوں کے لئے خوب بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا، شاید کے وہ تفکر کریں"۔

اس آیت میں اللہ جلّ شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کلام کی تبیین اور اسے خوب وضاحت سے بیان کرنا بتایا ہے۔

خامسًا: اسی طرح ارشادِ ربانی:﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟

فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ [نحل:٦٤]۔ ترجمہ: "اور ہم نے آپ پر کتاب صرف اس لئے اتاری کہ آپ خوب وضاحت سے بتا دیں جس میں انھوں نے اختلاف کیا، اور وہ ہدایت ہے، اور ایمان لانے والی قوم کے لئے رحمت ہے"۔

اس آیت سے مندرجہ ذیل امور کا ثبوت ہوا۔

اولاً: حق تعالیٰ شانہ نے نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کے علاوہ بھی نازل فرمایا ہے۔

ثانیاً: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امور دین میں "من جانب اللہ" گفتگو فرماتے ہیں۔

ثالثاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ قرآن کریم کے مطالب ومعانی کا بیان ہے۔

رابعاً: اہلِ ایمان کا واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قرآنی بیان کو بلاچوں چرا اس قبول کریں، کیونکہ وہ بیان دراصل متکلم قرآن اور شارعِ حکیم جلّ جلالہ ہی کی طرف سے ہے۔ جیسے وہ ذات بیان کرتی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی۔ قرآن کے بارے میں اس کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْءَانَهُ ﴿١٧﴾ فَإِذَا قَرَأْنَهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهُ ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴾ [قیامہ: ١٧-١٩]۔ ترجمہ: "قرآن کو جمع کرانا، اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے، پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے"۔

یہ حق ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے خود اپنے نبی کو قرآن کریم کے مفاہیم ومعانی اور مطالب بتائے اور سکھائے، اور یہ بھی حق ہے کہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے انہیں خوب کھول کر بیان بھی فرما دیا۔ جب حدیثِ پیغمبر بزبانِ رسول بیانِ قرآن ٹھہرا، تو امت پر اسے قبول کرنا واجب ہوا۔

اب جس شخص کی بھی تفسیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان قرآن کے خلاف ہوگی اہلِ ایمان پر اس کا ردّ کرنا، ان کا ایمانی واجب ٹھہرے گا۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ان کی بغیر باپ کے ولادت، ان کا بچپن میں گفتگو فرمانا، ان کا آسمانی رفع، ان کا نزول، ان کی حیات، جملہ امور کو ماننا اہلِ ایمان کا ایمانی واجب ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث مبارک میں ان کی خوب تصریح فرمائی ہے۔ ان امور میں کسی کی بھی تاویل قابلِ ردّ ہوگی۔ قائل کوئی بھی کیوں نہ ہو۔

آپؐ کے بیان میں تأمل:

اب ہم حیاتِ عیسی علیہ السلام کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال میں تأمل کرتے ہیں۔ تو ان میں مرفوع متصل صحیح اور مسلسل احادیث پاتے ہیں، جو تسلسلِ معنوی کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان سابق مفتی دار العلوم دیوبند:

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے استاذ محدث شہیر سید محمد انور شاہ

کشمیری کے حکم سے اپنی معروف تالیف "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں انتہائی محکم انداز پر حیاتِ مسیح کی احادیث کو جمع فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ نے اپنی کتاب "شہادت القرآن" میں حیاتِ عیسی علیہ السلام پر احادیث جمع فرمائیں۔ نیز انھوں نے ان پر قادیانی اشکالات پر انتہائی پختہ علمی ردود کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفعِ سماوی" اور ان کی حیات پر مرفوع احادیثِ صحیحہ کو ترتیب دیا ہے۔

قبل اسکے ہم ان احادیث کو پیش کریں۔ مناسب ہے کہ ہم حدیث متواتر کا مفہوم بھی بیان کر دیں۔

حدیث متواتر:

وہ حدیث ہوتی ہے۔ جیسے ہر دور میں ایک ایسی جماعت، ایسی جماعت سے نقل کرے، کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہو جانا مستحیل ہو۔ لہٰذا جو امر متواتر حدیث سے ثابت ہو، اس کا قبول کرنا واجب اور اسکے خلاف کا ردّ ضروری ہوتا ہے۔ متواتر کو بلا شک وریب پورے وثوق اور یقین سے ماننا، اور اسکی حقانیت کا اعتراف اہلِ ایمان کا شعار ہے، جس کا انکار منکر کے امت کے دائرہ سے خارج ہونے کا موجب ہوتا ہے، ہر دور میں اسی پر امتِ مسلمہ کا اجماع رہا ہے۔

حیاتِ عیسی پر چند منتخب احادیث:

حیاتِ عیسی علیہ السلام پر پہلی حدیث:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" والذي نفسي بيده ليوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الحرب، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا". ثم يقول أبو هريرة ﷺ: فاقرأوا إن شئتم "﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾" {نساء: ١٥٩}- (رواه البخاري في جامعه: (١/٤٩)، ومسلم في صحيحه: (٢/٨٧)، والترمذي في سننه: (١/٤٦)، وابن ماجه في سننه: (٢/٣٨٠)، وأحمد في مسنده: (٢/٤٠٦)، والمشكاة: (٤٦٥) من حديث أبي هريرة ﷺ)-

ترجمہ:

"اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے، یقیناً یہ امر ضروری طور پر قریب ہے کہ تم میں عیسی بن مریم ایک عادل حکمران کے طور پر نازل ہوں، وہ صلیب کو توڑیں، وہ خنزیر کو قتل کریں، وہ جنگ کو ختم کر دیں، مال کا ایسا فیضان ہو کے اسے لینے والا کوئی نہ ہو، ایک سجدہ دنیا اور مافیھا سے قیمتی ہو"۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: اگر چاہو تو یہ ارشادِ باری تعالیٰ پڑھ لو، "اہلِ کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور وہ بروزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے"۔

مضمونِ حدیث پر تأمل:

ہم اس حدیث کے مضمون پر تأمل کرتے ہیں اور قادیانیت کے شبہات کے ایمانی ردود کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

اولاً: اس حدیث کا مضمون جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربِ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ پیغمبر ہے۔ "**والذي نفسي بيده**" **ترجمہ:** "اس ذات کی قسم جسکے قبضہ میں میری جان ہے"، الخ۔

غرض یہ ہے کہ اسی حدیث میں حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق جملہ امور یقیناً حق اور سچ ہیں۔ ان یقینی امور کا تحقق اور وجود میں اسی طرح آنا ضروری ہے جس طرح وہ حدیثِ نبوی اپنے الفاظ میں وارد ہوئے ہیں، جن میں کسی قسم کا استثناء نہیں ہے، نہ کسی کی کوئی تأویل کارگر ہوگی۔

ثانیاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کھانا مؤکد طور پر اترنے والے کا نام ذکر فرمانا کہ وہ عیسی بن مریم علیہما السلام ہیں، اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ابن "چراغ بی بی" مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔

ثالثاً: اترنے والے کے نزول کے مقامِ نزول اور اسکے اعمالِ جلیلہ کی تفصیل بیان کرنا کہ دین اسلام بقیہ ادیان پر غالب ہوگا، اسلام کے غلبہ، اور جملہ اہلِ کتاب کے دین میں دخول کی وجہ سے ہی حضرت مسیح علیہ السلام جہاد کو موقوف فرمادیں گے، یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ مسیح موعود خود مسیح بن مریم علیہما السلام ہے۔ ہرگز ہرگز وہ مثیل مسیح نہیں ہے۔

اور مرزا صاحب کا حضرت مسیح کے بارے میں مبشراتِ نبی خاتم کے تحقق ہوئے بغیر ہی مسیح موعود یا مثیل موعود کا دعویٰ کرنا کھلے طور پر باطل ہے۔

رہا مرزا صاحب کا خود اپنا یہ اعلان کے جس نے بھی اسے قبول نہ کیا۔ نیز اسکے بیٹے کی یہ تصریح کہ جو ان کی بیعت میں داخل نہ ہوا۔ سبھی کفار ہیں۔ اور ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں۔ یہ بھی اس امر کی کھلی دلیل ہے، کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ کیونکہ مسیح موعود انسانوں کو اسلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل کریں گے۔ انہیں اسلام سے خارج یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے والے نہیں ہیں۔

مسیح حق تو دنیا میں دین اسلام کو پھیلائیں گے، اور ان کی آمد پر یہود و نصاریٰ اسلام میں داخل ہوں گے، مگر مسیح باطل مرزا غلام احمد نے اپنی اندھی تکفیر سے اہلِ اسلام کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کا کام کیا ہے، جو اسکے ادعاء مسیحیت کے بطلان کی کھلی دلیل ہے۔

خامسًا: مسیح حق کی آمد پر دنیا میں مکمل طور پر امن قائم ہو جائے گا۔ انسانوں میں امن وامان تو کیا؟ درندوں میں بھی وحشت ختم ہو جائے گی۔ لوگوں کی اقتصادی حالت ایسی بہترین ہو گی کہ کوئی مال کو وصول کرنے والا نہ ہو گا۔

اسکے برعکس مدعیٔ مسیحیت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کے بعد تو پوری دنیا میں امن وامان میں ابتری اور اقتصادی حالات بدترین ہو گئے۔ تو دنیا کے حالات وواقعات بذاتِ خود مرزا کے ادعاءِ مسیحیت کے کذب پر شاہد ہیں۔

سادساً: حضرت ابو ہریرہؓ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اس دنیا میں

نزول کے راوی ہیں، اپنے اس موقف پر کہ حضرت عیسی علیہ السلام حیات ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مضمون کی تصدیق کے لئے اس پر اس قرآنی آیت سے تطبیق فرماتے ہیں۔

کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پڑھ لو:﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَـٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {نساء: ۱۵۹}۔ ترجمہ: "اہلِ کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور وہ بروزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے"۔ یعنی یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی کھلی دلیل ہے۔

رہا قرآن وحدیث کے مابین تطبیق کرنا تو یہ صحابۂ کرام کا حسن بیان میں ان کے کمال کا مظہر ہے۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ (مَوْته) میں "ہا" کی ضمیر کا مرجع بھی حضرت مسیح بن مریم ہی کو قرار دے رہے ہیں۔ کہ ان کی وفات سے پہلے پہلے تمام اہلِ کتاب دائرۂ ایمان میں داخل ہو جائیں گے۔ حضرت عیسی علیہ السلام وہ ہیں جو اپنی "توفی" کے وقوع کے زمانہ سے آسمان پر مرفوع ہو ہیں۔ ان کے دشمن جب ان کے خاتمہ کی تدبیر کر رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی "توفی" فرما کر ان حفاظت فرمادی۔ وہی اس حدیثِ نبوی کے مطابق ضرور بضرور نازل ہوں گے، ان کا نزول دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر ہو گا۔ رہا وہ مدعی مسیحیت جسکی ولادت اس کے ماں باپ کے گھر قادیان میں ہوئی وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔

سابعًا: اس حدیث میں جملہ حضراتِ صحابۂ کرام کے حضرت مسیح بن مریم کی

حیات پر اجماع کا بھی بیان ہے، کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے با آواز بلند اصحاب رسول کے سامنے حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور نزول کا ذکر فرمایا تو اس وقت ان میں سے کسی صحابی یا تابعی نے ان کا ردّ نہیں فرمایا۔ یہی ان کی حیاتِ مسیح پر اجماع کی دلیل ہے۔

ثامناً: اس حدیث سے اس موقف کی بھی تائید ہے، کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک **"ھا"** کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسی علیہ السلام ہیں، جسکی امام نوویؒ اور ابن حجرؒ نے اسی حدیث کی شرح میں تصریح بھی فرمائی ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"ففيه دلالة ظاهرة على مذهب أبي هريرة ﷺ في الآية أن الضمير في موته يعود على عيسى الطَّيْلاً"۔

"اس حدیث میں اس امر کی بھی دلیل ہے، کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نزدیک "ہا" ضمیر حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے"۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"وهذا مصير من أبي هريرة ﷺ إلى أن الضمير في قوله تعالى: ﴿لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ﴾ {النساء: ١٥٩}، وكذلك في قوله تعالى: ﴿قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ يعود على عيسى الطَّيْلاً، أي ليؤمنن بعيسى الطَّيْلاً قبل موت عيسى الطَّيْلاً"۔

"یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا فیصلہ ہے کہ باری تعالیٰ کے ارشاد ﴿لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ﴾، اور اسی طرح باری تعالیٰ کے قول ﴿قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ میں "ہا" ضمیر کا مرجع حضرت عیسی علیہ السلام ہی ہیں، کہ ان کی موت سے پہلے پہلے تمام اہلِ

کتاب دائرۂ ایمان میں داخل ہو جائیں گے"۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے اسی رائے کو اختیار فرمایا ہے، جسے ابن جریر نے سعید بن جبیرؒ کے طریق سے صحیح سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ نیز ابو رجاء کے طریق سے حضرت حسنؒ سے روایت کیا ہے، **وہ فرماتے ہیں:**

"حضرت عیسی علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے (یہ لوگ ایمان میں داخل ہو جائیں گے)"۔

نیز فرمایا:

"اللہ کی قسم وہ تاحال زندہ ہیں، اور جب وہ اتریں گے، تو تمام اہلِ کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے"۔

الحمد للہ کہ کس قدر صاف بیان ہے حدیثِ پیغمبر میں، پھر اس کے شراح کی زبانوں پر کہ حضرت عیسی علیہ السلام تاحال حیات ہیں۔

حدیثِ مذکور پر قادیانی اشکالات، اور اہلِ اسلام کے ایمانی جوابات:

قادیانیت کی طرف سے اس حدیث پر جو اشکالات یا اس ارشادِ نبوی پر جو شبہات وارد کئے جاتے ہیں، **مندرجہ ذیل ہیں:**

پہلا قادیانی اشکال:

اولاً: بطورِ استہزاء مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ:

کیا حضرت عیسی علیہ السلام صلیب توڑنے، اور خنزیر کا شکار کرنے کا کام اختیار کریں گے؟۔

ایمانی جواب:

ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا حدیث رسول کے بارے میں یہ تمسخر آمیز بیان ایسا ملحدانہ کا قول ہے، جو آج تک کسی بھی صاحبِ عقل وایمان کی زبان سے صادر نہیں ہوا؟

کیونکہ یہ امر واضح ہے کہ وہ اہلِ ایمان کی امارت وقیادت کے منصب پر فائز ہوں گے۔ تو مقصودِ حدیث یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان سے عقائد حقہ کی اقامت اور مسلمات دین کی حفاظت اور باطل نظریات کے ردّ کا کام لیں گے۔ وہ اہل ایمان کے امیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی سرزمین پر ذاتِ باری تعالیٰ کی توحید اور نبی خاتم ﷺ کی رسالت اور خاتم الشرائع کی تنفیذ کی خدمت سرانجام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت سے وہ غلبۂ اسلام کے لئے کوشاں ہوں گے، جس میں اس قدر کامیابی ہوگی کہ جنگ وجدال بھی موقوف ہو جائے۔ اور وہ جزیہ کو بھی ساقط کر دیں گے۔ حدیث کا مضمون بالکل واضح ہے۔

یقیناً مسیح حق اور مدعی مسیحیت مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین مقارنہ کرنے والا با آواز بلند پکار اٹھیگا کہ مسیح حق کی ہیبت تو جملہ کفار پر ہوگی، مگر استعمار کے لئے تملق (چاپلوسی) کرنا ہرگز مسیح موعود کا وصف نہیں ہو گا۔ لہٰذا ایسا کرنے والا مرزا ہو؟ یا کوئی دیگر مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ مسیح حق کی آمد کے بعد عمومی دنیا میں امن وامان ہو گا۔ خوشحالی ہو گی۔ اور قوموں کے مابین عداوت اور حروب کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیحیت کے دعویٰ کے بعد احوالِ عالم اسکے بر عکس ہو گئے۔ جو اس کے اس دعویٰ میں جھوٹے ہونے کی کافی وشافی دلیل ہے۔

مرزا غلام احمد خود بھی اس حقیقت سے واقف تھا اس لئے اس نے یہ تصریح کی۔

"اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں......... میں نے یہ دعویٰ ہر گز نہیں کیا، کہ میں مسیح بن مریم ہوں، جو شخص یہ الزام میرے پر لگا دے، وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے"۔ (ازالہ اوہام: ص:۱۹۰، روحانی خزائن: ۱۹۲)۔

دوسرا قادیانی اشکال:

قادیانیت کا حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ روایت پر یہ اشکال بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا حیاتِ عیسی علیہ السلام پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال ان کا اپنا اجتہاد اور فہم ہے، اور صحابی کا فہم حجت نہیں ہوتا؟

ایمانی جواب:

ہم کہتے ہیں کہ یہ ضابطہ علماء تفسیر کے ہاں معروف ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر میں قولِ صحابی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا حدیثِ رسول ﷺ کی تصدیق میں آیتِ قرآنی پیش کرنا، تو یہ قرآن وحدیث کے مابین تطبیق ہے۔ جس میں صحابہ کا قول دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔

۱) صحابی نے ایسا قول آنحضرت ﷺ سے سن کر کیا ہو تو اس صورت میں اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

۲) اس نے اپنے اجتہاد سے فرمایا ہو۔ اس صورتِ حال میں کلام ممکن ہے۔ رہا قرآن اور حدیث میں باہم تطبیق تو یہ عطا ربّانی ہے۔ جو ایک قیمتی علمی جوہر ہے۔ جسکی وقعت اور قدر سے وہی لوگ واقف ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے کے کلام کے عارفین، اور آنحضرت ﷺ کی حدیث شریف کے جاننے والے ہیں۔ وہ تو قرآن وحدیث کے مابین تطبیق کو علم دین میں کمال، انسانی فہم انتہائی میں ذہانت اور انسانی فکر میں اعلیٰ ارتقاء سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اصحابِ رسول ﷺ اس امر میں حریص رہتے تھے کہ قرآن وحدیث میں تطبیق کی سعی فرمائیں۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ "زاد المعاد" میں کہتے ہیں:

> **"اصحابِ رسول ﷺ اس امر میں حریص رہتے تھے کہ احادیث رسول کی تأیید قرآن کریم سے مستنبط کریں۔ جو شخص اس امر کا التزام کرے، اور اس دروازے پر دستک دے، اپنے قلب کو اس طرف متوجہ کرے، سلیم فطرت اور صاف ستھرے قلب سے اس کا اہتمام کرے۔ وہ تمام سنت کو قرآن کریم ہی کی تفصیل اسی کے مفاہیم پر دلیل، اور اللہ تعالیٰ کی مراد کا بیان سمجھے گا۔ ایسا شخص علم کے اعلیٰ رتبوں پر فائز ہو گا۔ جسے یہ مقام حاصل ہو گیا، وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے۔ اور جسے یہ مقام حاصل نہ ہو سکا، وہ اپنے ہی نفس کی مذمت، اور اپنی ہی بے کسی کو ملامت کرے"۔ (زاد المعاد: ۲/۱۷۲)۔**

یہاں تک ہم نے حیاتِ عیسی علیہ السلام پر پہلی حدیث کے بارے میں تفصیل

بیان کر دی ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر دوسری حدیث:

امام ابو داؤدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ذکر کی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"ليس بيني وبينه يعني عيسى عليه السلام نبي، وإنه نازل، فإذا رأيتموه، فأعرفوه رجل مربوع إلى الحمرة والبياض بين ممصرتين، كأن رأسه يقطر، وإن لم يصبه بلل، فيقاتل الناس على الإسلام، فيدق الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويهلك الله في زمانه الملل كلها إلاّ الإسلام، ويهلك المسيح الدجّال، فيمكث في الأرض أربعين سنة، ثم يتوفى، فيصلى عليه المسلمون"۔ (أبو داؤود: ٢/٢٣٨).

ترجمہ: "میرے اور اسکے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) مابین کوئی نبی نہیں۔ اور یقیناًوہ نازل ہونے والے ہیں۔ سو جب تم انہیں دیکھو، تو جان لو کہ وہ معتدل قامت، سفید و سرخ دو زرد چادروں میں ملبوس ہوں۔ گویا کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے ہوں۔ اگرچہ اس میں تری نہ ہو۔ وہ لوگوں سے اسلام پر قتال کریں گے۔ صلیب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیہ کو ساقط کر دیں گے۔ ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ اسلام کے علاوہ دیگر تمام ملتوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ وہ چالیس سال تک زمین پر رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے۔ اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ ادا کریں گے"۔

اس حدیث میں اس امر کی تصریح ہے کہ مسیح موعود وہی نبی اللہ ہیں، جن کے بعد نبی خاتم ﷺ کی بعثت ہوئی ہے۔ وہ ہرگز نہیں جو نبیِ خاتم ﷺ کے بعد میں

مدعی نبوت ہوا۔ حضرت مسیح علیہ السلام تاحال حیات ہیں، وہ آسمان پہ ہیں۔ وہیں سے اتریں گے۔ وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتا، جو اپنے والدین کے ہاں قادیان میں پیدا ہوا۔ پھر اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور منارۃ المسیح اسکی وفات کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچا۔ مذکورہ حدیث میں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ مسیح موعود کی وفات ان کے آسمان سے اترنے کے بعد ہو گی۔ اور ان کی نمازِ جنازہ امتِ محمدیہ کے اہلِ ایمان حضرات ادا کریں گے۔ یہ حدیث ایک طرف حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی دلیل ہے، تو دوسری جانب مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوئ میسیحیت کی بھی کھلی تکذیب کر رہی ہے۔

حیاتِ عیسی علیہ السلام پر تیسری حدیث:

امام احمدؒ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی یہ روایت نقل کی ہے، کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ينزل عيسى بن مريم إلى الأرض، فيتزوج، ويولد له، ويمكث خمساً وأربعين سنة، ثم يموت، فيدفن معي في قبري، فأقوم أنا وعيسى بن مريم في قبر واحد بين أبي بكر وعمر"۔ (مشكاة: باب نزول عيسى بن مريم عليه السلام:٤٧٢).

ترجمہ: "حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام زمین پر اتریں گے۔ وہ شادی کریں گے۔ ان کی اولاد ہو گی۔ وہ دنیا میں پنتالیس سال رہیں گے۔ پھر ان کی وفات ہو گی۔ اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ سو میں اور عیسی بن مریم ایک ہی قبر سے اٹھیں گے۔ جو ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ہو گی"۔

مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی وقیع رائے:

مولانا ابراہیم سیالکوٹی اپنی کتاب شہادت القرآن (ص:۲۲۰) میں لکھتے ہیں:

"کہ اس حدیث میں ایک نہایت لطیف نکتہ بھی ہے۔ جس سے بلا ریب ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ وہ یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما(فيُدفَن معي) یعنی حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام فوت ہونے کے بعد میرے پاس (میرے پہلو میں) دفن کئے جائینگے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات آنحضرت ﷺ کی وفات سے متاخر ہو گی۔ کیونکہ مقام لحوق پر ملحق یالاحق ملحق بہ سے متاخر ہوتا ہے۔ یعنی پیچھے ملنے والا پہلے سے مؤخر ہوتا ہے۔ پس جب زمانۂ نبی کریم ﷺ تک حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات واقع نہیں ہوئی۔ اور آپؐ کے بعد بھی ابھی تک نہیں ہوئی، تو اب ہم اس حدیث کے برخلاف کس کے کہنے سے مان لیں۔ کہ وہ حضرت عیسی ابن مریم مسیح حق علی نبیناوعلیہ السلام آنحضرت ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے ہیں"۔

چوتھی حدیث:

امام بیہقیؒ نے کتاب "الأسماء والصفات" میں حضرت ابو ہریرۃؓ کی یہ روایت نقل فرمائی ہے:

"كيف أنتم إذا نزل ابن مريم من السماء فيكم وإمامكم منكم"۔

ترجمہ: "تم اس وقت کیسے ہونگے، جب ابن مریم تمہارے درمیان آسمان

سے نازل ہوں گے۔ اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہو گا"۔

یہ امام مہدیؑ ہیں، جنکی اقتدا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول آسمان کے بعد نماز ادا کریں گے۔ اسی معنی میں بخاری، مسلم، مسند احمد، اور سنن ابن ماجہ میں بھی روایات موجود ہیں۔ جن میں لفظِ "**نزل**"۔ "وہ اتریں گے" موجود ہیں۔ اور "**نزول**" جو "**رفع**" کی ضد ہے، تبھی ہو گا، جب اس سے پہلے ان کا "**رفع**" ہو چکا ہو۔

قادیانیت سے ہمارا سوال؟

اولاً: ہم قادیانیت سے پوچھتے ہیں، کہ اگر "رفع" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجات اور روحانی بلندی ہے؟ تو کیا "العیاذ باللہ" ان کے نزول سے مراد ان کے درجات کی پستی ہو گا؟ ہر گز نہیں! لہٰذا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "رفعِ سماوی" روح و جسم سمیت ہوا، اسی طرح ان کا نزول بھی روح و جسم سمیت ہو گا۔

ثانیاً: دوسرا ہمارا قادیانیت سے یہ سوال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کو قادیانیت کس طرح مرزا غلام احمد اور اسکی ولادت پر حمل کرتے ہیں؟

پانچویں حدیث:

امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت نواس بن سمعانؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"فيبعث الله المسيح بن مريم، فينزل عند المنارة البيضاء الشرقي دمشق بين مهروذتين واضعاً يديه على أجنحة ملكين"۔

ترجمہ: "حضرت مسیح بن مریم کو اللہ تعالیٰ بھیجیں گے، جو دمشق کے مشرق میں سفید منارہ پر فرشتوں کے پروں پر دونوں ہاتھ رکھے ہوئے، دو زرد چادریں پہنیں اتریں گے"۔

اس حدیث نے مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کو کھلے طور باطل قرار دے دیا ہے۔ وہ تو مولود (پیدا ہوا) ہے۔ نازل (اترنے والا) نہیں ہے۔ نہ وہ ایسا ہے کہ کہ پہلے آیا ہو، پھر اس کا آسمان کی طرف "رفع" ہوا ہو۔ نہ ہی وہ حضرت مسیح کے مولد (جائے ولادت) میں پیدا ہوا۔ وہ تو ہندوستان کے ایک قصبہ قادیان میں پیدا ہوا، نہ ہی اسکے مولد قادیان کا مسیح موعود کے نازل ہونے کے شہر دمشق سے کوئی تعلق ہے۔ ان واقعاتی حقائق کے جاننے کے بعد ابنائے ملت قادیانیت کو بھی یقین کر لینا چاہئے کہ قادیانیت کا مؤسس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود نہیں ہے۔ لہٰذا حق وصواب کو قبول کر لینا ہی راہِ ہدایت ہے۔ حق تعالیٰ سب کو اسکی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

درود و سلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(گیارھواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"اجماع اہل اسلام
بر
حیاتِ عیسی علیہ السلام"

گیارھویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) امتِ مسلمہ کا قرآن و سنت کے ادلّہ کی روشنی میں حیاتِ عیسی علیہ السلام پر اجماع۔

۲) حیاتِ عیسی علیہ السلام میں وارد نصوص تواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہیں۔

۳) امت مسلمہ کے اہلِ علم کی تصریحات۔

۴) حیاتِ عیسی علیہ السلام پر اجماعِ امت کے بر خلاف قادیانی طرزِ استدلال۔

۵) مسیح حق حضرت عیسی علیہ السلام اور مدعیٔ مسیحیت مرزا غلام احمد بن چراغ بی بی کے مابین مقارنہ۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

قال الله عزّ وجلّ: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {النساء: ۱۵۹}.

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

ترجمہ: "اہلِ کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے"۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:"**الدين النصيحة**"، "دین خیر خواہی کا نام ہے"۔

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**گیارھواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے:"**اجماع اہل اسلام بر حیاتِ عیسی علیہ السلام**"۔

اہم تمہید:

اس محاضرہ سے قبل الحمد للہ، کہ **اولاً:** ہم نے "شہاداتِ قرآن بر حیاتِ عیسی علیہ السلام"۔

ثانیاً: "شہادات احادیث خیر الأنام بر حیاتِ عیسی علیہ السلام" پر دو محاضرے پیش کیے ہیں۔

ثالثاً: اب ہم اس محاضرہ میں "**شہاداتِ اہل اسلام بر حیاتِ عیسی علیہ السلام**" پیش کر رہے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ اس امت کی شہادت ہیں جسے حق تعالیٰ شانہ نے ان عنوانات سے نوازا ہے۔

اولاً: یہ خیرِ امت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ **كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ** ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]۔ **ترجمہ:** "تم بہترین امت ہو"۔

ثانیاً: خالق نے اس امت کو "وسطِ امت" فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ **وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَـٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ** ﴾ [بقرۃ: ۱۴۳]۔ **ترجمہ:** "اسی طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا ہے"۔

ثالثاً: خالق نے اسے شہداء بنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ **لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ** ﴾ [بقرۃ: ۱۴۳]۔ **ترجمہ:** "تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو"۔

رابعًا: امتِ مسلمہ ایسی امت ہے۔ جس کا گمراہی پر اجماع ناممکن ہے۔ نبی خاتم ﷺ کا ارشاد ہے: {لا تجتمع أمتي على ضلالة}۔ **ترجمہ:** "میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہ ہوگی"۔

اجماع کی شرط یہ ہے کہ اجماعی امر میں مرجعیت کتاب وسنت کو ہو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "حجۃ اللہ البالغ" ص: ۱۵۰/ ۲ میں فرماتے ہیں:

"فإنهم اتفقوا على القول بالإجماع الذي مستنده الكتاب أو السنة أو الاستنباط من أحدهما".

"امت کے اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اجماع کا مستند کتاب اللہ ہو، یا

سنت رسول اللہ ہو، یا ان میں سے کسی سے استنباط پر ہو"۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ:

اس امت مسلمہ کے اولین عہد میں امت کے سر خیل حضرات اصحابِ رسول کا حیات عیسی علیہ السلام پر اجماع ہوا۔ ان کے بعد ائمہ اسلام کا، پھر ہر دور میں علماء کرام کا حضرت عیسی کی حیات، ان کے "رفعِ سماوی" اور آسمان سے دوبارہ نزول پر اجماع رہا ہے۔ ان میں سے کسی سے اسکا انکار ثابت نہیں ہے۔ کہ جسکا قول امت میں قابل اعتبار ہو، اہل اسلام ہر دور میں بالاجماع حضرت عیسی علیہ السلام کی اس دنیا میں دوبارہ آمد کے قائل رہے ہیں۔ کسی نے "مثیل عیسی" کی آمد کا نقطۂ نظر پیش نہیں کیا ہے۔

بر صغیر کے ایک شخص صرف مرزا غلام احمد قادیانی نے جو آسمان سے نازل تو نہیں ہوا بلکہ اپنے والدین کے گھر قادیان میں پیدا ہوا۔ فقط اس نے مثیل مسیح ہونے دعویٰ کیا ہے۔ اس شخص نے اپنے آپ کو شروع میں نہ تو مسیح موعود کہا، اور نہ ہی عیسی بن مریم کہا۔ بلکہ شدت سے اسکا انکار کرتا رہا۔ پھر وہ اس باب میں بھی ادعاء نبوت کی طرح تدریج کی سیڑھی کو اختیار کرتے ہوئے خود ہی مثیلِ مسیح، مسیح موعود اور عیسی بن مریم بن بیٹھا۔ آغاز میں خود اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا عقیدہ اپنی کتاب "براہینِ احمدیہ" میں لکھا، اور اسے قرآن وسنت سے مؤیّد عقیدہ کے طور پر کر ذکر کیا۔ پھر قرآن وسنت کے بر خلاف اپنے الہامات کی بنیاد پر اس عقیدہ کو بدل ڈالا۔

مرزا کا یہ امتِ مسلمہ کے عقیدہ سے ہٹ کر اپنے سابقہ عقیدہ کے خلاف متبدّل عقیدہ ایک طرف قرآن وسنت کی واضح نصوص کے متعارض ہے، تو دوسری طرف نقل متواتر اور اجماع امت کے بھی متصادم اور سراسر خلاف ہے۔ پھر ظلم یہ کہ مرزا غلام احمد نے نہ صرف اس جدید عقیدہ کو پیش کرنے پر اکتفاء کیا، بلکہ مسلم امت کے حیاتِ عیسی علیہ السلام کے اجماعی عقیدہ پر کئی شبہات اور اعتراضات وارد کئے، اور یوں امت کے عوام کو مغالطات میں مبتلا کرنے کی سعی کی، اور ان کے گرد شبہات قائم کرنے میں علمی ضوابط کی یکسر رعایت نہ رکھی۔

اب ہم اسی اہم مسئلہ پر اجماعِ امت کا ذکر کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ﴾ [آل عمران ۵۵]۔ "اے عیسی میں تمہیں پورے طور پر قبضہ میں لینے والا ہوں"۔

اسکی تفسیر میں صاحب "تفسیر وجیز" میں یوں رقمطراز ہیں۔

"وإجماع الأمة على أنه حي في السماء، ينزل، ويقتل الدجّال، ويؤيد الدين".

"اس امر پر امت کا اجماع ہے کہ یقیناً وہ (عیسی علیہ السلام) آسمان میں زندہ ہیں، وہ اتریں گے، دجال کو قتل کریں گے، اور دین کی نصرت کریں گے"۔

حیات عیسی علیہ السلام میں وارد احادیث:

حضرت عیسی علیہ السلام کے باب میں ذخیرۂ حدیث میں وارد مرفوع احادیث تواترِ معنوی تک پہنچ چکی ہیں۔ ان احادیث میں سے بعض تو بالخصوص حضرت عیسی

علیہ السلام ہی سے متعلق ہیں۔ جبکہ دیگر بعض حضرت مہدیٔ منتظر سے متعلق ہیں۔ مگر ان میں بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے۔ اسی طرح اس باب میں آثارِ صحابہ کرام بھی وارد ہیں، جو مرفوع حدیث ہی کا حکم رکھتے ہیں۔

علماء اسلام اور تواتر کی تصریح:

علماء اسلام نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ نزول عیسی علیہ السلام کی احادیث تواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقوال ملاحظہ ہوں۔

"نبراس" ص: ۳۵۱ پر ہے:

"والأحاديث في ذلك كثيرة متواترة المعنى".

"اس بارے میں احادیث بہت ہیں اور متواتر المعنی ہیں"۔

نیز صفحہ: ۴۸۰ پر ہے۔

"إن حياة عيسى ثابت بالأحاديث المتواترة".

"حیاتِ عیسی علیہ السلام متواترِ احادیث سے ثابت ہے"۔

"ابن کثیر" اپنی تفسیر کے صفحہ: ۱۳۲/۴ پر رقمطراز ہیں۔

"وقد تواتر الأحاديث عن رسول الله ﷺ، إنه أخبر بنـزول عيسى قبل يوم القيامة إماماً عادلاً وحكماً مقسطاً".

"حیاتِ عیسی علیہ السلام میں جناب رسول اللہ سے تواتر سے احادیث وارد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلام نے خبر دی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام قیامت سے قبل امام عادل اور منصف حاکم کے طور پر نازل ہوں گے"۔

سید نواب صدیق حسن خانؒ "حجج الکرامہ" ص:۲۳۴ میں تحریر فرماتے ہیں:

"فهذه تسعة وعشرون حديثاً تنضم إليها أحاديث أخر، ذكر فيها نزول عيسى ﷺ، منها ما هو مذكور في أحاديث الدجال، ومنها ما هو مذكور في أحاديث المنتظر، وتنضم إلى ذلك أيضًا الآثار الواردة عن الصحابة، فلها حكم الرفع إذ لا مجال للاجتهاد في ذلك، وجميع ما سقناه بالغٌ حد التواتر، كما لا يخفى على من له فضل اطّلاع".

فتقرر بجميع ما سقناه في هذا أن الأحاديث الواردة في المهدي المنتظر متواترة، والأحاديث الواردة في الدجال متواترة، والأحاديث الواردة في نزول عيسى متواترة، وفي هذا المقدار كفاية لمن له هداية".

"یہ انیس احادیث ہیں، جنکے ساتھ دیگر وہ احادیث بھی مل جاتی ہے، جن میں حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو حضرت مہدی منتظر والی احادیث ہیں۔ نیز اسی باب میں اصحابِ رسول کے آثار بھی ان کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ جو حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ اس مسئلہ میں اجتہاد کی گنجائش تو ہے ہی نہیں۔ (یاد رہے کہ قولِ صحابی جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو، مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے) جن احادیث وآثار کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، اہلِ علم وفضل کے ہاں حدّ تواتر کو پہنچ رہی ہیں"۔

مذکورہ بیان سے یہ معلوم ہو گیا کہ: مہدی منتظر کی احادیث متواتر ہیں۔ دجال کے بارے میں وارد احادیث متواتر ہیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کی احادیث متواتر ہیں۔ جسے ہدایت ملنی ہو اسکے لئے یہی بیان کافی ہے"۔

مذکورہ مسئلہ پر اجماع کے ناقلین:

امام ابن حجر عسقلانیؒ "التلخیص الحبیر" ص:۲۱۴/۳ میں لکھتے ہیں۔

"وإما رفع عيسى عليه السلام، فاتفق أصحاب الأخبار والتفسير على أنه رفع ببدنه حيا".

"رہا حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع تو محد ثین و مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ وہ زندہ جسم سمیت اٹھائے گئے"۔

"تفسیر المحیط" ص:۲/۴۷۲ میں ہے:

"واجتمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر على أن عيسى عليه السلام في السماء حي، وأنه ينزل في آخر الزمان".

"اور اس امر پر امت کا اجماع ہے جس کے بارے میں متواتر احادیث وارد ہیں۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، اور وہ آخری زمانہ میں اتریں گے"۔

"شرح عقیدۂ سفارینیہ" ص:۲/۹۰ میں مصنفؒ حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر اجماعِ امت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"أما الإجماع فقد أجمعت الأمة على نزوله، ولم يخالف فيه أحد من أهل الشريعة، وإنما أنكر ذلك الفلاسفة والملاحدة مما لا يعتد بخلافهم، وقد انعقد إجماع الأمة على أنه ينزل، ويحكم بهذه الشريعة المحمدية، وليس ينزل بشريعة مستقلة عند نزوله من السماء، وإن كانت النبوة قائمة به، وهو متصف بها".

"رہا حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر اجماع تو امتِ مسلمہ کا ان کے آسمان سے اترنے پر اجماع ہے۔ اصحاب شریعت میں سے کسی کا اسمیں

اختلاف نہیں ہے۔ فلاسفہ اور ملحدین نے اسکا انکار کیا ہے، جنکے اختلاف کی کوئی قدر وقیمت نہیں۔ امت کا اجماع ہے کہ وہ اتریں گے۔ وہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، آسمان سے اترنے پر کوئی نئی شریعت نہ لائیں گے، گرچہ ان کی نبوت ان کے ساتھ قائم ہو گی اور وہ اس سے موصوف رہیں گے"۔

ہم کہتے ہیں:

حیاتِ عیسی علیہ السلام میں فلاسفہ، ملحدین اور علومِ شرعیہ سے عاری لغتِ عربی کے کم علم ادباء کے اس اجماعی مسئلہ میں اختلاف کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، جو مسئلہ کتاب وسنت سے ثابت ہو، اور اس پر سلف اور علماء خلف کا اجماع ہو۔ اسمیں شواذ کی رائے کا کیا اعتبار ہو گا، نہ شرعًا نہ عقلاً۔

"بحر محیط" ص:۲/۴۷۲ میں ہے:

"حياة المسيح ﷺ بجسمه إلى اليوم، ونزوله من السماء بجسمه العنصري مما أجمع عليه الأمة، وتواتر به الأحاديث".

"حضرت مسیح علیہ السلام کی جسم سمیت آج تک حیات، اور ان کا جسد عنصری سے آسمان سے نزول ان امور میں سے ہیں جس پر امت کا اجماع ہو چکاہے۔ اور اس پر احادیث تواتر سے وارد ہیں"۔

نیز ہم کہتے ہیں:

کہ اہلِ شریعت کا حیاتِ عیسی علیہ السلام پر نصِ قرآنی ﴿يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ﴾ [آل عمران ۵۵] سے اجماع اور متواتر نقل سے ثبوت، یہ سید المرسلین اور خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر امت کے ہاں بلا شک وریب ثابت شدہ حقائق میں سے ہے۔ اور امت کے جن لوگوں سے قادیانیت اس میں انحراف وانکار کو نقل کرتی ہے۔ مسلماتِ دین کے بارے میں ان کے قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

"تفسیر جامع البیان" میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ [آل عمران ۵۵] کی تفسیر میں یوں وارد ہے:

"والإجماع أنه حي في السماء ينزل، ويقتل الدجال، ويؤيد الدين".

"اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں، وہ اتریں گے، اور دجّال کا قتل کریں گے۔ اور دین کی نصرت فرمائیں گے"۔

"فتوحاتِ مکیہ" میں ص:۲/۷۳ ہے:

"لا خلاف في أنه ينزل في آخر الزمان حكماً مقسطاً عدلاً بشرعنا".

"اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخری زمانہ میں عادل اور منصف حاکم کے طور پر ہماری شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے"۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر اجماعِ امت پر خود مرزا قادیانی کی تصریحات:

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر امتِ مسلمہ کے اجماع پر مرزا غلام احمد قادیانی کی مندرجہ ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی "ازالہ اوہام" کے صفحہ: ۵۵۷ مندرج در "روحانی خزائن" ص:۳/۵۰۷ پر لکھتے ہیں:

"بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس بات پر تمام خلف وسلف کا اجماع معلوم ہوتا ہے،

کہ مسیح اس عالم کو چھوڑ کر دوسرے عالم کے لوگوں میں جاملا ہے۔ اور بلا کم وبیش انہیں کی زندگی کے موافق اس کی زندگی ہے"۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مذکورہ قول سے ثابت ہوا کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے جسدِ عنصری کے ساتھ ان کے "رفع" اور نزول کا کتاب وسنت کی روشنی میں قائل تھا۔ نیز وہ اس پر اجماعِ امت کا بھی معترف تھا۔ پھر اس نے اس عقیدہ کو اپنے الہامات کی وجہ سے قرآن وسنت کے بخلاف ترک کر دیا، **جو مندرجہ ذیل ہیں:**

۱) مرزا غلام احمد قادیانی "اتمامِ حجۃ" مندرج در "روحانی خزائن" کے صفحہ: ۸/۲۷۵ میں عربی میں یوں لکھتا ہے:

"وكان من منائح تعليمه وعطايا تفهيمه أن المسيح عيسى بن مريم قد مات بموته الطبعي، وتُوُفِّي كإخوانه من المرسلين".

"اسکی تعلیم کے انعامات اور اسکی تفہیم کے عطیات میں سے یہ ہے کہ مسیح عیسی بن مریم کو طبعی موت آچکی، اور وہ اپنے برادران دیگر رسولوں کی طرح وفات پاچکا ہے"۔

۲) نیز وہ "حمامۃ البشری" مندرج در "روحانی خزائن" ص: ۷/۱۹۱ میں عربی میں لکھتا ہے.

"والله ما قلت قولاً في وفاة المسيح، وعدم نزوله، وقيامي مقامه إلاّ بعد الإلهام المتواتر المتتابع النازل كالوابل، وبعد مكاشفات صريحة بينة منيرة".

"اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے وفاتِ مسیح، اسکے نازل ہونے اور اپنے ان کے قائم مقام ہونے کا قول پے درپے اور متواتر الہام کے بعد ہی کہا، جو موسلا دھار بارش کی طرح تھا، اور ان کے کھلے واضح مکاشفات کے بعد کہا،

جو صبح کی سفیدی کے مانند تھے"۔

۳) اور وہ "اعجازِ احمدی" ص:۶ مندرج در "روحانی خزائن" ص:۱۱۳/۱۹ میں یوں رقمطراز ہے:

> **"جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی، اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے، اور وہ فوت ہو گیا ہے، تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے"۔**

حالانکہ اسکے برعکس مرزا غلام احمد "ازالہ اوہام" کے ص: ۵۵۷ مندرج در "روحانی خزائن" ص: ۴۰۰ پر لکھ چکا تھا:

> **"یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے، اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدّق ہے"۔**

ہم کہتے ہیں:

جب احادیثِ نبویہ اس امر میں حدّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، کہ نزولِ مسیح سے مراد ان حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام ہی کا آسمان سے اترنا ہے، جنکی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جنکی اُن کے دشمنوں کے ہاتھوں قتل اور صلب سے حفاظت فرمائی۔ اور ان کا آسمان پر "رفع" فرمایا۔ تو اس سے مراد ہر گز ہر گز مرزا غلام احمد بن "چراغ بی بی" و "مرزا غلام مرتضیٰ" نہیں ہو سکتا۔

خود مرزا صاحب بھی "آئینہ کمالات اسلام" کے ص:۴۰۹ پر عربی میں یوں لکھتے ہیں:

"يا حسرة عليهم ألا يعلمون أن المسيح ينزل من السماء بجميع علومه، ولا يأخذ شيئاً من الأرض ما لهم لا يشعرون".

"ان لوگوں پر افسوس ہے، کیا یہ نہیں جانتے کہ مسیح آسمان سے اپنے تمام علوم سمیت نازل ہوگا۔ اور وہ زمین سے کچھ بھی نہیں لیگا۔ انہیں کیا ہوا کہ وہ شعور نہیں رکھتے"؟۔

نیز مرزا صاحب "ازالہ اوہام" کے ص:۲۰۰ مندرج در "روحانی خزائن" ۱۹۷۔۱۹۸/۳میں یوں رقمطراز ہے:

"ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں، کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیاہے"۔

مرزا کی اس تصریح میں کہ وہ ایسا مسیح موعود نہیں جو حکومت اور بادشاہت کے ساتھ آیاہو۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیاہو۔

اور اسکی دیگر تصریحات میں مندرجہ ذیل امور کا کھلا اعتراف ہے:

اولاً: حضرت مسیح کی حیات کے بارے میں امتِ مسلمہ کے اجماع کا اعتراف۔

ثانیاً: حضرت مسیح بن مریم کے تاحال آسمان پر زندہ ہونے کا اعتراف۔

ثالثاً: ان کے آسمان پر "رفع" کا اعتراف۔

رابعاً: ان کے آسمان سے نزول کا اعتراف۔

خامسًا: اس امر کا کھلا اعتراف واظہار ہے کہ نازل ہونے والا مسیح حضرت عیسی بن مریم ہیں۔ قادیان میں پیدا ہونے والا مرزا غلام احمد قادیانی نہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ کی رائے:

ہمارے استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ "کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ" کے صفحہ: ۲۵۶ پر یوں رقمطراز ہیں:

> **"بعض اہلِ علم نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم ﷺ کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا، اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ﴾ [آل عمران: ۸۱]۔ اور بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسی علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا، تاکہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں، اور رسول اللہ ﷺ کی امت کی مدد فرمائیں"۔**

حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کی رائے:

حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ نے اپنی تالیف **"شہادۃ القرآن"** کے صفحہ: ۶۰-۶۱ / ۲ پر آسمان سے اترنے والے مسیح موعود اور مرزا غلام احمد قادیانی مدّعی مسیحیت کے مابین بہت خوبصورت انداز میں مقارنہ پیش کیا ہے۔ جس سے ہر خاص وعام بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز ہرگز مسیح موعود نہیں، وہ اپنے دعویٰ میں سراسر جھوٹا ہے۔

رقم	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکتیں	رقم	مرزا صاحب کی شامتیں
۱	دشمنی۔ حسد اور بغض کا دُور ہو جانا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے: **"ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد"** (صحيح مسلم والمشكاة باب نزول عيسى ؑ)۔	۱	ہندوستان کے عام باشندوں، خصوصًا مسلمانوں میں دشمنی۔ حسد اور بغض کی آگ لگ جانی۔ اور ایسی عداوت کا پیدا ہو جانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع رحم کے نتائج نکل رہے ہیں۔
۲	مال کا کثرت سے ہو جانا۔ حتی کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں گے۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔ **"ويفيض المال حتى لا يقبله أحد"**۔(مشکوٰۃ: باب نزول عیسیٰ)۔	۲	مسلمانوں کا سخت محتاجی اور فقر کی حالت میں ہونا۔ اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہو جانا کہ اُسے دروازہ بند کرنا پڑے۔ اور بعض کا افلاس کے مارے بے دینی کی طرف مائل ہو جانا۔
۳	دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دُنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہو جانا۔(صحیح مسلم)۔ **"حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا"**۔ (مشکوٰۃ: باب نزول عیسیٰ)۔	۳	لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا۔ حتیٰ کہ حلال و حرام میں تمیز نہ رہنا، رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا، اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا عاقبت کو بھلا دینا اور دنیوی فائدوں کو پیشِ نظر رکھنا۔

۴	کثرت سے بارش کا ہونا، اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا، اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں اُن کا رُک جانا۔ (مشکوٰۃ: باب نزول عیسیٰ)۔	۴	خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی خصوصًا گھی دودھ کا کم ہو جانا۔ اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں۔ دنیا میں عام طور پر بدامنی اور بے آرامی کا ہونا۔

مسیح موعود بر حق حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام اور جھوٹے مدعی میسیحیت مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین مقارنہ سے ہماری غرض اس حقیقت کو آشکارا کرنا ہے کہ بر حق مسیح موعود کے زمانے میں ہونے والی برکات کی خبر حضرت نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ مرزا کے ادعاء میسیحیت کے بعد ان برکات کا نہ ہونا اس کے ادعاء میسیحیت کے بطلان کا شاہد موجود ہے۔ جسکا مشاہدہ ہر مسلم اور غیر مسلم کرتا ہے۔ پھر حیاتِ عیسی علیہ السلام پر مستقل قرآن وسنت کی نصوص اور امتِ مسلمہ کا اجماع اپنی جگہ حیاتِ عیسی علیہ السلام پر، اور مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب پر حجّتِ قاطعہ ہیں۔

حیاتِ عیسی علیہ السلام کے انکار کی شرعی حیثیت:

جو امر قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ادلہ سے ثابت ہو وہ ضروریاتِ دین میں سے ہوتا ہے۔ حیاتِ عیسی علیہ السلام کا مسئلہ قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ جسے تسلیم کرنا جملہ اہلِ ایمان کا شرعی واجب ہے۔ جس کا انکار منکر کے لئے امتِ مسلمہ سے خروج کا مُوجب ہے۔

"ابنِ حزم اندلسی" کتاب "الفصل" ص:۲۵۶/۴ پر لکھتے ہیں:

"امت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر کا انکار کر دے جو امت مسلمہ کے ہاں بالاجماع ثابت شدہ ہے، وہ کافر ہو گیا"۔

دیگر علماء اسلام کی بھی ایسی تصریحات موجود ہیں۔

ہماری مخلصانہ دعوت:

ہم ابنائے ملت قادیانیت کو اپنی یہ مخلصانہ دعوت پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر وہ اس حیاتِ عیسی علیہ السلام کے باب میں قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی شہادات کو تسلیم کر لیں۔ اور اپنے جماعتی تعصب کو ترک کر دیں۔ اور حق کو بسر و چشم قبول کر لیں۔ ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ انہیں حق کی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

درود وسلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(بارھواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"مرزا قادیانی کا اپنے خود ساختہ اشکالات ومغالطات کے ذریعہ قرآنی آیات سے وفاتِ مسیح علیہ السلام پر استدلال کرنا اور اسکے مکر ودجل کی حقیقت"

بارہویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) حیاتِ مسیحؑ کی ادلّہ اور قادیانی مغالطات وشبہات۔

۲) انکارِ حیاتِ مسیحؑ اور قادیانیت کا اجماع سے انحراف اور طریقِ مؤمنین سے خروج۔

۳) ادعاء مرزا قادیانی کے، مسیحؑ ابن مریم کے نزول کی حقیقت کو اس سے قبل کوئی نہ سمجھا۔

۴) احادیث نزول مسیحؑ پر مرزائی طعن وجرح، اور متناقض رویّہ۔

۵) مرزا قادیانی کا تیس قرآنی آیات کو وفاتِ مسیحؑ پر استدلال کی خاطر ترتیب دینا۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

قال الله عزّ وجلّ: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ﴾ {النساء: ١٥٩}.

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

آیتِ قرآنی کا ترجمہ: "اہلِ کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیگا۔ اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے"۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:"الدين النصيحة": **"دین خیر خواہی کا نام ہے"۔**

"دین بھلائی ہے" اس سلسلہ کا یہ **"بارھواں محاضرہ"** ہے، جس کا عنوان ہے: **"مرزا قادیانی کا اپنے مغالطات کے ذریعہ قرآنی آیات سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال کرنا، اور اسکے مکروجل کی حقیقت"۔**

حیاتِ مسیح کے دلائل پر قادیانی مغالطات:

قادیانیت کا اسلوب یہ ہے کہ وہ اسلامی مسلمات کی حقیقی صورت کو مسخ کرنے

کی خاطر ان کے ادلہ کے گرد مغالطات وشبہات قائم کرکے ان کی خود ساختہ صورت وضع کرتی ہے، پھر وہ انکی مسخ شدہ صورت کو عوام کے سامنے پیش کرتی ہے، اور یوں اسلام کی اسلام ہی کے نام سے بیخ کنی کی ناکام سعی کرتی ہے، امتِ مسلمہ کے مسلمات میں سے "حیاتِ عیسی علیہ السلام" بھی ہے، اس کے بارے میں ہم اس سے قبل اپنے "نویں محاضرہ" میں دس آیاتِ قرآنیہ کو پیش کر چکے ہیں، نیز ان آیات سے اہلِ اسلام کے وجوہِ استدلال کی بھی وضاحت کر چکے ہیں، اسیطرح ہم نے دسویں محاضرہ میں "احادیث خیر الانام (صلی اللہ علیہ وسلم) بر حیاتِ عیسی علیہ السلام" کو پیش کیا، کہ وہ احادیث تواتر معنوی کی حد تک پہنچ چکی ہیں، جسکے بعد ہم نے "اجماع اہلِ اسلام بر حیاتِ عیسی علیہ السلام" پر ایک مستقل محاضرہ پیش کیا ہے، قادیانیت کا اس باب میں عمل کیا رہا ہے؟ ہم اپنے اس محاضرہ میں ان اسالیب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں.

مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے کیا کچھ کیا، تأمل کیجئے:

اولاً: اس نے قرآن حکیم کی تیس آیات کو ترتیب دیا، تاکہ وہ حیاتِ عیسی علیہ السلام پر دال آیات سے اہلِ اسلام کی ادلہ کو توڑنے کی ناکام سعی کرے.

ثانیاً: مرزا غلام احمد قادیانی نے آیاتِ قرآنی کی تاویلات میں الحاد فی آیات اللہ کا ارتکاب کیا ہے، اور ان میں خلاف لغت وخلافِ نقل باطل تاویلات کیں، اور یوں ان قرآنی آیات سے امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کا ردّ کرنے کی سعی کی، اسی طرح وہ خود امت مسلمہ کے اجماع سے خارج ہو گئے.

حالانکہ وہ "انجامِ آتھم" مندرج در "روحانی خزائن" کی ص/۱۴۳-۱۴۴/۱۱ میں اپنا یہ بیان بزبانِ عربی اس کا ریکارڈ کر چکا ہے.

"اشهدوا إنّا نتمسك كتاب الله القرآن، ونتبع أقوال رسول الله منبع الحق والعرفان، ونقبل ما عقد عليه الإجماع بذلك الزمان، لا نزيد عليها، ولا ننقص منها، وعليها نحيا، وعليها نموت، ومن زاد على هذه الشريعة مثقال ذرة، أو نقص منها، أو كفر بعقيدة إجماعية، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين".

اردو ترجمہ:

"گواہ رہیں کہ ہم اللہ تعالی کی کتاب کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، اور رسول اللہ کے اقوال کی جو منبع حق و عرفان ہیں کی اتباع کرتے ہیں، اور اس زمانے میں جن امور پر اجماع ہو چکا ہے قبول کرتے ہیں، نہ اس پر زیادتی، نہ اسمیں کمی کرتے ہیں، اسی پر ہم زندہ رہیں گے، اور اسی پر مریں گے، اور جو کوئی اس شریعت پر رائی کے برابر زیادتی، یا کمی کرے گا، یا اس اجماعی عقیدہ کا انکار کرے، اس پر اللہ تعالی کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے".

لہذا ہم کہتے ہیں: کہ مرزا صاحب نے حیاتِ مسیح کے بارے میں مذکور رویّہ اختیار کرتے ہوئے حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کا انکار کر کے اپنے اوپر وہ واجب کر لیا، جسے وہ اجماع سے خارج ہونے والوں کے لئے مقرر کر چکے ہیں، اور وہ اللہ تعالی، فرشتوں اور جملہ انسانوں کی لعنت ہے.

ثالثاً: مرزا صاحب نے اپنے لئے سب سے بڑھ کر حتی کہ آنحضرت سے بھی بڑھکر دعوی علم وعرفان اور وحی الہی کو سمجھنے کا کیا، کہ اس سے پہلے کوئی بھی نزول

عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت نہ سمجھ سکا، پھر اس نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی اور آیاتِ قرآنی میں تاویلات اور اجماعِ امت سے خروج کی بنیاد اپنے کشف پر ٹھہرائی.

وہ "ازالہ اوہام" مندرج در "روحانی خزائن "۳/۴۷۳میں کہتے ہیں:

"اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے منکشف نہ ہوئی ہو، نہ دجال کے ستر باع گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو، اور نہ یاجوج وماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الہی نے اطلاع دی ہو، اور دابۃ الارض کی ماہیت کما ھی ظاہر فرمائی گئی....... تو کچھ تعجب کی بات نہیں".

ہم کہتے ہیں:

ایک طرف تو مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول، یا دجال کی حقیقت منکشف نہ ہوئی، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرآن کے بیان اور معارف شرعیہ کے علم ہونے کا خود شاہد ہے، اور اس بارے میں قرآنی شہادت یوں ہے: ﴿ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿١٩﴾ ﴾ [قیامہ: ۱۹]، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معارفِ قرآنیہ کا بیان، یہ شارع الحکیم کے ذمہ ہے، پھر کسی کا اسکے برعکس کہنا کہ فلاں قرآنی حقیقت پر آنحضرت مطلع نہ ہوئے، یہ امر بذاتِ خود کفریہ قول ہے، نیز یہ باری تعالیٰ کی ذات پر اتہام ہے کہ وحی بھیجنے والے نے مھبط وحی کو مضمونِ وحی پر مطلع نہ کیا؟ علاوہ ازیں حقیقتِ واقعی یہ ہے کہ

احادیثِ نبویہ میں:

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

دجال

اور یاجوج وماجوج

سبھی کے بارے میں تفاصیل بر زباں حضرت رسالتمآبﷺ صلی اللہ علیہ وسلم روزِ روشن کی طرح موجود ہیں.

رابعًا: مرزاصاحب نے حضرت مسیح کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ وہ خود بھی اپنے نزول کا مفہوم نہ سمجھ سکے، شرعی اعتبار سے یہ امر کس قدر جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولی العزم نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے متعلق باری تعالیٰ کی وحی کے مضمون ومدلول کو نہ سمجھ سکے؟

مرزاصاحب "ریویو آف ریلیجنز" ص/۲۸۱/ ۳ماہ اگست ۱۹۰۴نمبر/۸ کے تحت رقمطراز ہیں.

"یہ امر بھی ناممکن نہیں کہ مسیح کو اپنی آمد ثانی کے معنی سمجھنے میں پہلے غلطی لگی ہو، اور بجائے روحانی آمد سمجھنے کے اس نے جسمانی آمد اس سے سمجھ لی".

خامسًا: مرزاصاحب نے شارح الحکیم حق تعالیٰ شانہ کی ذاتِ گرامی پر بھی حقائق کے خفیہ رکھنے کا الزام لگایا، وہ **"آئینہ کمالات اسلام" ص/۳۴۹پر لکھتے ہیں.**

"اے برادران یہ وہ امر ہے جو قرونِ اولی والوں کی آنکھوں سے اوجھل رکھا گیا ہے".

نیز وہ اپنی کتاب "تحفہ بغداد" ص/۱۳ مندرج در "روحانی خزائن" ۸/۷ میں عربی میں یوں رقمطراز ہے۔

"ما كان إيمان الأخيار من الصحابة والتابعين بنزول عيسى عليه السلام إلاّ إجمالياً، وكانوا يؤمنون بالنـزول مجملاً".

"اجل صحابۂ کرام اور تابعین کا نزول مسیح پر ایمان صرف اجمالی تھا، اور وہ مجمل طور پر نزول پر ایمان رکھتے ہیں"۔

ہم کہتے ہیں کہ:

مرزا صاحب کی ان تصریحات میں باری تعالی شانہ کی ذاتِ گرامی پر یہ کھلے طور پر الزام ہے کہ انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کی حقیقت کو صحابۂ کرام پر اور قرونِ اولی کے لوگوں پر مخفی رکھا، اور بقول مرزا کے وہی اولین شخص ہے، جسے نزولِ عیسی علیہ السلام کی حقیقت اور اسکی تفصیل کا ادراک ہوا۔

وہ "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۵۵۲/۵ پر عربی میں لکھتے ہیں:

"علمت من لدنه أن النزول في أصل مفهومه حق، ولكن ما فهم المسلمون حقيقته، لأن الله تعالى أراد إخفاءه، فغلب قضائه ومكره وابتلائه على الأفهام، فصرف وجوههم عن الحقيقة الروحانية إلاّ الخيالات الجسمانية، فكانوا بها من القانعين، وبقي هذا الخبر مكتوباً مستوراً كالحب في السنبلة قرناً بعد قرن حتى زماننا، فكشف الله الحقيقة علينا".

"میں نے اسکی طرف سے جان لیا کہ نزول اپنے اصل معنی میں حق ہے، مگر مسلمان اسکی حقیقت نہ سمجھ سکے، کیونکہ اللہ تعالی نے اسکے چھپانے کا ارادہ کر رکھا تھا، تو اسکی قضاء اور تدبیر افہام پر غالب رہی، تو اس نے اسکی روحانی

حقیقت سے ماسوا جسمانی خیالات کے ان کے چہروں کو پھیر دیا، تو وہ اسی پر قانع ہو کر رہ گئے، اور یہ خبر صدیوں ہمارے زمانہ تک لکھی ہوئی پوشیدہ رہ گئی، جیسے کہ دانہ اپنے خوشہ میں سو اللہ تعالی نے اس حقیقت کو ہم پر کھول دیا".

ہم کہتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول جیسے اہم شرعی مسئلہ کے بارے میں یہ دعوی کرنا کہ اللہ تعالی نے اسکی حقیقت کو صدیوں تک چھپائے رکھا، یہ حق تعالی شانہ پر اتہام ہے، پھر یہ مسئلہ جو حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے، خود ان پر مخفی رہا، یہ حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں سوءِ ادب ہے، نیز یہ کہنا کہ سید الرسل جناب نبی خاتم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام پر مخفی رہا انتہائی طور پر قابلِ مواخذہ عقدی اور علمی جرم ہے، پھر حضراتِ صحابۂ کرام تابعین اتباع تابعین محدثین ومفسرین اور علمائے اسلام سبھی کا اس کی حقیقت کو نہ جاننا، کسقدر ان حضرات کی بے قدری ہے.

پھر یہ دعوی کرنا کہ اسکی حقیقت مرزا صاحب پر منکشف ہوئی ہے، کس قدر دیدۂ دلیری ہے، یہ تمام دعوے سراسر جھوٹے اور بدیہی البطلان ہیں.

قرآن حکیم جو شرعی حقائق کے ایضاح وبیان اور افصاح واعلان کی کتاب ہے، قرآن حکیم جو مہبطِ وحی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اس کا اعلان بزبانِ رحمان تو یوں ہے: ﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [نحل:۴۴]، **ترجمہ:** "ہم نے آپ پر ذکر اتارا، تا کہ لوگوں کے سامنے

خوب وضاحت سے بیان کر دیں، جو ان کی طرف اتارا گیا ہے"، - قرآن کریم نے توخوب وضاحت سے حقائق قرآنیہ کے بیان کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ بتایا ہے، جسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کماحقہ ادا کر دیا.

مرزا غلام احمد نے کس طرح یہ دعوی کیا کہ اللہ تعالی نے اس مذکورہ شرعی حقیقت کو چھپائے رکھا، جبکہ اسکا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ ثُمَّ إِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهُۥ ﴾ [قیامہ:۱۹]، قرآن کا بیان فریضۂ ربانی ہے.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن کریم کے ذریعہ لوگوں کو اندھیروں سے نور میں لاتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ الٓرۚ كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ﴾ [ابراہیم: ۱]، **ترجمہ**: "ہم نے آپ پر کتاب نازل تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائیں".

نیز ارشادِ ربانی ہے: ﴿ إِنَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُۚ ﴾ [نساء:۱۰۵]، **ترجمہ**: "ہم نے آپ پر کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے مابین ایسے فیصلے کریں جیسے کہ حق تعالی شانہ نے آپ کو سمجھاتے ہیں".

ان قرآنی وضاحتوں کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کا کسی بھی شرعی حقیقت کو مخفی رکھنے کا قول سراسر باطل ہے، اسکا یہ دعوی کہ نزول کی حقیقت صرف اسی پر کھلی، اس سے پہلے کسی پر نہیں کھلی، یہ صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم اور حاملینِ شریعت کی اہانت ہے.

مرزا غلام احمد کا حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول میں تاویل، ان کی حیات کا

انکار، اس بارے میں وارد آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں تاویل یہی اہلِ الحاد کا معروف راستہ ہے، جیسے وہ اختیار کرکے سبیل المؤمنین سے انحراف کرتے ہیں.

اسکے نمونہ کے لئے ملاحظہ کیجئے مرزا قادیانی کے اس قول کو جو "حمامۃ البشری" کے ص/۸۱ پر یوں ہے.

"وأما ذكر نزول عيسى ابن مريم، فما كان لمؤمن أن يحمل هذا الاسم المذكور في الأحاديث على ظاهر معناه، لأنه يخالف قول الله عزّ وجلّ: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ [الأحزاب: ٤٠]".

"حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کا جو ذکر ہے کسی مؤمن کے رَوا نہیں کہ وہ ان احادیث میں مذکور اسی اسم کو اسکے ظاہر معنی پر حمل کرے، کیونکہ یہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے خلاف ہے: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ [احزاب:۴۰]".

ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول میں تاویل کی راہ نکالی، اور لوگوں کو یہ تاثر دیا، کہ گویا نزول عیسی کا عقیدہ رکھنا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ہے.

جبکہ اس امر کی تفسیر وشرح میں تمام اسلامی مفسریں وشراح فرما چکے ہیں کہ حضرت عیسی کی آمد ہرگز ہرگز عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں، کیونکہ عقیدۂ ختم نبوت سے مراد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر نبوت کا ختم ہو جانا، اورآپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملنا ہے، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو تو نبوت آپ سے پہلے عطا کی گئی، لہذا ان کی آمد آیت: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن

رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ [احزاب:۴۰] کے کیسے خلاف ہو سکتی ہے؟ مگر یہ مرزا صاحب کی کج روی، کج فہمی ار عناد ہے کہ وہ اپنے لئے ادعاء مسیحیت کی خاطر قرآنی حقائق اور سنت نبوی میں وارد شرعی مسلمات کو رد کرتا چلا جاتا ہے.

احادیث نزول میں مرزا قادیانی کا تعامل:

جناب عیسی علیہ السلام کے موضوع میں ایک طرف مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآنی آیات میں تاویل کی راہ اختیار کی، تو دوسری طرف ان احادیثِ نبویہ کے بارے میں اسکی روش کو جاننا بھی ضروری ہے کہ اسکا طریق کاردہ طرح کارہا.

اولاً: نزولِ عیسی علیہ السلام کی احادیث میں طعن، **ثانیاً:** ان احادیث کو اپنے اوپر فٹ کرنے کی ناکام سعی.

پہلا عمل:

مرزا غلام احمد نے اولاً یہ سعی کی کہ وہ نزولِ عیسی علیہ السلام کے بارے میں وارد احادیث پر یوں جرح وقدح کرکے انہیں غیر معتبر قرار دے.

وہ "حمامۃ البشریٰ" ص/ ۸۳-۸۴ کے حاشیہ میں بزبانِ عربی یوں رقمطراز ہے.

"ومن الاختلافات العظيمة في أحاديث هذا الباب أن بعض الأحاديث يدل على أن المسيح لا يأتي إلاّ تابعاً، ومطيعاً للمهدي، فإنّ الأئمة من قريش، والمسيح ليس من قريش، فلا يجوز أن يستخلفه الله لهذه الأمة، وبعضها يدل على أن المسيح يأتي حكماً عدلاً وإماماً وخليفة من الله تعالى، وكل الأمر يكون في يديه، ولا يتّبع أحداً إلاّ وحي الله الذي ينزل عليه إلى أربعين سنة، فينسخ

بوحيه بعض أحكام الفرقان، ويزيد بعضاً، ويختم الله به النبوّة والوحي، ويجعله خاتم النبيين، ومع هذا يقولون إنّ وحيه لا يعارض وحي القرآن، ويصلي المسيح كما يصلي المسلمون، ويصوم كما يصومون".

ترجمہ:

"اس باب میں وارد حدیث، عظیم اختلافات میں سے یہ ہے کہ بعض احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مسیح مہدی کے تابع اور مطیع ہو گا، کیونکہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے، اور مسیح قریشی نہیں، تو یہ درست نہیں کہ اللہ تعالی اسے اس امت پر خلیفہ بنائے، اور بعض اس امر پر دلالت کرتی ہیں، کہ مسیح منصف حاکم، امام اور اللہ تعالی کی طرف سے خلیفہ بن کرائے گا، جملہ امور کی باگ دور اس کے ہاتھ میں ہو گی، وہ صرف اس وحی کی اتباع کرے گا جو اس پر چالیس برس تک اترتی رہیگی، وہ قرآن کے احکام میں سے بعض کو منسوخ کر دے گا، بعض کا اضافہ کرے گا، اس پر اللہ تعالی وحی نبوت کو ختم کرے گا، اور اسے خاتم النبیین بنائے گا، اسکے باوجود یہ کہتے ہیں کہ اسکی وحی قرآن کے معارض نہ ہو گی، اور مسیح ویسے نماز پڑھے گا جیسے مسلمان پڑھتے ہیں، اور ویسے روزہ رکھے گا جیسے مسلمان روزہ رکھتے ہیں".

یوں مرزا قادیانی نے نزول مہدی کی احادیث میں جرح وقدح کی، یقیناً مرزا کا یہ اسلوب بدیھی البطلان ہے، نزول عیسی کی احادیث حدّ تواتر تک پہنچ چکی ہیں، ان میں جرح وقدح، شک یا تاویل کرنے کی گنجائش نہیں، خصوصًا جب امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے.

احادیثِ نزول عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پر فٹ کرنے کی سعی:

ایک طرف تو مرزا قادیانی نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث پر قدح کر کے انہیں ردّ کرنے کی مذموم سعی کی، تو دوسری طرف انہیں اپنی ذات پر فٹ کرنے کی جسارت کی، اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ مسیح موعود جو اسلام کے غلبہ کے لئے آئے گا، جسکے ہاتھوں کفر کی شان وشوکت پامال ہوگی، وہ میں ہی ہوں، نیز اس نے احادیثِ دجال کو اپنے زمانہ کے سیاسی اہل شوکت پر فٹ کرنے کی بھی سعی کی.

وہ "حمامة البشرى" ص/۸۱-۸۳ کے حاشیہ میں یوں لکھتا ہے.

"ثم إذا نظرنا إلى الواقعات الموجودة، فوجدنا حكومة النصارى قد أحاطت كالدائرة على أهل الأرضين، ونرى أن السلاطين كلهم يرتعدون من هولهم، وقد ظهرت على قلوبهم خوف وانحجام، واعتقدوا بأنهم عليهم غالبون، ولكنّ لا نرى من الدجال الموهوم المتصوّر في خيالات القوم أثراً ولا علامةً، ونرى أن فتن النصارى قد تكاثرت، وامتلأت الأرض من مكائدهم، فهذا دليل واضح على أن المعنى الصحيح نزول المسيح عند غلبة النصارى على أهل الأرض، ولا سبيل إلى تطبيق هذه الأحاديث المتعارضة إلاّ أن نقول إن قسّيسى النصارى هم الدجال المعهود، ووجب علينا أن نفسّر الأحاديث بنحو ظهرت معانيها في الخارج، فإنّ الأحاديث التي ذكرناها آنفاً، كان بعضها قائداً إلى أنّ المسيح ينزل عند شوكة النصارى وشوكة صليبهم، وتسلّطهم في الأرض، وكان بعضها قائداً إلى أنه لا ينزل إلاّ في وقت خروج الدجال، وتسلطه على وجه الأرض كلها، فرأينا آثار القائد الأول، ووجد لها واقعة في زماننا، ونرى أن أخبار شوكة الصليب قد تمت، ووقع كلها، كما أخبر عنها رسول الله ﷺ، حتى رأيناها بأعيننا، وأما القائد الذي كان مخالفاً لها، ومعارضاً لمعانيها، أعني حديث خروج الدجال، فما ظهر أثر منه، فالذي ظهر من المعنيين هو الحق، والذي ما ظهر من المعنيين هو الباطن الذي أخطأ نظر المتفكرين".

جسکا ترجمہ یہ ہے:

"جب ہم نے موجودہ واقعات پر نظر کی، تو یہ پایا کہ نصاری کی حکومت نے اہلِ زمین پر دائرہ کی طرح احاطہ کر رکھا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمام حکمران ان کی قوت سے کانپتے ہیں، دلوں پر ان کا خوف ودہشت طاری ہے، ان کا یقین ہے کہ وہ ان پر غالب ہیں، لیکن ہم قوم کے خیالوں میں موہوم ومتصوّر دجال کا کوئی اثر یا علامت نہیں پاتے، ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نصاری کے فتنے بکثرت ہو گئے، زمین ان کے فریب کاریوں سے بھر گئی، جو نصاری کے زمین پر غلبہ کے وقت نزولِ مسیح کی کھلی دلیل ہے، ان متعارض احادیث کی تطبیق کا اسکے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم کہیں کہ عیسائی پادری ہی معہود دجّال ہیں، ہم پر واجب ہے کہ ہم ان احادیث کی تفسیر ایسی کریں جن کے خارج میں معانی ظاہر ہو چکے ہیں، کیونکہ جن احادیث کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں بعض تو یہ بتاتی ہیں کہ مسیح کا نزول نصاری کی عظمت وبرتری ان کی صلیب کی شوکت، اور ان کے زمین پر تسلط کے وقت ہو گا، اور بعض یہ بتاتی ہیں وہ تو خروجِ دجّال کے وقت، اور اسکے عام زمین پر تسلط کے وقت نازل ہو گا، پہلے امر کے آثار کو تو ہم نے دیکھ رہے ہیں، کہ صلیب کی شوکت کی خبریں پوری ہو گئیں، اور یہ کچھ وقوع پذیر ہو گیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ نے خبر دی، ہم نے اس کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے، دوسرا امر اس کے خلاف ہے، اسکے معارض ہے، یعنی خروجِ دجال والی حدیث، جسکا اثر ظاہر نہیں ہوا، سو دو معنوں میں سے جو ظاہر ہوا وہی حق ہے، اور جو دو معنوں میں سے ظاہر ہوا، وہی وہ باطن ہے، جس میں اکثر اہل فکر کی نظر نے

غلطی کی ہے".

اسلوبِ مرزاکاماحصل اورہدف:

مرزاغلام احمد نے حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے اصل معنی کے بارے میں اسکے مخفی رکھنے کا جو دعوی کیا، اور یہاں تک کہ اسکی حقیقت حضرت عیسی علیہ السلام پر بھی مخفی رہی، خود نبیٔ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام اور حضرات تابعین، پھر علمائے امت پر مخفی رہی، اور اسکا انکشاف صرف مرزاغلام کو ہی ہوا، یہ دعوی ایک طرف تو بلادلیل ہے، ساتھ ہی یہ باری تعالی کی ذاتِ گرامی پر اتہام ہے، اور خود جناب رسول اکرم صلی اللہ اور ان کی جماعت صحابہ اور سلف وخلف کی اسمیں اہانت ہے، کہ انہیں ان اہم شرعی حقائق کا علم نہ ہوسکا، مرزاکے مذکورہ اسلوب سے اسکی غرض نزولِ مسیح کو اپنے خودساختہ مفہوم پر حمل کرکے اپنی میسیحیت کو منوانے کی ناکام سعی تھی، یہ عجیب امر ہے کہ ایک طرف تو مرزانزولِ مسیح کے بارے ان میں ان احادیث میں جرح کرے، جو تواترِ معنوی کی حدّ تک پہنچ چکیں، پھر اس سے مرادمثیلِ مسیح لیکر خود کو ان کا مصداق ٹھہرائے، جبکہ واقعات عالم کھلے طور اسکی تکذیب کرتے رہے ہیں کہ نزول عیسی علیہ السلام کی احادیث کے مضمون کے مطابق نزولِ مسیح کے وقت جو دینی کیفیت عالمی امن اور دنیا کے اقتصادی حالات ہوں گے، مرزاکے دعوں میسیحیت کے بعد کے حالات وواقعات اسکے برعکس ہوئے، اور تاحال ہیں، جو مرزاقادیانی کے ادعاءِ میسیحیت میں جھوٹے ہونے کی واضح دلیل ہیں، اور جملہ بنی آدم قادیانیت سمیت اسکے شاہد ہیں.

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے مرزا قادیانی کے اسلوب کے بیان کے بعد ہم پھر اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، اور وہ یہ کہ مرزا غلام احمد نے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی آیات کی کاٹ کی خاطر ۳۰ آیاتِ قرآنی جمع کی ہیں، جن سے مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی سعی کی ہے.

مرزا صاحب کی جمع کردہ آیات کی تفصیل:

قرآن کریم کی وہ آیات جن سے مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان کی آسمان سے نزول سے قبل وفات ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، وہ تین قسم کی آیات ہیں.

آیات قسمِ اول:

وہ آیات ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خاص موجود ہے، اور یہ سات آیات ہیں.

پہلی آیت: باری تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴾ [آل عمران:۵۵].

دوسری آیت: باری تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷].

تیسری آیت: باری تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [نساء: ۱۵۸].

چوتھی آیت: باری تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾﴾ [نساء: ۱۵۹].

پانچویں آیت: باری تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ﴾ [نساء: ۷۵].

چھٹی آیت: باری تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَجَعَلَنِى مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَٰنِى بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾﴾ [مریم: ۳۱].

ساتویں آیت: باری تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَٱلسَّلَٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾﴾ [مریم: ۳۳].

قسم ثانی کی تین آیات جن میں عمومی سابقہ انبیاء کی حیات کا ذکر ہے:

پہلی آیت: باری تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ ٱللَّهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيَجْزِى ٱللَّهُ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿١٤٤﴾﴾ [آل عمران: ۱۴۴].

دوسری آیت: باری تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٣٤﴾﴾ [بقرہ: ۱۳۴].

تیسری آیت: باری تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ ٱلْخُلْدَ ۖ أَفَإِيْن مِّتَّ فَهُمُ ٱلْخَٰلِدُونَ ﴿٣٤﴾﴾ [انبیاء: ۳۴].

ان آیات میں عمومِ انبیاء علیہم السلام کی وفات کا ذکر ہے، جس کے ضمن میں مرزا قادیانی حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتا ہے۔

تیسری قسم میں بیس آیات:

یہ وہ آیات ہیں جن میں نہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کا ذکر خاص ہے، نہ ہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی عمومی وفات کا ذکر ہے، مگر مرزا قادیانی نے اپنی خصوصی اختراع سے ان آیات سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے، **اور یہ مندرجہ ذیل ہیں.**

پہلی آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ [بقرۃ:٣٦].

دوسری آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو ٱلْجَلَٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ﴾ [رحمن:٢٦-٢٧].

تیسری آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرْذَلِ ٱلْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا﴾ [حج:٥].

چوتھی آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي ٱلْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ﴾ [یٰس:٦٨].

پانچویں آیت: ارشادِ ربانی ہے: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً﴾ [روم:٥٤].

چھٹی آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾﴾ [یونس:٢٤].

ساتویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴾ [مؤمنون:۱۵].

آٹھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ [زمر:۲۱].

نویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ ﴾ [انبیاء: ۸].

دسویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۗ ﴾ [فرقان:۲۰].

گیارھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ [نحل: ۲۰-۲۱].

بارھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [روم: ۴۰].

تیرھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ ﴾ [نساء: ۷۸].

چودھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ ﴾ [فجر:۲۷-۲۸].

پندرھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ

﴿ أُوْلَٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝١٠١ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَاۖ وَهُمْ فِي مَا ٱشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَٰلِدُونَ ۝١٠٢ ﴾ [انبیاء: ۱۰۱-۱۰۲].

سولھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ ۝٥٤ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝٥٥ ﴾ [قمر: ۵۴-۵۵].

سترھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝٤٠ ﴾ [احزاب: ۴۰].

اٹھارھویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيٓ إِلَيْهِمْۖ فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٤٣ ﴾ [نحل: ۴۳].

انیسویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُواْۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ۝٧ ﴾ [حشر: ۷].

بیسویں آیت: یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝٩٣ ﴾ [اسراء: ۷].

اب ہم ان شاء اللہ اپنے آئندہ کے محاضرات میں مرزا غلام احمد کے ان قرآنی مستدلات کا بالترتیب ذکر کرتے ہوئے ان آیات قرآنی سے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی کے طرزِ استدلال کا بیان مع اسکے ابطال کو بیان کریں گے.

تاکہ ناظرین وسامعین اور قرّاء پر واضح ہو جائے کہ اللہ تعالی کا کلام جو حق وصواب ہے، کس طرح مرزا غلام احمد نے اسے اپنے باطل نقطۂ نظر کے لئے استعمال کیاہے، اوریوں وہ "الحاد فی آیات اللہ" کا مرتکب ہوا ہے.

ابنائے ملت قادیانیت میں سے اہل عقل وانصاف اگر مرزا کے طرزِ استدلال اور ہمارے تحقیقی مناقشہ کا بنظرِ غائر مطالعہ کریں گے، تو ان کے لئے اللہ تعالی کے کلام سے اسکی مراد کو پالینا ان شاء اللہ آسان ہو گا، وہ یقینا جان لیں گے کہ فریقین میں سے کون ہے جو اس راستے پر ہے، جسکی نشاندہی اللہ تعالی کے کلام اور جناب رسول اللہ کے بیان نے فرمائی ہے.

ہماری دعا ہے کہ حق تعالی شانہ سبھی کو صراطِ مستقیم کی آگہی اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،(آمین). **والله الهادي إلى صراط المستقيم۔**

درود وسلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(تیرہواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"پہلی آیت ارشادِ ربانی: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا وفاتِ عیسی علیہ السلام پر استدلال، اور اسکا ابطال"

تیرہویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) قسمِ اول کی (سات آیات میں سے) پہلی آیتِ قرآنی۔

۲) وجوہ استدلالِ مرزا۔

۳) وجوہِ ابطال یا ہمارا مناقشہ۔

۴) "توفی" اور اسکی قرآنی انواع۔

۵) آیتِ مبحوثہ عنہا میں نوعِ "توفی" کا تعین، اور اسکا قرینہ۔

۶) مسلم مفسرین کے عمومی بشر کی "توفی" میں اقوال۔

۷) مرزا غلام احمد قادیانی کی "رفع" اور "تطہیر" میں تحریف۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

قال الله عزّ وجلّ: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ﴾ [آل عمران: ٥٥].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

ترجمہ: "اے عیسی میں تجھے پورے طور پر قبضہ میں لینے والا ہوں، تجھے اپنی طرف اٹھانے والا اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں"۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے:"الدين النصيحة": "**دین خیر خواہی کا نام ہے**"۔

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**تیرہواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے: "**پہلی آیت ارشادِ ربانی:** ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ﴾ **سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال اور اس کا ابطال**"۔

وجوہِ استدلالِ مرزا:

اور ان آیات قرآنیہ سے استدلال مرزا اور اس کا ابطال پیش کرتے ہیں کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اس سلسلہ کی پہلی آیت ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ كَفَرُوا۟ ﴾ [آل عمران:۵۵]. ترجمہ: "اے عیسی میں تجھے پورے طور پر قبضہ میں لینے والا، تجھے اپنی طرف اٹھانے والا اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں"۔

اس آیت کے محتویات سے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مخصوص اسلوب سے حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے نزولِ آسمان سے قبل ان کی وفات پر استدلال کیا ہے، نیز اس نے ان کے "رفعِ جسمانی" کا انکار کیا ہے، اور ان کی کفار سے "تطہیر" میں تحریف کی ہے، اور وہ یوں کہ:

اولاً: "مُتَوَفِّيكَ" کی تفسیر "مميتك" موت دینے والے سے کی ہے.

ثانیاً: "رافعك" کی تفسیر عزت سے موت دینے سے کی ہے.

ثالثاً: "مطهّرك" کی تفسیر کفار کی تہمتوں سے بری کرنے سے کی ہے.

نصِ کلام مرزا:

مرزا غلام احمد نے آیتِ مذکورہ کا یوں ترجمہ کیا ہے.

"یعنی اے عیسی میں تجھے وفات دینے والا ہوں، اور پھر عزّت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا، اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں، اور

تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں".
("روحانی خزائن":۵۴/۳).

مناقشہ یا وجوہِ استدلال برائے استدلالِ مرزا:

مرزا صاحب کا آیتِ مبحوثہ عنہا کا مذکورہ ترجمہ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے.

اولاً: لفظِ "توفی" کو "اماتہ" (موت دینے) پر حمل کیا، اس لئے اس نے "متوفی" کا ترجمہ "وفات دینے والا کیا ہے، مرزا صاحب نے ایسا لغتِ عربی، علمائے امت اور مسلم مفسرین کی "توفیٔ عیسی علیہ السلام" کی متواتر تفسیر کے خلاف کیا ہے، تاکہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کے مسلّمہ عقیدہ میں تشکیک پیدا کرے، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان سے نازل ہونے سے پہلے ہی وفات شدہ ثابت کرے، حالانکہ اہلِ علم میں سے جس نے بھی "مُتَوَفِّيكَ" کو "موت دینے والا" پر حمل کیا، ساتھ ہی اس نے زمانہ کا بھی تعین فرما دیا، کہ وہ ان کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد ہو گا، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام ان کے نزدیک وفات پانے والے تو ضرور ہیں، مگر وفات شدہ نہیں ہیں، یہی قادیانی دھوکہ ہے.

ثانیاً: مرزا صاحب نے "رافعك إليّ" کے ترجمہ میں کہا "اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں"، یوں اس نے لفظِ "رافع" کا "عزت کے ساتھ موت دینے والا" معنی کر کے ان کی نزول سے قبل وفات ثابت کرنے کی سعی کی ہے، حالانکہ عزت اور وفات دو الگ الگ مفہوم ہیں، ہر دو ایک لفظ کا معنی نہیں ہو

سکتے، پھر عزّت والا ہونا، نہ وفات کے منافی ہے، نہ حیات کے، جو دونوں کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے.

ثالثًا: "رافعك" میں لفظِ "رفع" کے ساتھ عزّت کا اضافہ قرآن کریم میں زیادتی ہے.

رابعًا: قرآن کریم کلام اللہ ہے جو فصاحت وبلاغت میں اعجاز کے اعلی مقام پر ہے، جبکہ مرزا صاحب کا ترجمہ قرآن کریم کی فصاحت میں قدح کو موجب ہے، کیونکہ "مُتَوَفِّيكَ" میں بھی وفات کو ثابت کیا، اور "رافعك" میں بھی وفات کو ثابت کیا، یہ تکرار فصاحتِ کلام اللہ کے سراسر خلاف ہے.

خامسًا: اس آیت میں وارد کلمہ "تطہیر" کو کفار کی تہمتوں کے ازالہ پر حمل کر کے مرزا قادیانی نے لغت اور نقلِ متواتر کی مخالفت کی ہے.

مرزا کی جملہ کاروائی کا ماحصل:

مرزا صاحب کی مذکورہ جملہ کاروائی صرف اس خاطر ہے کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کو ایک وفات شدہ نبی ثابت کریں، اور ان کے آسمانی رفع کا انکار کریں، پھر نزول کا بھی، اور دوبارہ اس عالم میں واپسی کا بھی، اور یوں قرآنی قطعی نصوص کو اپنے خود ساختہ مفاہیم پر حمل کر کے، امتِ مسلمہ کے ثابت شدہ مسلمات کی جگہ، اپنی تجدیدات کو قرآن کریم میں تحریفات کی صورت میں پیش کریں، اور اپنی مسیحیت کے لئے راستہ ہموار کریں، اور یوں امتِ مسلمہ کو حضرت مسیح کی دوبارہ آمد، اور

اسکے روشن مستقبل سے مایوس کر کے مرزا صاحب صرف انہیں خوش کریں، جنہوں نے انہیں کو ان خدمات پر مامور کیا تھا.

مرزا صاحب کی کاروائی کا ابطال:

آیت مذکورہ کا درست مفہوم اور نص قرآنی کا صرف وہی مدلول حق ہے جس پر قرآنی الفاظ دلالت کر رہے ہیں، اور جو امت مسلمہ میں عہدِ اول سے مسلسل طور پر منقول ہوتا آرہا ہے.

یاد رہے کہ نص شارع پر ایمان یہ ہے کہ الفاظ شارع کو مدلولات شارع کے مطابق مانا جائے، اگر صرف نص کا تو اقرار کرلیں، مگر اسکے مدلول کو قبول نہ کریں، تو یہ الحاد فی آیات اللہ کہلاتا ہے، جو در اصل نص ہی کا انکار شمار ہوتا ہے، اگر کسی کو نصِ شارع کا مدلولِ شرعی منظور نہ ہو، تو ایسا اقرار بھی شارع کو نامنظور ہوتا ہے.

اب اس قضیہ کا حل صرف یہی ہے کہ ہم ان جملہ امور "توفیٔ عیسی علیہ السلام"، "رفع عیسی علیہ السلام" اور "تطہیر عیسی علیہ السلام" پر ترتیب وار شرعی گفتگو کریں، اور مرزا صاحب کے استدلال کی وجوہِ ابطال کا بیان کریں، تاکہ حق وصواب کے طالب اور سبیل ھُدی کے متلاشی اپنا مطلوب پاسکیں، اور باطل کا بطلان خوب واضح ہو جائے.

وجوہِ ابطال برائے تفسیرِ مرزا قادیانی:

قرآنی آیت میں وارد "توفی"، "رفع" اور "تطہیر" تینوں امور کا تعلق حضرت

عیسی علیہ السلام سے ہے، مرزا صاحب کی "توفیٔ عیسی علیہ السلام" اور "رفعِ عیسی علیہ السلام" اور "تطہیرِ عیسی علیہ السلام" میں مذکورہ تأویلات مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہیں.

وجہِ اول موردِ "توفی" در قرآن:

قرآن کریم نے "توفیٔ عیسی علیہ السلام" کے ذکر سے پہلے ان کے دشمنوں کے ان کے ساتھ مکر کا ذکر فرمایا، پھر اللہ تعالی کے ان کے ساتھ مکر کا ذکر کیا، اور یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالی بہترین تدبیر والا ہے، رہی آیت "توفی" تو اسمیں اللہ تعالی نے اپنے مکر کی تفصیل بیان فرمائی، جس میں اس کا وقت اور اسکی صورتِ وقوع ذکر کی گئی ہے، کہ حق تعالی شانہ نے انہیں تمام طور پر اپنے قبضہ میں لیا، ان کا "رفع" فرمایا، اور ان کی کفار سے "تطہیر" فرما دی، یہ اللہ تعالی کی وہ محکم تدبیر ہے، کہ باری تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو محفوظ طور پر آسمان کی طرف اٹھالیا، اور انہیں وہاں پہنچا دیا، جہاں تک ان کے دشمن نہ پہنچ سکتے تھے، اسی لئے مسلم مفسرین نے جن میں "کشاف"، "بیضاوی" اور "السراج المنیر" وغیرہ ہیں، وہ فرماتے ہیں، ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ﴾ [آل عمران: ۵۵]. یہ خیر الماکرین کے مکر کا ظرف ہے، اور اللہ تعالی کے مکر کے ظرف اور اسکی کامل ترین مثال کا بیان ہے، لہذا ضروری ہے کہ اللہ تعالی کی تدبیر حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں خیر ونافع ہو، اور اس کے دشمنوں کے حق میں ضار (ضرر رساں)

ہو، اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بشارت اور خلاصی، اور اسکے دشمنوں کے لئے ذلّت ورسوائی ہو، تفسیر "**مواہب الرحمن**" میں ہے.

"إذ قال الله يا عيسى" إعلاما له بمكره بالأعداء وتخليصه عن مكرمهم".

"اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے تمام طور پر قبضہ میں لینے والا، تجھے اٹھانے والا اور تیری کفار سے تطہیر کرنے والا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کے مکر کی اور انکے (یعنی اعداء کے) مکر سے ان کی خلاصی کی آگہی ہے".

لہذا "توفّیٔ عیسیٰ علیہ السلام" سے مراد ان کی وفات نہیں ہو سکتی، ان کا "رفع" اور دشمنوں کے مکر سے "خلاصی" ہی ہے.

وجہِ ثانی زمانِ "توفّیٔ عیسیٰ علیہ السلام":

"توفّیٔ عیسیٰ علیہ السلام" کے وقوع کا زمانہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ مرزا صاحب کی "توفّیٔ عیسیٰ علیہ السلام" کی تفسیر "انہیں وفات شدہ سے" کرنا سراسر غلط ہے، کیونکہ یہ تو اس وقت واقع ہوئی، جب ان کے دشمن ان کے قتل اور صلب کے درپے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قبضہ میں لیکر ان کا "رفع" اور "تطہیر" فرمادی، لہذا یہ "توفّی" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح وجسم سمیت اپنے قبضہ میں لیکر ان کے "رفع" اور انہیں آسمان تک پہنچانے کے سوا اور نہیں ہو سکتی، یہی نصِ قرآن کریم ہے، لہذا مرزا صاحب کی "توفّی" سے ان کی وفات کی تاؤیل کرنا ہرگز

ہر گز زمانۂ "توفیٔ عیسی علیہ السلام" کے موافق نہیں ہو سکتا.

تیسری وجہ "توفی" کا لغوی مدلول:

مرزا صاحب کا "توفیٔ عیسی علیہ السلام" کو وفات پر حمل کرنا، "توفی" کے لغوی معنی کے بھی سراسر خلاف ہے، یہ کلمہ جسکا اشتقاق "توفّی" سے ہے، اسکا معنی اتمام واکمال ہوتا ہے، اور "توفی" تفعل کے وزن پر "وفی" سے مصدر ہے، جسکا معنی "پورے طور پر لینا ہے"، اور "وفی" کا معنی پورا کرنا ہے، جو غدر کی ضد ہے، "لسان العرب" میں ہے:

" الوفاء" ضد الغدر، يقال وفَي بعهده وأوفَي بمعنى "أتَمّ"، و"التوفي" من "الوفا" على وزن التفعّل، ومعناه الوضعي "أخذ الشيء وافياً".

"وفاء" "غدر" کی ضد ہے، کہا جاتا ہے کہ "اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، یا "أوفى بعهده" اس نے وعدہ وفا کیا، یعنی اسکا اتمام کیا، اور "توفی" "وفاء" سے تفعل کے وزن پر ہے، جسکا معنی ہے کسی شیٔ کو پورے طور پر لینا".

یہی "خازن"، "بیضاوی" اور "جامع البیان" وغیرہ میں ہے.

"توفی" ایک جنس ہے، جس کی کئی انواع ہیں:

یاد رہے کہ "توفی" پورے طور پر قبضہ میں لینا" ایک عام مفہوم یا جنس ہے، جس کے تحت کئی انواع ہیں، اور اللہ تعالی کی "توفی"، "متوفَی" شخص کو پورے طور پر قبضہ میں لینا ہے، اور "توفی" کی مندرجہ ذیل اقسام خود قرآن کریم میں مذکور ہیں.

۱) "توفیٔ رفع" کہ "توفی" کا معنی "رفع" ہو، اور "متوفِی" یعنی پورے طور پر قبضہ میں لینے والا خود اللہ تعالی ہو، اور وہ "متوفَی" یعنی "مقبوض" کو بغیر مارے، اور بغیر سلائے ہی پورے طور پر روح و جسم سمیت زندہ اپنے قبضہ میں لے لے، اور اسکا "رفع" فرمادے، یہی اللہ تعالی کی حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے "توفی" ہے، جسکا اس آیت میں ذکر ہے: ﴿إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ﴾ [**آل عمران:۵۵**]، **ترجمہ:** "اے عیسی میں تجھے پورے طور پر قبضہ میں لینے والا، تجھے اپنی طرف اٹھانے والا اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں"۔ حق تعالی شانہ نے انہیں روح و جسم سمیت قبضہ میں لیا، انہیں آسمان کی طرف مرفوع کر دیا، اور انہیں اس مکان تک پہنچا دیا، جہاں تک دشمنانِ عیسی علیہ السلام کی پہنچ نہ ہو، قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ میں یہ الفاظِ "توفی"، "رفع" اور "تطہیر" تو مذکور ہیں، مگر یہاں پر لفظِ "موت" کا ذکر ہے ہی نہیں، لہذا اسے موت پر حمل نہیں کیا جا سکتا، صرف "رفعِ سماوی" ہی اس سے مراد ہے.

۲) "توفی" (اِنامہ) کہ "توفی" سلانے سے عبارت ہو، اور "متوفِی" یعنی "توفی" کرنے والی ذاتِ گرامی اللہ تعالی "متوفَی" کو یوں پورے طور پر قبضہ میں لے لے، کہ وہ سو جائے، پھر بعد میں اسکی روح واپس کر دے، اور وہ جاگ جائے، یہ "متوفَی" سونے والا ہوتا ہے، میت نہیں ہوتا، اور "متوفِی"

سلانے والا ہوتا ہے، مارنے والا نہیں، اسکا ذکر اس آیت میں ﴿وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ [زمر:۴۲]. "اور اللہ تعالی روحِ بشر کی "توفی" بحالتِ نیند فرماتا ہے، پھر انہیں چھوڑ دیتا ہے".

۳) "توفی" (اِماتہ) کہ "توفی" مارنے سے عبارت ہو، اور "متوفِی" مارنے والا ہو، اور "متوفَی" جسکو قبضہ میں لیا ہو، وہ میت ہو، یہ بشر کی اجل کے وقت ہوتا ہے، کہ اسکی روح کو حق تعالی شانہ اپنے قبضہ میں لیکر روک لیتا ہے، قرآن کریم میں اسکا ذکر یوں ہے: ﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾ [زمر:۴۲]. کہ اللہ تعالی ارواحِ بشر کو ان کی موت کے وقت پورے طور پر قبضہ میں لیتا ہے، اور انہیں روک لیتا ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کی وہ "توفی" جو واقع ہو چکی ہے، اس کے وقوع کا زمانہ، نیز قرآن میں اس کا اسلوب بیان یہی بتاتا ہے کہ ان کی "توفی" "توفیٔ رفع" ہے، جو واقع ہو چکی ہے، ہاں! نزول کے بعد وہ اپنی ذمہ داریاں مکمل فرمالیں گے، اور ان کی اجل کا وقت ہو گا، تو اس وقت واقع ہونے والی "توفی" "توفیٔ اماتہ" ہو گی، ان کی واقع ہونے والی "توفی" کے بارے میں بعض اہلِ تفسیر کا "توفیٔ انامہ" کا قول ہے کہ "رفع" کی حالت میں وہ سوئے ہوئے تھے، تا کہ "رفع" کے وقت انہیں کوئی خوف لاحق نہ ہو.

توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام کے مراحل:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ان کی زندگی کے مختلف مراحل میں "توفی" یوں ہے.

۱- "توفیٔ رفع" یہ ان کے دشمنوں کے مکر اور خیر الماکرین کی تدبیر کے وقت ہو چکی.

۲- "توفیٔ اِنامہ" (سلانا)، یہ بعض اہل تفسیر کے قول کے مطابق بحالتِ "رفع" ہوئی.

۳- "توفیٔ اِماتہ" (ان کی وفات)، یہ ان کے حق میں ان کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد ان کی تمام ذمہ داریوں کے مکمل ہونے، اور اجل کے آنے پر ہو گی.

یہ مختلف مراحل پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی "توفی" ہے، لہذا مرزا صاحب کا "توفیٔ رفع" کو "توفیٔ اماتہ" قرار دینا سراسر باطل ہے، یہ خلافِ حق ہے، یہ خلاف بیانِ قرآن ہے، یہ خلافِ اجماعِ امت ہے.

اسلوبِ قرآن کریم در "توفی":

قرآن کریم نے "توفی" کی جملہ انواع کو یوں بیان فرمایا ہے.

"توفیٔ رفع" قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی "توفی": ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ

يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ﴾ [آل عمران:۵۵]، والی آیت میں ذکر فرمائی ہے، یہ صرف حضرت عیسی علیہ السلام کا خاصہ ہے، لہذا قرآن کریم اس آیت میں "رافعك" و"مطهرك" لاکر اور موت اور نیند ذکر نہ فرما کر حضرت عیسی علیہ السلام کی بلا موت، بلا نوم روح و جسم سمیت "توفیٔ رفع" کا تعین فرمادیا.

"تفسیر ابو السعود" میں ہے:

"والصحيح أن الله تعالى رفعه من غير وفاة ولا نوم، كما قال الحسن وابن زيد، وهو اختيار الطبري، وهو الصحيح عن ابن عباس ﷺ".

ترجمہ:

" صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر وفات دیئے ہوئے، اور بغیر سلائے ہوئے اٹھالیا، جیسے کہ "حسن" اور "ابن زید" کا قول ہے، یہی "طبری" کا اختیار ہے، اور یہی حضرت "ابن عباس ﷺ" سے صحیح طور پر ثابت ہے".

امام رازی ﷫ فرماتے ہیں:

"قوله تعالى: ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ [آل عمران: ٥٥] يدل على حصول "التوفي"، وهو جنس تحته أنواع، بعضها بالموت، وبعضها بالإصعاد إلى السماء، فلما قال بعده ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران: ٥٥]، كان هذا تعييناً للنوع، ولم يكن تكراراً" (١).

(١) التفسير الكبير: مجلد ٢.

ترجمہ:

"ارشادِ باری تعالیٰ ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ "توفی" کے وقوع کی دلیل ہے، جو جنس ہے، اسکے تحت کئی نوع ہیں، بعض موت سے اور بعض آسمانی رفع سے عبارت ہیں، مگر جب اسکے بعد یہ فرمادیا ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، تو یہ "توفی" کی نوع کی تعیین ہے، تکرار نہیں ہے".

ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ میں تو قبض تام کے عمومی مفہوم کا ذکر ہے، جو کئی صورتوں کو شامل ہوتا ہے، اسکے بعد "رفع" کے ذکر سے اس جنس کی مخصوص نوع کا تعین ہو گیا، لہذا جب جنس اور نوع دو الگ الگ ماہیت ہیں، تو ایک ہی امر کا دوبار ذکر نہیں ہوا، بلکہ **اولاً:** مفہوم عام جنس کا، پھر اس کے بعد اسکی ایک مخصوص نوع کا ذکر ہوا، تو تکرار نہ ہوا، بلکہ جنس کے بعد تعیینِ نوع ہو گئی، تو ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ جنس میں ایک امر کا ذکر ہوا، اور "رافعك" نوع میں دوسرے امر کا ذکر ہوا، تکرار نہیں ہوا، مگر مرزا صاحب نے اس اعتبار سے بھی غلط کیا، کہ انھوں نے "توفی" کو بھی وفات پر حمل کیا، اور "رفع" کو بھی وفات پر، جو لغت کے اعتبار سے بھی سراسر غلط ہے، اور قرآنی فصاحت پر بھی موجب قدغن ہے.

لہذا مرزا صاحب کی تاویل ہر دو اعتبار سے باطل ٹھہری، لغت کی وضع کے اعتبار سے بھی، اور فصاحت بیان کے اعتبار سے بھی.

"توفیٔ اماتہ" حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ:

قرآن حکیم نے آیت مذکورہ میں "رفع" و "تطہیر" کے ذکر سے "توفیٔ عیسیٰ علیہ السلام" کو "رفعِ سماوی" کے ساتھ خاص فرما دیا، اور یہی وہ "توفی" ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں واقع ہو چکی، یہی مفسرین کا ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کی تفسیر میں قولِ مشہور ہے.

مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد ان کی عمر کے اتمام، اور ذمہ داریوں کے تمام ہو جانے کے بعد اور ان کی اجل کے آنے پر جو ان کی "توفی" ہو گی، جو تا حال نہیں ہوئی ہے، یہی بعض اہل تفسیر کے ہاں "مميتك" پر حمل کی گئی ہے، لہٰذا اگر کسی مفسر کے ہاں "بعد از نزول آسمان" کو یہاں مقدّر مان کر ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کو "ممتيك" پر حمل کیا گیا، جیسے کہ "معالم التنزيل" میں ہے، "ممتيك بعد إنزالك من السماء" تو اس طرح "ممتيك" کے باوجود تا حال حیات کا ثبوت ہو گا، اور نصِ قرآن میں پھر تقدیم و تاخیر کا قول ہو گا، جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد "ضحاک" نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

"إنّ في الآية تقديماً وتأخيراً، ومعناه إني رافعك إليّ، ومطهّرك من الذين كفروا، ومتوفيك بعد إنزالك من السماء، أو متوفيك في آخر الزمان".

ترجمہ:

"آیت میں تقدیم و تاخیر ہے، اور معنی یہ ہے کہ میں تجھے اٹھانے والا ہوں،

اور کفار سے پاک کرنے والا ہوں، اور آسمان سے اتارنے کے بعد تجھے وفات دینے والا ہوں، یا تجھے آخری زمانہ میں وفات دینے والا ہوں".

تو یوں "توفیٔ اماتہ" کی طرف بھی اشارہ ہو گیا، اور ساتھ ہی تا حال حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کا بھی ثبوت ہو گیا، اور اسکے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا "توفی رفع" کو جو واقع ہو چکی، اسے "توفیٔ اماتہ" بنانا، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو وفات شدہ کہنے کا بھی بطلان ہو گیا.

بلکہ یوں حضرت عیسی علیہ السلام کا "رفعِ سماوی" بھی ثابت ہو گیا، اور مرزا صاحب کا "رفع" کو عزت کی موت کا قول کرنا بھی باطل ہو گیا، (**فالحمد لله على كل ذلك**).

"توفیٔ نوم" اور حیاتِ عیسی علیہ السلام:

بعض اہلِ تفسیر نے توفیٔ عیسی علیہ السلام میں ﴿مُتَوَفِّيكَ﴾ کو "توفیٔ انامہ" سلانے کے معنی میں لیا، اور "رفع" کو اسکے اپنے وضعی معنی ہی میں لیا، اور کہا کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ کو تمام طور پر قبضہ میں لیا، انہیں سلا دیا، اور اسی نیند کی حالت میں ان کا "رفع سماوی" فرمایا، تو اس اعتبار سے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات ثابت رہی، کہ بحالتِ نیند رفع ہوا، تا کہ رفع کے وقت وہ خوف محسوس نہ فرمائیں، اور مرزا کا یہ قول کہ "عزّت سے اٹھالیا"، یا انہیں "وفات دے دی" سراسر باطل ٹھہرا.

"خازن" میں لکھا ہے:

"المراد بالتوفي "النوم"، ومنه قوله عزّ وجلّ: ﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ﴾ فجعل "النوم" وفاة، وكان عيسى قد نام، فرفعه الله وهو نائم، لئلا يلحقه خوف". (۱).

ترجمہ:

"توفی" سے مراد سلانا ہے، (اسکے بعد "رفع" ہے، جو اپنے وضعی معنی میں ہے)، اللہ تعالی کا ارشاد "کہ اللہ تعالی ارواح بشریہ کو موت کے وقت قبض کرتا ہے یہ اسی قبیل سے ہے، اور جو مریں نہیں انہیں ان کی نیند کے وقت میں قبض کرتا ہے"، تو نیند کو وفات فرمایا، (موت نہیں فرمایا)، اور حضرت عیسی علیہ السلام سو گئے، سو اللہ تعالی نے انہیں سوتے حالت میں اٹھالیا، تا کہ خوف محسوس نہ فرمائیں".

اس اعتبار سے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی موت ثابت نہ ہوئی، اور مرزا صاحب کا نیند کو موت قرار دینا بھی باطل ٹھہرا، نیز حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" کو اور ان کے "رفع" کو ان کی وقوع شدہ موت سے تعبیر کرنا بھی باطل ہوا.

ماحصل:

ارشاد باری تعالی: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ [آل عمران:۵۵]. توفیٔ عیسی علیہ السلام یعنی ان کے "قبضۂ تام سے

---

(۱) تفسير خازن: (۱/۲۵۱).

مراد "توفی" کی نوعِ رفع ہو، اور ان کو کفار سے "تطہیر" فرما کر آسمان تک پہنچانا ہے، اس سے بھی مرزا کی تاویل "توفی" برائے موت کی نفی اور بطلان ہوا، یا "توفی" کی نوع "انامہ" (سلانا) ہو کہ رفع کے وقت انہیں سلا کر "رفع" ہوا اس سے بھی ان کی حیات ثابت ہوئی، اور مرزا صاحب کی تاویل "توفی" برائے موت کی نفی اور بطلان ہوا، یا "توفیٔ اماتہ" ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزولِ آسمان کے بعد انہیں وفات دینا مراد ہو، تب بھی ان کی تا حال حیات ثابت ہوئی، اور مرزا صاحب کی تفسیر "توفی" برائے وفات و موت کا بطلان ہوا.

راجح قول:

اس آیت کی تفسیر میں راجح قول جمہور مفسرین کا ہی ہے، کہ

توفیٔ عیسی علیہ السلام

بلا موت.

بلا نیند.

رفعِ سماوی ہے.

یہاں تک ہم نے مرزا صاحب کی تفسیر "توفی" بمعنی (وفات دینا)، اور "رفع" بمعنی عزّت کے ساتھ اٹھانا، پھر ہر دو کا معنی و مدلول وفاتِ عیسی علیہ السلام کا اثبات، اور ان کی حیات کو نفی کرنے کا ابطال کر دیا.

اب مرزاصاحب کی اس آیت کی تفسیر میں بقیہ تأویلات کابطلان پیش ہوتاہے.

چوتھی وجہ ابطال تأویل مرزابرائے آیت ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾:

آیت مبحوثہ عنہا کی تأویل میں مرزاصاحب نے اس میں وارد کلمہ "و" کو ترتیب وتعقیب کے لئے بتایاہے، اور "**واو**" کاترجمہ کیاہے "**اور پھر**"، حالانکہ "**واو**" صرف جمع کے لئے ہوتی ہے، نہ کہ ترتیب وتعقیب کے لئے.

یوں مرزاصاحب نے لغت، بلاغت، نحو وصرف اور اصول وغیرہ جملہ علوم اور اسکے علماء کی مخالفت کرتے ہوئے، ایساترجمہ کیاہے.

صاحبِ "کافیہ" کہتے ہیں:

"الواو" للجمع المطلق لا ترتيب فيها".

"واو" مطلقاً جمع کے لیے ہوتی ہے، اسمیں ترتیب نہیں ہوتی".

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"إِنَّ الْوَاوَ فِي قَوْله ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ لاَ تُفِيدُ التَّرْتِيبَ فَالآيَةُ تَدُلُّ عَلى أَنَّهُ تَعالَى يَفْعَلُ بِه هَذه الأَفْعالَ، فَأَمَّا كَيفَ يَفْعَلُ، ومَتَى يَفْعَلُ، فَالأمرُ فيه مَوْقُوفٌ عَلَى الدَّليل، وَقَدْ ثَبتَ الدَّليلُ أَنَّهُ حَيٌ. وَوَرَدَ الْخَبَرُ عَنِ النَّبِي ﷺ: «أَنَّهُ سَيَنْزِلُ وَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ». ثُمَّ إِنَّهُ تَعَالَى يَتوَفَّاهُ بَعْدَ ذَلِكَ" (١).

"واو" اللہ تعالی کے ارشاد ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ میں "واو" ترتیب کا فائدہ نہیں دیتی، آیت اس پر دلالت کرتی ہے، کہ اللہ تعالی حضرت عیسی

(١) تفسير الرازي: (٨/٢٣٧)، والتفسير الكبير: ٢.

علیہ السلام کے ساتھ یہ افعال کرے گا، رہا یہ کہ کیسے کریگا؟ اور کب کریگا؟ تو یہ دیگر دلیل پر موقوف ہے، اور دلیل سے یہ ثابت ہو چکا، کہ وہ زندہ ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام نے بھی خبر دی ہے، کہ وہ اتریں گے، اور دجال کا قتل کریں گے، پھر اسکے بعد رب تعالی انہیں وفات دے گا"

پانچویں دلیل کلمہ "رفع" اور مرزا صاحب کی مخالفت:

لفظِ "رفع" کو مرزا صاحب کا عزّت کی موت پر حمل کرنا، کہ اس سے وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی ان کے آسمان سے نزول سے قبل ہی وفات ثابت کرے، یہ لغتِ عربی کی کھلی مخالفت ہے، یہ اس کلمہ کی وضع کی مخالفت ہے، اسکی تفسیر میں وارد متواتر نقل کی بھی مخالفت ہے، ہم نے "رفع" پر اپنے مخصوص مقالہ حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" میں اہلِ تفسیر کے اقوال تفصیل سے ذکر کئے ہیں.

مرزا کی تفسیر کا ملاحظہ کیجیئے، وہ ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ کا ترجمہ یوں کرتا ہے، "اور پھر عزّت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں"، مرزا صاحب کا اس اسلوب سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا کئی وجوہ سے سراسر باطل ہے.

اولاً: لفظِ "رفع" کا معنی لغت میں کسی شئی کے نیچے سے اوپر منتقل ہونا ہے، اس کا عزت یا عزّت کی موت سے کوئی تعلق نہیں ہے.

ثانیاً: یہ مرزا صاحب کا لغت عرب میں ناجائز تصرف ہے.

ثالثاً: یہ قرآن کریم کی نص میں زیادتی ہے.

رابعًا: یہ "الحاد فی آیات اللہ" کے زمرے سے ہے، اگر "رفع" سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام کی رفعتِ منزلت بھی ہو، تو اس سے ان کی وفات ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ رفعتِ منزلت اور حیات میں کوئی تباین نہیں، رفعتِ منزلت اور رفعتِ جسدی میں کوئی تعارض نہیں ہے.

حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کے بارے میں باری تعالی کے اس ارشادِ گرامی: ﴿ وَرَفَعَ أَبَوَيۡهِ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ وَخَرُّواْ لَهُۥ سُجَّدٗاۖ ﴾ [یوسف:۱۰۰] "انھوں نے اپنے والدین کو عرش پر بلند کیا، اور وہ اسکے سامنے سجدہ ریز ہو گئے"، دونوں رفعتیں جمع ہیں، "رفعتِ منزلت" بھی، اور "رفعتِ جسدی" بھی، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کو حق تعالی شانہ نے رفعتِ منزلت عطا فرمائی، تو یہ ان کی "رفعتِ جسدی" کے خلاف نہیں ہے.

خامسًا: یہ بھی یاد رہے کہ عربی کے محاورات میں کہیں لفظِ "رفع" (عزت کی موت) کے معنی میں استعمال نہیں ہوا، نہ ہی قرآن کریم میں اسکی کوئی نظیر ہے، اور نہ ہی سنتِ مطہّرہ میں اسکی کوئی مثال ہے، محض مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ پنجابی تصرّف ہے.

پنجابی زبان میں بعض لوگ، "اٹھا لے"، یا "اٹھا لیا" کو موت کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، لہذا مذکورہ ترجمہ کرتے ہوئے شاید پنجابی متنبیٔ کو یہ یاد نہ رہا، کہ قرآن کریم اللہ تعالی کا کلام ہے، جو عربیٌ مبینٌ میں نازل ہوا ہے.

یہاں تک مرزا صاحب کی ﴿ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾ کی تفسیر کا بطلان ہوا.

چھٹی وجہ "تطہیر" کی مرزا کی تفسیر کا بطلان:

ارشادِ ربانی ﴿ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ [آل عمران:۵۵] کا ترجمہ مرزا غلام احمد قادیانی یوں کیا ہے: "اور کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنے والا ہوں".

بلا شک وریب حضرت عیسی علیہ السلام اہلِ کفر کے اتہامات سے بری ہیں، مگر اس قرآنی نص کا موقع اور محلِ وقوع اس امر کے بیان کا متحمل نہیں ہے، لہذا مرزا صاحب کی مذکورہ تفسیر باطل ہے، کیونکہ مقام یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کو ان کے دشمنوں کے مکر و فریب سے نجات دی جائے، ان کی ذات کی حفاظت ہو، تو یہاں پر انہیں اوپر اٹھا لینے میں ان کی کفار سے "تطہیر بھی ہے کہ وہ اہلِ شرک کی دسترس سے دُور ہو جائیں کہ وہ ان تک پہنچ نہ سکیں، اور وہ انہیں "رفع" کے ذریعہ آسمان پر ایسی جگہ پہنچا دینا ہے، کہ جہاں تک ان کے دشمنوں کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی، یہی مسلم مفسرین نے تطہیر کی تفسیر میں کہا ہے، جیسے کہ "تفسیر کبیر"، معالم التنزیل"، "خازن"، "ابن کثیر" اور "کشاف" میں مذکور ہے.

بلکہ "فتح البیان" اور "ابن کثیر" نے تو یہ صراحت بھی کر دی کہ اللہ تعالی کی "تطہیر عیسی علیہ السلام" سے مراد ان کا آسمانی رفع ہے.

لہذا یہ امر ذہن نشیں رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی آیتِ مبحوثہ عنہا: ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ [آل عمران: ۵۵] میں مندرجہ ذیل کھلی اغلاط ہیں.

اولاً: "توفی" کو "موت" پر حمل کرنا.

ثانیاً: "واو" کو "ثم" کے معنی پر حمل کرنا.

ثالثاً: "رفع" کو "عزت کی موت" پر حمل کرنا.

رابعاً: "تطہیرِ عیسی علیہ السلام" کو "کفار کی تہمتوں سے پاک کرنے" پر حمل کرنا.

یہ تمام کاروائی صرف حضرت عیسی علیہ السلام کی ان کے نزول سے قبل وفات ثابت کرنے کی سعی کے لئے کی گئی، جو لغت، نقلِ متواتر اور اجماعِ امت کے خلاف ہے. الحمد للہ یہاں تک ہم نے آیتِ مذکورہ کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تفسیری اغلاط کا مفصل بیان، اور اس آیت سے اسکے وفاتِ مسیح پر استدلال کا ابطال کر دیا، "فالحمد للہ علی ذلک"، ہم دعا گو ہیں کہ حق تعالی ابنائے ملتِ اسلامیہ کو حق پر استقامت، اور ابنائے ملتِ قادیانیت کو راہِ ہدایت کی معرفت نصیب فرمائے، **(آمین).**

درود وسلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(چودھواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"دوسری آیتِ قرآنی ارشادِ ربانی:

﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾

سے مرزا غلام احمد قادیانی کا وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال،

اور اسکا ابطال"

چودھویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) قسمِ اول کی (سات آیات میں سے) دوسری آیتِ قرآنی کا تعیّن۔

۲) قادیانیت کا دونوں آیت کے محتویات کو خلط کرنا، اور مرزا قادیانی کی کاروائی۔

۳) مرزا کے استدلال کی وجوہِ ابطال۔

۴) مرزا کی باطل کاروائی، اور اس کے بطلان کی وجوہ۔

۵) اللہ تعالی کے قول ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ [مائدہ:۱۱۷] کے متعلق مسلم مفسرین کی تفسیرات کا ذکر۔

۶) مسلم مفسرین کے عمومی بشر کی "توفی" میں اقوال۔

۷) قرآنی نص کے مطابق سوال وجواب کی تعیین۔

۸) علماء اسلام کا اہم واجب۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

قال الله عزّ وجلّ: ﴿وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَٰنَكَ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥ ۚ تَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِى وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِى بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾﴾ [مائدہ: ١١٦-١١٧].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم".

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**چودھواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے:

"**دوسری آیتِ قرآنی ارشادِ ربانی: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال اور اس کا ابطال**"۔

قرآن کریم کی وہ آیات جن سے مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے، اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص

بھی ہیں، اسے ہم نے قسم اوّل سے تعبیر کیا ہے، اور یہ آیت اس پہلی قسم کی سات آیات میں سے دوسری آیت ہے، ہم نے اپنے خطبہ میں قرآن حکیم کی جو آیات قرآنی پیش کی ہیں، **ان دونوں آیتوں کا اردو ترجمہ یوں ہے.**

ترجمہ: "اور جب (روزِ قیامت) اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام سے فرمائیں گے، کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالینا، تو حضرت عیسی علیہ السلام فرمائیں گے، کہ تو پاک ہے، میرے لئے مناسب نہ تھا کہ میں وہ کہتا جسکا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسا کہا، تو تُو یقیناً اسے جانتا ہے، اور تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو علام الغیوب ہے، میں نے تو صرف وہی کہا جسکا تونے مجھے حکم دیا، کہ تم اللہ کی عبادت کرنا، جو میرا اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر اس وقت تک گواہ رہا جب تک ان میں موجود رہا، اور جب آپ نے مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا، تو آپ ہی ان پر نگران رہے، اور آپ تو ہر چیز پر گواہ ہیں"۔

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے: **"الدین النصیحة"**: "دین خیر خواہی کا نام ہے"۔

مذکورہ آیتِ قرآنی مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی "توفّی" سے قبل قوم پر شہید (گواہ) ہونا۔

"توفّی" کے بعد اللہ تعالیٰ کا قوم پر رقیب (نگران) ہونا۔

☆ یاد رہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک شِرکی مقولہ کے بارے میں یہ سوال ہو گا کہ "کیا آپ نے اپنی قوم سے ایسا کہا؟ کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لینا؟ حق تعالیٰ شانہ جو علام الغیوب ہیں جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ایسا شِرکیہ کلمہ صادر نہیں ہوا مگر باری تعالیٰ کی اس سوال و جواب سے غرض صرف اہلِ شرک کی فضاحت ورسوائی اوران پر حجّت قائم فرمانا ہے، اور یہ اس سنت ربانی کی ایک مثال ہے، یا حق تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال، ایسا ہی ہے جیسے وہ روز قیامت تمام امتوں کے اہل حق سے ان اہل شرک کے بارے میں سوال فرمائیں گے جنہوں نے ان کی عبادت کی ہو گی، اور وہ اہلِ شرک ناحق طور پر اللہ تعالیٰ کے مقربین کی طرف شِرکیہ تعلیمات کی نسبت بھی کرتے رہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِى هَٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا ٱلسَّبِيلَ ﴾ [فرقان:۱۷].

ترجمہ: "اس روز اللہ تعالیٰ اپنے ان (مقربین) اور ان کی ناحق عبادت کرنے والوں کو جمع فرما کر صالحین سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا

یا وہ خود ہی راہ راست سے پھر گئے"؟

تو وہ جواب میں کہیں گے، اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ہمارے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ ہم تیرے سوا انہیں دوست بناتے، یعنی وہ صالحین و مقربین روز قیامت ان مشرکین اور ان کے شرک سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے۔ اس سوال و جواب سے اللہ کی غرض اہل شرک کی رسوائی اور ان پر اتمامِ حُجت ہے۔

☆ جب حق تعالی شانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مذکورہ سوال فرمائیں گے، تو وہ جواب میں اس شِرکیہ مقولے کی اپنی طرف نسبت کی نفی فرماتے ہوئے کہیں گے، کہ "تو پاک ہے، میرے لیے روانہ تھا کہ میں کوئی ناحق بات کہتا، اگر میں نے کہا ہوتا تو تجھے اسکا علم ہوتا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، میں نے تو صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ تم اللہ کی عبادت کرنا جو میرا اور تمہارا رَبّ ہے"، اللہ تعالی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کے الفاظ بالکل واضح اور متعین ہیں، قرآن کریم نے صیغۂ سوال میں صرف حضرت عیسیٰ کو ایک قول کے بارے میں پوچھے جانے کا ذکر کیا ہے، کہ کیا آپ نے ایسا کہا تھا؟ اسی طرح قرآن کریم نے صیغۂ جواب میں بھی صرف اسی قول کے بارے میں حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف سے اس (قول) کے کہنے کی نفی کا ذکر کیا ہے، کہ میں نے ایسا نہیں کہا تھا۔

جب روزِ قیامت حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ کو معبود بنانے والے اپنے شِرک کی نسبت اللہ کے نبی کی طرف کریں گے، کہ انھوں نے ہمیں ایسا کہا تھا، اور حضرت عیسی علیہ السلام اس کا رَدّ فرما دیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ایسے کہنے سے انکار پر اہل شِرک کی فضاحت ہو گی، اور ان پر اتمامِ حجّت ہو گی، جیسے کہ ہر امت کے اہل حق اور مقربین کی عبادت کرنے والوں کی روزِ قیامت اللہ کے سوال اور صالحین کے جواب سے ہو گی۔

✩ قرآنی مذکورہ نص میں اس سوال و جواب کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رَبّ تعالیٰ کے ساتھ مزید مکالمہ کا بھی ذکر ہے، اور یہ انبیاء کی سنت رہی ہے کہ وہ اپنے محبوبِ اعظم جنابِ باری تعالیٰ جلّ وعلا کے ساتھ کثرت مکالمہ میں لذّت روحانی اور زیادتی ایمانی کی خاطر طوالت اختیار کر لیتے ہیں، جیسے موسیٰ علیہ السلام کو رَبّ تعالیٰ کی طرف سے صرف اتنا سوال ہوا: ﴿ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿١٧﴾ ﴾[طہ:۱۷]، "**اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے**"؟ جسکا جواب صرف یہی ہے کہ "**یہ میری لاٹھی ہے**"۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے مکالمہ میں طوالت برائے لذّتِ روحانی کہ انہوں نے اس لاٹھی کے فوائد و منافع کا ذکر شروع فرما دیا کہ اس محبوبِ اعظم کے ساتھ مکالمہ محبین کے لیے زیادتی ایمان و تسکینِ روحانی کا باعث ہوتا ہے، تو سوال و جواب کے علاوہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف سے یہ مقولہ

بھی اسی قبیل سے ہے، آپ نے فرمایا: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔

ترجمہ: "اور میں جب تک قوم میں رہا ان پر گواہ رہا اور جب تو نے میری توفّی فرمادی، توتُو ہی ان پر نگران رہا"، اور یہ امر بالکل واضح ہے کہ اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف سے دو امر کا بیان ہوا ہے۔

اولاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم پر "شہید" (گواہ) ہونا اس زمانے تک کے لیے جب تک وہ ان میں موجود رہے.

ثانیاً: جب انکی توفّی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کا ان پر نگران ہونا ہے، مذکورہ فرمانِ ربانی میں یہ ہرگز موجود نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قوم کی حالت کا سوال ہو گا، نہ اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے قوم کی حالت کے بارے لاعلمی کے اظہار کا ذکر ہے، نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تاحیات قوم کی گمراہی کی ذمہ داری کا ذکر ہے، نہ کہیں ان کی وفات کا ذکر ہے، نہ وفات کے بعد قوم کی گمراہی سے ان کے بریٔ الذمہ ہو جانے کا بیان ہے، لہٰذا یہاں پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان امور کی طرف اشارہ کر دیں جن کا ذکر نص قرآنی میں نہیں ہے مگر قادیانیت نے ان کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے، کہ وہ اپنے مقصود (وفات عیسیٰؑ) کے لیے حیلہ سازی کر سکے۔

مندرجہ ذیل امور ہرگز ہرگز قرآنی نص میں موجود نہیں ہیں:

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ربّ تعالیٰ کا قوم کی حالت کے بارے میں سوال۔

۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قوم کی حالت کے بارے لاعلمیت کا اظہار۔

۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کی گمراہی کے بارے میں ذمہ داری اور وہ بھی تاحیات ذمہ داری کا ذکر۔

۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا قوم کی حالت کے بارے میں لاعلمیت کے لیے عذر ہونا، اور ان کی وفات کا حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے قوم کی گمراہی سے بریٔ الذمہ ہونے کے لیے عذر بننا۔

قرآن کی مذکورہ دوآیات یادیگر کسی قرآنی آیت میں بالتخصیص حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قوم کی حالت کے بارے میں سوال اور ان کے قوم کی حالت سے لاعلمی کے اظہار کا کہیں ذکر نہیں، نہ ان کے اپنی قوم کی گمراہی کے تاحیات ذمہ دار ہونے کا ذکر ہے، کہ انہیں وفات شدہ مان لینے سے ان کا اظہار لاعلمیت درست ٹھہر جائے، ورنہ وہ کاذب ٹھہریں، یا وہ وفات شدہ ہونے سے قوم کی گمراہی سے بریٔ الذمہ ہو جائیں، ورنہ (معاذاللہ) وہ قوم کے جرائم کے ذمہ دار ٹھہریں، یہ محض قرآن مخالف قادیانی مفروضہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ:

ہم تو قادیانیت کے قرآن کریم میں ان غیر شرعی تصرفات اور نص قرآن میں اضافات کو تسلیم ہی نہیں کرتے مگر فرضِ محال اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ ماننے کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ جو اضافات مرزا صاحب نے کیے ہیں پھر ان پر جو اشکالات انہوں نے وارد کیے ہیں ان کا رفع ان کی وفات نہیں کر سکتی۔ کیونکہ:

اولاً: قادیانیت کا یہ اشکال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ نہ مانیں تو ان کا قوم کی حالت کے بارے میں لاعلمی کا جواب جھوٹ ہو گا جو نبی کے لائق نہیں، جسکے ردّ میں ہم کہتے ہیں کہ جب خود مرزا صاحب کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کی حالت پر انہیں آسمان ہی پر مطلع کر دیا تھا، پھر اگر مرزا صاحب بعد میں بجائے ان کے آسمان پر زندہ ہونے کے ان کے لیے سری نگر میں قبر تجویز کر دیں، تو پھر بھی ہم کہیں گے، جو اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر قوم کے حالات سے مطلع کر سکتا ہے، کیا وہ قبر میں اُسے امت کے حالات سے آگاہ نہیں کر سکتا؟ تو پھر کیسے ان کی وفات ان کی لاعلمیت کے جواب کی تصحیح کے لیے عذر بن سکے گی۔

ثانیاً: اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ان کی قوم کی گمراہی سے تب ان کے برئ الذّمہ ہونے کے لیے عذر ہوتی اگر ان کی قوم ان کی وفاتِ مزعومہ کے بعد گمراہ ہوتی، جبکہ مرزا صاحب اس امر کی تصریح کر چکے ہیں، کہ انجیل کو اترے

ابھی تیس برس بھی نہ گزرے تھے کہ قوم گمراہ ہوگئی، اور اس نے خدا کی جگہ ایک عاجز بندے کو معبود بنالیا، اور یہ بھی مرزا صاحب کی تصریح ہے کہ وہ ۱۲۰ برس کی عمر تک زندہ رہے، اور انہوں نے واقعہ صلیب کے ۸۷ برس بعد وفات پائی، تو اگر ۱۲۰ سے تیس سال منہا کر دیں، (نکال دیں)، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کی گمراہی کے بعد بھی نصف صدی سے زائد عرصہ تک زندہ رہے، اور قوم گمراہ ہو چکی تھی، لہٰذا انہیں وفات شدہ ماننے سے کیسے ان کی قوم کی گمراہی سے برأت ہو سکتی ہے؟ یہ امر واقع ہو گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو وفات شدہ تسلیم کرنے سے نہ ان کے اظہارِ لاعلمیت کے جواب کی تصحیح ہو سکی، نہ گمراہ قوم کے جرم سے حضرت عیسی علیہ السلام کے بری الذمہ ہونے میں کوئی مدد ملی، تو پھر ناحق یہ قول کیا جائے۔

ثالثاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جب قادیانیت یہ کہتی ہے کہ وہ کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے، اور قوم شام میں ان سے دور تھی، وہ اسکی حالت سے بے خبر تھے، تو قادیانیت نے حضرت عیسی علیہ السلام کی قوم کی حالت سے لاعلمی کا عذر ان کی ہجرتِ کشمیر کو کیونکر نہ ٹھہرایا؟ رہا قرآن کریم تو اس نے تو ہجرتِ کشمیر کا ذکر اس لیے نہ کیا کہ یہ واقع ہی نہیں ہوئی، قادیانیت نے بھی کشمیر کی ہجرت کو عذر نہیں ٹھہرایا کہ اسے علم تھا کہ کشمیر کی یہ ہجرت کی کہانی بے اصل اور من گھڑت ہے، تو موت کو اگر عذر بنالیا جائے، تو شاید اسے کچھ فوائد حاصل ہو سکیں؟ من جملہ ان کے مرزا صاحب کے ادعاء مسیحیت میں مدد مل سکے، مگر موت کو عذر بنانا کسی بھی صورت میں درست نہ ٹھہرا، سب پر مستزاد یہ کہ وہ واقع ہی نہیں

ہوئی، دراصل قادیانیت کا مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے تصحیحِ جواب یا ان کی برأت نہیں، بلکہ انہیں وفات شدہ ثابت کرکے مرزا کی مسیحیت کو چمکانا تھا، جسکی خاطر اس نے یہ سب کچھ وضع کیا، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے قوم کی حالت کا سوال کیا، اور انہوں نے قوم کی حالت سے لاعلمی کا اظہار کیا، اگر انہیں زندہ مان لیں تو یہ کذب ہوگا کہ وہ تو آسمان سے اترنے کے بعد سارے حالات سے واقف ہوچکے ہوں گے، تو پھر کیسے لاعلمی کا اظہار؟ اگر انہیں فوت شدہ مان لیں تو نہ وہ آسمان سے اتریں گے نہ قوم کے حالات سے واقف ہوں گے، اور یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب درست ٹھہرا جائے گا، اور ان کی جھوٹ سے برأت ہو جائے گی، اور قادیانیت کا بھی کچھ کام نکل جائیگا.

رابعًا: ہم کہتے ہیں کہ نہ تو اللہ تعالی کی طرف سے ایسا سوال اس جگہ قرآن نے ذکر کیا ہے، اور نہ ہی وہ جواب جسکا قادیانیت نے یہاں اضافہ کیا ہے، کہ مجبورًا یہ کہا جائے کہ وہ وفات پا گئے، پھر ان کی وفات ہی ان کے لئے قوم کے حالات سے لاعلمیت کا عذر ہو؟ اور اس میں ان کی قوم کی گمراہی سے بھی برأت ہو سکے؟ ہم نے اس امر کی تفصیل سے وضاحت کردی، کہ وفات نہ اظہارِ لاعلمیت کے لئے عذر بن سکتی ہے، نہ برأتِ ذمہ کے لئے سبب ہو سکتی ہے، کہ اسے مجبورًا تسلیم کرلیا جائے، دراصل قادیانیت کی مجبوری یہ نہیں ہے، صرف وہی ہے جسکا ہم نے ذکر کیا ہے، اور وہ ہے مرزا کا مسیحیت کا دعوی کرنا اور اسکی تصحیح، نہ کہ جوابِ عیسی علیہ السلام کی تصحیح، یا برأتِ عیسی علیہ السلام۔

جو قرآن حکیم نے بیان فرمایاوہ یہ ہے:

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَآ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ الْغُيُوبِ﴾ [مائدہ: ۱۰۹]۔ ترجمہ: "جس روز اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا اور ان سے ان کی دعوت پر ان کی قوموں کے ردّ عمل کے بارے میں سوال کرے گا، تو وہ کہیں گے (لا علم لنا) ہم بے علم ہیں"۔

تو حضراتِ انبیاء کا سوالِ ربانی پر اپنی اقوام کے بارے میں (لا علم لنا) فرمانا، حالانکہ یہ سوال وجواب تو ان کی حیات میں ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر ہیں، اسکی وجہ یہ ہے کہ نبی کا جنابِ باری تعالی کے سامنے (لا علم لنا) یعنی اظہارِ لا علمیت فرمانا، یہ ان کی وفات وجہ سے، یا قوم کے حالات سے جہالت کی وجہ سے نہیں ہے، کہ اس لاعلمیت پر نبی کو وفات شدہ کہا جائے، بلکہ یہ جواب محض حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا باری تعالی کے ساتھ کمال ادب اور تواضع کا اظہار ہے، جیسے کہ اصحاب رسول ادباً آپ کے سامنے ہر سوال پر یوں فرماتے، "الله ورسوله أعلم"، "اللہ ورسول ہی بہتر جانتے ہیں"، تو ادباً اظہارِ لاعلمیت تواضع کی وجہ سے ہوتا ہے، وفات کی دلیل نہیں ہوتا۔

اصل حقیقت کیا ہے:

اس باب میں اصل حقیقت اور قادیانی خلط کیا ہے؟ اسے جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم کے جن مقامات پر روز قیامت واقع ہونے والے

سوال وجواب کا ذکر ہے، اس کا مطالعہ کریں، (اور ان تین مقامات کا استحضار کر لیں)۔

اولاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال وجواب کا۔

ثانیاً: صالحین امم سے سوال وجواب کا۔

تو قرآن کریم کے بیان میں صیغۂ سوال اور صیغۂ جواب متعین ومعلوم ہو چکے ہیں۔

ثالثاً: حضرات انبیاء کرام تو روز قیامت ان سے اللہ تعالی کا دنیا میں ان کی دعوت پر ان کی اقوام کے ردّ عمل کے بارے سوال، اور حضرات انبیاء کا جواب وہی ہے جس کا ذکر ابھی ہم نے کر دیا ہے، اور یوں اہلِ ایمان پر حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے ربّ تعالی کے سوال پر "لا علم لنا" کہنے کی حقیقت بھی کھل گئی ہے، کہ وہ ان کی تواضع اور کمالِ ادب کی دلیل ہے، ان کی وفات کی نہیں۔

قادیانیت کی مبحوثہ عنہا دونوں آیات کے مضمون میں تحریفات:

قادیانیت نے ان دونوں آیتوں کے مضمون میں خلط کیا ہے، اور اسکی غرض صرف مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کی خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی ناکام سعی ہے۔

اور یہ اسکی مندرجہ ذیل تحریفات ہیں۔

پہلی تحریف:

اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کا صیغہ تو یوں ہے: ﴿ءَأَنتَ

﴿ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ﴾ [مائدہ:۱۱۶]۔ "کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا"؟ کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالینا"؟ مگر قادیانیت نے اسے قوم کی حالت کا سوال ٹھہرادیا۔

دوسری تحریف:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب بھی متعین ہے جس کے الفاظ یوں ہیں: ﴿ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ﴾ [مائدہ:۱۱۷]۔ "میں نے انہیں صرف وہی کہا جسکا آپ نے مجھے حکم دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جو میرا اور تمہارا رب ہے، مگر قادیانیت نے اسے قوم کی حالت سے لاعلمیت کا اظہار بتادیا۔ ہم کہتے ہیں یہی "الحاد فی آیات اللہ" ہے۔

تیسری تحریف:

قادیاینت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کی گمراہی کا تاحیات ذمہ دار ٹھہرایا۔ حالانکہ انہوں نے ہرگز ایسا نہیں کہا تھا، صرف اتنا کہا تھا کہ "میں قوم میں گواہ رہا جب تک ان میں رہا"۔ مگر قادیانیت نے حضرت عیسی علیہ السلام کے گواہ ہونے کو قوم کی گمراہی کا "ذمہ دار" ہونے سے تبدیل کیا، یہ بھی کھلی تحریف ہے، بلکہ گواہ کو ذمہ دار ٹھہرانا بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی سنت، نبوت کے وظیفہ، قرآنی بیان اور انسانی تعامل کے خلاف ہے، کسی واقعہ کا گواہ، حادثہ کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاتا، قادیانیت کی یہ تینوں تحریفات الحاد فی آیات اللہ کے زمرے میں آتی ہیں۔

نام نہاد عذرِ قادیانیت:

قادیانیت نے جو کچھ تحریف و تصریف اور تبدیلی کی، اس نے اس کا سبب یہ بتایا کہ وہ آیت کے مضمون اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کی درستگی اور ان کی برأت کی خاطر ہے، ہم کہتے ہیں کہ ہرگز ایسا نہیں، قادیانیت کی یہ تمام کاروائی اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی خاطر ہے۔

مختصرًا سمجھ لیں کہ قرآن حکیم کی مبحوثہ عنہا دو آیات میں جو امور ذکر نہیں ہوئے، (مگر قادیانیت کی اپنی ایجاد ہیں)، **وہ مندرجہ ذیل ہیں۔**

- ✫ ان دونوں آیتوں میں کہیں ذکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کی حالت کے بارے میں سوال کریں گے۔
- ✫ نہ یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسی علیہ السلام سے یہ سوال عالمِ برزخ میں کر چکے ہیں.
- ✫ یہ بھی ذکر نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی حیات میں قوم کی گمراہی کے ذمہ دار ہیں، مگر حیات کے بعد نہیں ہیں۔
- ✫ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات (جو بقولِ قادیانیت قبل از نزول ہو چکی)، اسکا کہیں ذکر نہیں ہے۔
- ✫ نہ ہی یہ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوابًا اپنی برأت کی خاطر یہ ذکر کریں گے کہ چونکہ وہ وفات پا چکے تھے لہٰذا قوم کی گمراہی کے وہ ذمہ دار نہیں۔

قادیانیت کے خودساختہ سوال وجواب تسلیم بھی کرلیں:

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم کی حالت کے بارے سوال ہو گا، جس پر ان کا جواب لاعلمی کا اظہار ہو گا، تب بھی انہیں وفات شدہ ماننے کی ضرورت نہیں، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اللہ کے سامنے کسی امر پر لاعلمیت کا اظہار کرنا، نہ ان کی جہالت کی دلیل ہوتا ہے، نہ ان کی وفات کی، بلکہ یہ تو ان حضرات کا محض اپنی ذات کو اللہ کے سامنے تواضعاً فنا کرنے، اور ان کے باری تعالیٰ کے ساتھ ادب میں کمال کی دلیل ہوتا ہے، یہی حضراتِ انبیاء کی سنت ہے، اس سے ان کی کذب بیانی لازم نہیں آتی ہے، بلکہ تصور کرنا، اور ایسا کہنا ہی حضرات انبیاء کرام کی شان میں گستاخی اور خود قائل کی لاعلمی کی دلیل ہے۔

قادیانیت کی دونوں آیات میں کارروائی کا خلاصہ اور سبب کا مکرّر بیان برائے تثبیتِ اذہان:

قادیانیت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کی خاطر آیاتِ مبحوثہ عنہا میں جو کارروائی کی، **اسکا خلاصہ یوں ہے۔**

اولاً: مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کی گمراہ کا ذمہ دار ٹھہرایا جو قرآن کریم کے حضرات انبیاء علیہم السلام پر واجب ذمہ داری کے بیان کے خلاف ہے۔

ثانیاً: مرزا قادیانی نے "سوال کے بارے میں یہ کہا کہ وہ قوم کی حالت کے

بارے میں تھا جو قرآن حکیم کی نص کے سراسر خلاف ہے۔

ثالثًا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب قوم کی حالت کے بارے میں لا علمی کا اظہار ہے، اس آیت میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

رابعًا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی حالت سے لا علمی کا سبب ان کی وفات ہے، اس امر کا بھی یہاں ذکر نہیں۔

خامسًا: اس آیت میں ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ کا معنی "أمتَّني" ہے، (یعنی تو نے میری توفّی فرمائی کا معنی کہ تو نے مجھے موت دی ہے)، یہ بھی کسی مسلم مفسر کی تفسیر نہیں، محرف قادیانی تأویل ہے۔

سادسًا: مرزا قادیانی نے اپنی اس کارروائی کا موجب اس امر کو قرار دیا کہ وہ اگر ایسا نہ کریں تو (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب جھوٹ ہو گا، کیونکہ اگر انہیں زندہ کہا جائے اور یہ کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں آئیں، تو انہیں قوم کے حالات کا تو علم ہو جائے گا، پھر ان کا لا علمی کا اظہار جھوٹ ہو گا، اور یہ کذب بیانی اللہ تعالیٰ کے نبی کی شان کے خلاف ہے۔ لہٰذا ان کی لا علمی کے اظہار کا عذر ان کی وفات ہے، قرآن کریم نے ایسی بات کہیں ذکر نہیں فرمائی ہے، نہ ہی ان کی وفات اظہارِ لا علمیت یا برأت ذمہ کے لئے عذر بن سکتی ہے، (جسکو ہم نے مکرّر بیان کر کے خوب وضاحت کر دی ہے)، "فالحمد لله على ذلك"۔

مرزا کا اپنی کارروائی کے لیے وجہ جواز:

مرزا قادیانی کے بقول، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

مَّا دُمْتُ فِيهِمْۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔
اسمیں (بقول مرزا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعتراف کہ میں قوم کا تاحیات ذمہ دار رہا ہوں، پھر ان کا قول جب تو نے مجھے وفات دے دی، تو میری ذمہ داری بھی نہ رہی، جس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ وفات پا چکے ہیں، کیونکہ وہ تو قوم کی مسؤلیت سے اپنی وفات کی وجہ سے فارغ ہوئے، اگر انہیں زندہ مانتے تو وہ قوم کے جملہ احوال کے تاحیات ذمہ دار تھے، پھر ہم ان کی وفات تسلیم نہ کریں تو ظاہر ہے کہ وہ قوم کے حالات پر دوبارہ آمد پر مطلع ہوگئے، چاہے آسمان پر اللہ تعالی نے انہیں اطلاع دے دی ہو، یا اتر کر قوم میں آکر ان کے حالات پر مطلع ہوئے، تو روز قیامت اللہ تعالیٰ کے قوم کے بارے سوال پر وہ کیسے لاعلمی کا اظہار کر سکتے ہیں؟ لہٰذا جب ہم کہیں ان کی وفات ہو چکی تو ان کا قوم کے حالات سے لاعلمی کا اظہار بسبب وفات درست رہیگا، کہ وہ دوبارہ قوم میں آئے ہی نہ ہوں گے، نہ ان کے حالات پر مطلع ہوئے ہوں گے۔

اس طرز استدلال کا بطلان:

مرزا صاحب کی مذکورہ کارروائی اور وجہِ جواز پر ہم یوں کہتے ہیں۔ کہ:

اولاً: قرآن کریم نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیے جانے والے سوال کی نص متعیّن فرمادی، جو ایک شِرکی مقولہ کے بارے میں ہے۔ وہ قوم کی حالت کے علم کے بارے میں ہے ہی نہیں، اور وہ یہ ہے کہ "اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنانا"، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

جواب کی نص کا بھی قرآن نے تعیّن فرمادیا، اور وہ یوں کہ "اے اللہ تو پاک ہے میرے لیے درست نہیں تھا کہ میں حق کے سوا کچھ کہتا، میں نے انہیں بس وہی کہا جسکا تو نے مجھے حکم دیا کہ تم اللہ کی عبادت کرنا جو میرا اور تمہارا رَب ہے"، ہاں! قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس مقولے کا ذکر بھی فرمایا ہے، جو اللہ کے نبی کی طرف سے سوال وجواب پر مستزاد برائے لذتِ روحانی ہے، اور ایسی زیادتی دو مکالمہ ربّانی محبوبِ اعظم سے طویل گفتگو کے شوق کی وجہ سے حضرات انبیاء کی سنت رہی ہے، اور یہی آیت ہمارے اس محاضرے کا موضوع سخن ہے، اسکا مضمون بھی بالکل واضح ہے، اور وہ یوں ہے: ﴿وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ شَهِيدٌ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ ترجمہ: "میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا، جب تو نے میری "توفی" فرمادی تو تُو ہی ان پر نگران رہا، اور تو ہر چیز پر شہید ہے".

سوال کے جواب پر مستزاد اس مکالمہ میں حضرت عیسی علیہ السلام نے ان امور کا ذکر نہیں فرمایا جنہیں قادیانیت نے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے خود وضع کر لیا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اس امر کا بیان واعتراف ہے کہ وہ اپنی قوم میں موجودگی کی حالت میں ان کے حالات پر گواہ رہے، اور ان کی توفّی (مرفوعیت) کی حالت میں حق تعالیٰ شانہ خود ان پر نگران رہا، یعنی حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی قوم پر شہادت کے زمانہ کو بیان کیا، یہ ان کی قوم میں موجودگی کا زمانہ ہے، پھر دوسرا قوم کے حالات سے ناواقفیت کا زمانہ ہے، جس

میں حق تعالیٰ شانہ کی رقابت کا ذکر ہے، یہ انکی توفّی کا زمانہ ہے، جس میں وہ قوم میں موجود نہ تھے، تو وہ ان پر گواہ کیسے ہوتے؟ لہٰذا یوں فرمایا کہ جب تونے میری توفّی فرمادی تو تُو ہی ان پر نگران رہا۔

یہاں پر کہیں بھی ان کی موت کے وقوع کا ذکر نہیں، نہ ہی ان کے قوم کے حالات سے لاعلم ہونے کا سبب موت بتایا گیا ہے، (ہاں قوم میں موجود نہ ہونا قوم کے حالات سے لاعلمی کا سبب ہے)، پھر چونکہ شہادت کے لیے شاہد کا مشہود علیہ میں ہونا ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا جب وہ قوم میں موجود تھے تو ان پر شہید رہے، جب موجود ہوں گے، تو گواہ ہوں گے، جب موجود نہ ہوں گے، تو گواہ بھی نہیں، تو یہ مقابلہ قوم میں موجود ہونے اور ان کی "توفی" (مرفوع) میں ہے، موجود کا مقابل میّت (وفات شدہ) نہیں ہوتا، اس کا مقابل غیر موجود ہے، کیونکہ **"مرفوع إلی السماء"** قوم میں موجود نہیں، اس موضوع کو خوب نکھار کر سمجھنے کے لیے قرآن کریم کی ایک اور آیت کو سامنے رکھا جائے۔ تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قوم پر گواہ ہونے اور موجود ہونے کے دونوں مرحلوں کو جانا جائے، اور وہ سورۃ "نساء" کی یہ آیت ہے: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ [نساء:۱۵۹]۔ **ترجمہ:** "اہل کتاب میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں مگر کہ وہ ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا ان کی موت سے پہلے پہلے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے"۔ اس آیت میں وفات عیسیٰ علیہ السلام کی شرط وقید ذکر ہے، کہ اہل کتاب بالاجماع حضرت عیسیٰ کی وفات سے قبل دائرہ ایمان میں داخل ہو

جائیں گے، اور حضرت عیسیٰ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ قرآن کریم کی یہ تین آیات: (اولاً): ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ﴾ [آل عمران: ۵۵]، (ثانیًا): ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ (ثالثًا): ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ [نساء:۱۵۹]۔ **یہ بتاتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے مندرجہ ذیل تین مرحلے ہیں۔**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے مراحل:

پہلا مرحلہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا وہ حصہ جو اِن کے رفع سماوی سے پہلے کا ہے جس میں وہ اپنی قوم میں موجود رہے اسی کے بارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آیت مبحوث عنہا میں قوم پر اپنے شہید ہونے کی تصریح فرمائی۔ یعنی اسی مرحلہ کے بارے میں فرمایا: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔

دوسرا مرحلہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفّیٰ (رفع) کا ہے، جب وہ قوم میں موجود نہ رہے اس زمانے کے بارے میں آیت مبحوث عنہا میں یوں تصریح ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ "کہ آپ نے جب میری توفّی فرمادی تو آپ ہی

ان پر نگران تھے"، جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفّی ہوئی، وہ قوم پر شہید نہیں رہے، اور اس عدم شہادت کا سبب ان کا (بسبب مرفوعیت) قوم میں موجود نہ ہونا ہے، ان کا وفات شدہ ہونا نہیں ہے، کیونکہ شہادت کے لیے شاہد کا مشہود علیہم میں ہونا ضروری ہوتا ہے، یہی زمانۂ "توفّی" ان کے آسمان پر رفع سے شروع ہوا اور تاحال چل رہا ہے۔

تیسرا مرحلہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونے کے بعد قوم میں قیام کا، اور خاتم الشرائع کی دعوت قائم کرنے کا ہے، جس کے نتیجہ میں تمام اہل کتاب دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے، اس کا ذکر قرآن کریم نے سورہ "نساء" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے بارے میں یوں فرمایا ہے: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ﴾ [نساء:۱۵۹]۔ ترجمہ: "اہل کتاب میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں مگر کہ وہ ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا ان کی موت سے پہلے پہلے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے"۔

تینوں مراحل کا نقشہ:

بعد از نزولِ آسمان	بحالتِ توفی	توفی سے قبل
حضرت عیسی علیہ السلام کا گواہ ہونا.	اللہ تعالی کا رقیب ہونا.	حضرت عیسی علیہ السلام کا گواہ ہونا.

حضرت عیسی علیہ السلام کے قوم کے گواہ ہونے کے دو مرحلے ہیں، گواہی کا پہلا

مرحلہ "توفیّ" سے قبل قوم میں قیام کا زمانہ، اور گواہی کا دوسرا مرحلہ ان کے آسمان سے نزول کے بعد قوم میں قیام کا زمانہ، اور یہ گواہی اس وجہ سے ہو گی کہ وہ ان دونوں زمانوں میں قوم میں موجود رہیں گے، کیونکہ شاہد کا مشہود علیہم میں موجود ہونا ضروری ہے، رہا دونوں کے بیچ کا مرحلہ جو ان کی شہادت کا نہیں اللہ تعالی کی رقابت کا ہے، تو یہ حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" کا زمانہ ہے، ان تین مراحل کو سامنے رکھیں، اور قرآن حکیم کی مذکورہ تینوں آیات سے جو امور قطعی طور پر ثابت ہوتے ہیں، **وہ مندرجہ ذیل ہیں۔**

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام توفیّ سے قبل قوم پر شہید تھے۔) کہ وہ قوم میں موجود تھے۔

۲) توفیّ کے بعد اللہ تعالیٰ قوم پر رقیب رہے۔(کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم میں نہیں آسمان پر بحالتِ مرفوعیت رہے۔

۳) نزول کے بعد پھر قوم پر شہید ہوں گے۔(کہ وہ پھر سے قوم میں موجود ہوں گے۔

قرآن کا بیان بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ توفّی کے مرحلہ میں قوم میں نہ تھے، آسمان پر رہے، تو اس مرحلہ میں قوم کی حالت کے بارے میں ان کا اظہار لاعلمی فطری بات ہے۔ لہٰذا اس مرحلہ کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کذب شمار نہ ہو گا، جسکی خاطر حضرت عیسی علیہ السلام کو وفات شدہ ماننے کی ضرورت ہو، بلکہ انکی "توفّی" (مرفوعیت) اور قوم میں نہ ہونا ہی ان کے اظہارِ لاعلمیت کے لئے کافی شافی عذر ہے، اس لیے مسلم مفسرین نے ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ میں

ان کی "توفّی" کو وفات پر حمل نہیں کیا، بلکہ "رفع" پر حمل کیا ہے۔

مسلم مفسرین اور آیت ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ کی تفسیر:

قرآنی آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کو وفات پر حمل کرنا کہ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب درست نہ ہو، اور وہ کذب ٹھہرے، یہ کئی وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً: اس آیت سے ما قبل کی آیت میں مذکور صیغۂ سوال قول سے متعلق ہے، علم سے متعلق ہے ہی نہیں، اور جواب بھی قول سے متعلق ہے، اظہارِ لاعلمیت ہے ہی نہیں۔

ثانیاً: وفات عیسیٰ ان کی لاعلمی کا عذر نہیں بن سکتی، (جسکی وجوہ مکرر طور پر ہم نے بیان کردی)، لہٰذا ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ کو موت پر حمل کرنا درست نہیں، نہ اس کا کوئی مُوجب ہے۔

ثالثاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی گمراہی تو بموجبِ تصریح مرزا صاحب حیات عیسیٰ ہی میں شروع ہو چکی تھی، اور وہ قوم کی گمراہی کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ زندہ رہے، تو اتنا طویل عرصہ بعد واقع ہونے والی وفات کیسے عذر ہو سکتی ہے؟ اور اگر حضرت عیسی علیہ السلام گمراہی کے ذمہ دار تھے، تو طوریل مدت بعد واقع ہونے والی موت سے ان کی برائت کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر کوئی امر عذر ہو سکتا ہے تو وہ صرف ان کی "توفّی" ہے، اسی کی قرآن کریم نے صراحت کی ہے، یا پھر بزعم قادیانیت ہجرت کشمیر حجت ہو سکتی جس کا کہیں بھی کسی نے ذکر نہیں کیا۔

رابعًا: زندہ اور قوم سے دور حضرت عیسی علیہ السلام کو چاہے اسکی دوری بقول قادیانیت ہجرتِ کشمیر کے سبب ہو، یا بقول قرآن حکیم سبب توفّی ہو، (ایسے شخص) کو کیسے قوم کی گمراہی کا ذمہ دار ٹھہرا کر سوال کیا جاسکتا ہے؟ پھر شریعت میں تو کوئی دوسرے کی گمراہی کا ذمہ دار ہوتا ہی نہیں۔

خامسًا: آیت ﴿تَوَفَّيۡتَنِي﴾ میں مذکور "توفّی" عیسیٰ علیہ السلام کا مفہوم صرف مفسرین کے قول "متوفيك" أي "قابضك تماماً ورافعك" والا ہو سکتا ہے (یعنی توفئ رفع)، کیونکہ یہ اس "توفی" کی خبر ہے، جسکے بعد پھر سے حضرت عیسی علیہ السلام کو قوم میں رہنا، قوم پر شہید ہونا، تمام اہلِ کتاب کا دائرۂ ایمان میں داخل ہونا، پھر ان کی موت کا واقع ہونا ہے، اور پھر قیامت کا قیام ہونا ہے، اور حضرت عیسی علیہ السلام کو دوبارہ آمد کے بعد جن میں قیام ہو گا ان پر گواہ ہونا ہو گا، یہ جملہ امور اس ﴿تَوَفَّيۡتَنِي﴾ کے بعد وقوع پذیر ہونے والے ہیں، اسی لئے جملہ مسلم مفسرین نے ﴿تَوَفَّيۡتَنِي﴾ میں "توفی" کو "رفعِ سماوی" ہی میں محدود کر دیا ہے۔

اب ذیل میں اسکا بیان بھی بزبان مسلم مفسرین ملاحظہ کیجیے۔

۱) "**تفسیر ابی السعود**" میں ہے: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي﴾ [مائدہ: ۱۱۷]، "بالرفع الى السماء"۔ **ترجمہ:** "سو جب آپ نے میری توفّی فرمائی آسمانی رفع سے"، جیسے کہ یہ اللہ تعالی کے اس قول: ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران: ۵۵]۔ میں مذکور ہے اور توفّی کا معنی کسی شئ کو پورے طور پر لینا ہوتا ہے. موت بھی اسکی ایک نوع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلۡأَنفُسَ

حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ﴾ [زمر:۴۲]۔ اللہ تعالیٰ ان ارواح کی موت کے وقت توفّی فرماتے ہیں۔ اجل یا موت کے وقت سے پہلے "توفّی" موت پر حمل نہیں ہو سکتی۔

حضرت عیسیٰ کی توفّی ان کی موت کے وقت نہیں ان کے دشمنوں کے ان کا احاطہ کے وقت تھی جسکو موت پر حمل کرنا درست نہیں. ہاں جب انکی موت کا وقت آئے گا جیسا کہ قرآن حکیم نے اس کی تصریح فرمائی: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾ ﴾ [نساء: ۱۵۹]، تو اس وقت ان کی "توفّی" موت پر حمل ہو گی جسکی تصریح مسلم مفسرین نے یوں کی ہے: (مميتك بعد إنزالي إياك من السماء)، "کہ میں تجھے آسمان سے اتارنے کے بعد وفات دوں گا، رہی وہ "توفی" جو واقع ہو چکی ہے، تو اس سے مراد ان کا "رفع" ہے۔

۲) "**جامع البيان**" میں ہے ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ "بالرفع إلى السماء، والتوفي أخذ الشيء وافيا" جب تو نے میری توفّی فرمادی آسمان پر رفع سے، اور توفّی کسی شئی کو بتمامہ قبضہ میں لے لیتا ہے۔

۳) "**فيض البيان**" میں ہے قولہ تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ "أراد الله علامه برفعه إلى السماء"۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتانا چاہا کہ وہ انہیں آسمان پر اٹھانے والا ہے۔

۴) "**تفسير خازن**" میں ہے قولہ تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ يعني "فلما رفعتني إلى السماء، فالمراد به "الرفع" لا "الموت"، سو اس

سے مراد رفع ہے نہ کہ موت، یاد رہے کہ یہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا وقت ہے ان کی موت کا ہے ہی نہیں، جس حال میں توفّی عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا وہ وقت موت کے نہیں صرف "رفع" ہی کے مناسب ہے۔

۵) "تفسیر کبیر" میں ہے، قولہ تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴾ [مائدہ:۱۱۷]۔ "المراد به، وفاة الرفع إلى السماء"، قوله تعالى: ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ﴾ [آل عمران:۵۵]۔

ترجمہ: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴾ سے مراد آسمان کی طرف رفع ہے جیسے کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ﴾ [آل عمران: ۵۵]۔ میں تمہاری توفّی کرنے والا اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

۶) "معالم التنزیل" میں ہے: "قوله تعالى: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔ "قبضتني ورفعتني إليك".

۷) ترجمہ: "ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴾ کا معنی ہے تونے مجھے قبضہ میں لیا اور اپنی طرف اٹھالیا۔

مقامِ تامّل:

جملہ مسلم مفسرین نے آیت مبحوثہ عنہا: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷] میں واقع "توفّی" سے حضرت عیسی علیہ السلام کا "رفع" ہی مراد لیا ہے، چونکہ یہ وہ "توفی" ہے، جو

قولِ متکلم سے قبل واقع ہوچکی، یہی تفسیر موقع و محل کے عین مطابق ہے، ہاں! وہ توفّی جو ان کے نزول کے بعد ہوگی وہ توفّئ وفات ہے، مگر وہ اپنی شرط کے پورا ہونے کے بعد ہی ہوگی، جسکی تصریح نص قطعی میں بیان ہوچکی، یعنی وہ جملہ اہل کتاب کے بالاتفاق ایمان کے دائرہ میں داخل ہوجانے کے بعد ہوگی، یہی ان مفسرین کی مراد ہے جنہوں نے "متوفيك" کو (مميتك بعد إنزالي إياك من السماء) کہا ہے، مگر قادیانیت نے ان کے قول کو بتمامہ نقل کرنے میں یہ خیانت کی ہے، کہ "متوفيك" کو تو"مميتك" پر حمل کرلیا جائے، اور اسکی قید اور زمانہ وقوع کا ذکر نہ کیا جائے، قادیانیت نے سادہ لوح عوام کو مغالطہ میں ڈالنے اور توفّی کے اسلامی اور قرآنی مفہوم میں تشکیک پیدا کرنے کی خاطر ہی یہ مذموم سعی کی ہے۔

یادرہے:

یہ بھی یادرہے کہ "متوفّی" اسم فاعل ہے، جس میں اگر واقع شدہ توفّی کی خبر ہوتو یقیناً وہ "توفّئ رفع "ہی ہے، جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیاہے، اور جمہور مفسرین کا یہی قول ہے، اور اگر اسم فاعل جس میں زمانہ نہیں ہوتا، اسے مستقبل میں "موت دینے" پر حمل کرنا ہوتو اسے زمانہ نزول یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے بعد کے ساتھ مشروط و مقید کرنا ضروری ہے، اور یہی "متوفيك" بمعنی "مميتك" کی تفسیر میں دوسرا قول ہے، جیسا کہ بعض مفسرین کہاہے، اور انھوں نے تقدیم وتأخیر کا قول بھی کہاہے۔

الحاصل کسی حال میں بھی ﴿تَوَفَّيْتَنِي﴾ میں "توفّی" اور "متوفيك" میں یا

"متوفی" کے الفاظ حضرت عیسی علیہ السلام کی واقع شدہ موت پر محمول نہیں ہو سکتے۔

مسلم مفسرین کے "متوفيك" کی تفسیر میں ہر دو قول حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرتے ہیں، ان کی واقع شدہ موت کا ان میں بالکل ذکر نہیں ہے، کیونکہ ہر دو رائے میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ نہیں کہا ہے، نہ ہی انہیں اسکی ضرورت پیش آئی، لہٰذا "توفّیٔ عیسیٰ" کو واقع شدہ وفات عیسیٰ پر حمل کرنا خلافِ حق اور سراسر باطل ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو وفات شدہ کہہ کر انہیں قوم کی گمراہی سے براَت دلانے کی قادیانی تجویز بقول مرزا خود ہی بے سُود ہے، کہ وہ تو ان کی حیات ہی میں (قادیانی وفات سے بہت پہلے) گمراہ ہو چکی تھی۔

مرزا صاحب "روحانی خزائن" میں کہتے ہیں:

> **"کہ انجیل پر ابھی تیس برس نہیں گزرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بنائے گئے"۔**

جب قومِ عیسیٰؑ نزول انجیل کے تیس برس بعد ہی گمراہ ہو کر ان کی پرستش کرنے لگی، اور وہ اسکے تقریباً ۸۷ برس بعد زندہ بھی رہے، تو اتنی طویل مدت بعد واقع ہونیوالی موت کس طرح انہیں اس ذمہ داری سے عہدہ براں کر سکتی ہے؟ جو ان پر تا حیات واجب تھی۔ نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ کہنا ان

کی "لاعلمی کے اظہار" کے لیے عذر ہو سکتا ہے، کیونکہ بقول مرزا اللہ تعالیٰ نے تو ان کی توفّی کی حالت میں آسمان پر انہیں ان کی قوم کی حالت سے مطلع کر دیا تھا۔

مرزا صاحب رقمطراز ہیں:

"خدا تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا، یعنی ان کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دے دی کہ تیری قوم اور تیری امت نے طوفان برپا کیا ہے"۔

مذکورہ قادیانی تصریحات سے خود مرزا قادیانی کی زبانی یہ اعتراف موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قوم کے بارے میں ان کے اظہارِ لاعلمی کا عذر نہیں بن سکتی، پھر کیونکر مرزا صاحب نے ان کی وفات ہی کو لاعلمیت کے لئے عذر ٹھہرایا؟ نیز جب نبی کے ذمہ صرف تبلیغ رسالت ہے قوم کی ہدایت و گمراہی کا وہ ذمہ دار ہوتا ہی نہیں، تو کیونکر عیسیٰ علیہ السلام کو تاحیات قوم کی گمراہی کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے؟ پھر ان کو قوم کی گمراہی کی ذمہ داری سے بریٔ الذمہ کرنے کے لیے ان کی وفات کو کیوں عذر بنایا جائے؟ کہ پھر انہیں وفات شدہ کہا جائے، جبکہ نبی کے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے، گمراہی وہدایت کا وہ ذمہ دار ہوتا ہی نہیں۔

حقیقت واقعی:

یہ طویل الٹی منطق کیونکر کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ذمہ ایسی باتیں لگائی جائیں جو ان کے ذمہ نہیں، پھر ان کی وفات کو عذر بنا کر انہیں فوت شدہ کہا جائے، دراصل مرزا کی سعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برأت ذمہ کے لیے ہے ہی نہیں،

کیونکہ انہیں علم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کی گمراہی کے ذمہ دار تھے ہی نہیں، نہ ہی نبی ذمہ دار ہوتا ہے، اور نہ ہی یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود دعویٰ ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے قوم کی گمراہی کے ذمہ دار رہے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کا ان سے یہ سوال ہوگا کہ وہ قوم کی حالت کی خبر رکھتے ہیں؟ کہ اگر وہ لاعلمی کا اظہار کریں تو ان کی حیات ان کے اس جواب کو کاذب اور ان کی واقع شدہ موت ہی ان کے جواب کو صادق ٹھہرا سکے، یہ تمام امور حقائقِ واقعیہ ہے ہی نہیں، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی برأت کی خاطر ان کی وفات کا قول مجبورًا کرنا پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر دو مذکورہ قرآنی آیتیں ان غیر واقعی امور سے یکسر خالی ہیں، جنہیں مرزا صاحب نے غیر واقعی طور پر مفروضے بنا کر مجبورًا حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کا قول کیا ہے، یہ بیان حق و حقیقت ہے ہی نہیں، بلکہ سراسر الحاد و تحریف ہے، اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب خود جب دعویٰ مسیحیت کر چکے تو انہیں ہر حال میں حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا ضروری ہو گیا، چاہے وہ قرآن کی قطعی تصریحات کے خلاف ہو یا نبی صادق علیہ السلام کے فرامینِ حقہ کے خلاف ہو، یا اس کے لیے انہیں عقل و منطق کی بھی خلاف ورزی کیونکر نہ کرنا پڑے، اور مرزا صاحب نے عملاً یہی کیا، اب طالبِ حق وصواب کو کیا کرنا ہے؟

وہ راستہ جسے اختیار کرنا سب کا فریضہ ہے:

ہماری مذکورہ بیان کردہ تفاصیل سے ظاہر ہو چکا کہ موضوع سخن میں حق وثواب

کو پانے کا نہایت صاف، آسان اور محکم راستہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کی آیت نمبر: **(۳)**: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ [نساء:۱۵۹]۔ (جس میں وفات عیسیٰ کی شرط وقید کا ذکر ہے)، کو مبحوثہ عنہا دونوں آیتوں: آیت نمبر (۱): ﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ﴾ [آل عمران:۵۵]۔ آیت نمبر (۲): ﴿ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ۱۱۷]۔(جن میں سوالِ ربّانی اور جواب عیسوی بالنص مذکور ہے)، کے ساتھ ملالیں، اور ان تینوں کو ایک ساتھ پڑھیں، ان میں تدبر کریں، تو مندرجہ ذیل حقائق روزِ روشن کی طرح نظر آئیں گے۔

۱) باری تعالیٰ کا روز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سوال وہ نہیں ہو گا جس کا قول مرزا قادیانی نے کیا ہے۔

۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب وہ نہیں جسکا قول مرزا قادیانی نے کیا ہے۔

۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر گز یہ نہیں کہا کہ وہ قوم کی گمراہی کے تادم حیات ذمہ دار رہے۔

۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر گز نہیں کہا کہ وہ اپنی وفات کے بعد قوم کی گمراہی کے ذمہ دار نہیں رہیں گے، لہذا مرزا قادیانی نے جن امور کی موجودگی کے بہانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات شدہ ہونے کا قول کیا ہے، قرآن مجید میں ان کا وجود سرے سے ہے ہی نہیں، یوں مرزا

قادیانی کا بہانے سے وفاتِ عیسی کا مفروضہ کافور ہوا، اور اس کا آیتِ مبحوثہ عنہا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال باطل اور خلاف حق وصواب ٹھہرا۔ **فالحمد لله على ذلك.**

درود وسلام ہوں نبیٔ خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے تمام صحابہ پر.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

